الدولة المکیة

بالمادة الغیبیه (۱۳۲۳ھ)

تصنیف

مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ

الله ربُّ محمّدٍ صلّی علیہ وسلّما نحنُ عبادُ محمّدٍ صلّی علیہ وسلّما

نام کتاب ...... الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ (۱۳۲۳ھ)
نام مصنف ...... اعلیٰ حضرت امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ
موضوع ...... علوم مصطفی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سال تصنیف ...... ۱۹۰۵ء/۱۳۲۳ھ۔ مکہ مکرمہ۔
ترجمہ اُردو ...... حضرت حجۃ الاسلام مولانا الشاہ حامد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
اشاعت نقش اوّل ...... ۱۹۱۰ء/۱۳۲۸ھ بریلی شریف
ترتیب وتہذیب وتسہیل ترجمہ ...... پیرزادہ اقبال احمد فاروقی (ایم اے)
تصحیح ...... مولانا حافظ محمد شاہد اقبال جلالی
صفحات 144
قیمت ......
ناشر ...... مرکزی مجلس رضا۔ لاہور
کمپوزنگ ...... الجویری کمپیوٹر دار الکتابت

ملنے کا پتہ

دفتر مرکزی مجلس رضا۔ مسلم کتابوی

گنج بخش روڈ، دربار مارکیٹ، لاہور

Email:muslimkitabevi@gmail.com,

042-37225605, 0321-4477511

عنواناتِ کتاب پر ایک نظر

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

☆☆☆

○

لَمْ یَاْتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ، مثلِ تو نہ شد پیدا جانا[1]
جگ راج کو تاج تورے سر سو، ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

اَلْبَحْرُ عَلَا وَالْمَوْجُ طَغٰی، من بے کس و طوفاں ہوشربا[2]
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا، موری نیا پار لگا جانا

یَا شَمْسُ نَظَرْتِ اِلٰی لَیْلِیْ، چو بطیبہ رسی عرضے بکنی[3]
توری جوت کی جھل جھل جگ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا

لَکَ بَدْرٌ فِی الْوَجْہِ الْاَجْمَلْ، خط ہالۂ مہ زلف ابر اجل[4]
تورے چندن چندر پر وکنڈل، رحمت کی بھرن برسا جانا

اَنَا فِیْ عَطَشٍ وَّسَخَاکَ اَتَمّْ، اے گیسوئے پاک اے ابر کرم[5]
برسن ہارے رم جھم رم جھم دو بوند ادھر بھی گرا جانا

۱...... حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نظیر کسی کو نظر نہ آیا۔

۲...... سمندر اونچا ہوا اور موجیں طغیانی پر ہیں۔

۳...... اے آفتاب تو نے میری رات دیکھی۔ اس میں اشارہ ہے کہ میری رات آفتاب کے سامنے بھی رات ہی رہی۔۱۲

۴...... حضور کے لئے سب سے زیادہ خوب صورت چہرہ میں ایک چودھویں رات کا چاند ہے۔۱۲

۵...... میں پیاس میں ہوں اور تیری سخاوت سب سے زیادہ کامل و تام ہے۔۱۲

یَا قَافِلَتِیْ زِیْدِیْ اَجَلَکْ ، رحمے بر حسرت تشنہ لبک[1]
مورا جیرا لرجے دَرک دَرک ، طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

وَاھًا لِسُوَیْعَاتٍ ذَھَبَتْ ، آں عہد حضور بار گہت[2]
جب یاد آوت موہے کر نہ پرت ، دردا وہ مدینے کا جانا

اَلْقَلْبُ شَجٌ وَّالْھَمُّ شَجُوْن ، دل زار چناں جاں زیر چنوں[3]
پت اپنی بپت میں کاسے کہوں ، مرا کون ہے تیرے سوا جانا

اَلرُّوْحُ فِدَاکَ فَزِدْ حَرَقًا ، یک شعلہ دگر برزن عشقا[4]
موراتن من دھن سب پھونک دیا ، یہ جان بھی پیارے جلا جانا

بس خامۂ خام نوائے رضاؔ ، نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا
ارشاد احبا ناطق تھا ، ناچار اس راہ پڑا جانا

☆☆☆

۱...... اے میرے قافلے! اپنے قیام کی مدت زیادہ کر۔۱۲

۲...... آہ افسوس! وہ چند قلیل گھڑیاں کہ گزر گئیں۔۱۲

۳...... دل زخمی ہے اور پریشانیاں رنگ رنگ کی ہیں۔

۴...... جان تیرے قربان اپنی سوزش زیادہ کر۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ابتدائیہ

زیرنظر کتاب "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مجدد مأتہ حاضرہ حضرت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان القادری البریلوی (۱۲۷۲ھ...... ۱۳۴۰ھ) کا وہ مایۂ ناز معرکہ ہے جسے آپ نے مکہ مکرمہ میں ۲۵ ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء میں صرف آٹھ گھنٹوں میں فصیح و بلیغ عربی میں سپردِ قلم کیا تھا۔ آپ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی حاضری کا ارادہ کیا تو برصغیر کے چند علماء نے ایک مفصل سوال نامہ تیار کیا اور شریف مکہ (سیدنا) کے دربار میں پیش کیا۔ جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علوم غیبیہ کے متعلق استفسار کیا گیا تھا۔ مستفسرین کا خیال تھا کہ فاضل علامہ اس مختصر وقت میں نہ تو کوئی جواب لکھ سکیں گے اور نہ شہر محبوب کی روانگی میں تاخیر برداشت کریں گے اور اس طرح انہیں شریف مکہ اور علماء مکہ کے سامنے خفت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے سوالنامہ کا جواب کیا لکھا، آٹھ گھنٹے میں ایک مدلل اور مکمل عربی کتاب لکھ کر مستفسرین اور علماء مکہ معظمہ کو حیرت زدہ کر دیا۔ اس کتاب کو شریف مکہ نے خود سنا اور علماء حرمین شریفین نے پڑھ کر بے پناہ خراج تحسین پیش کیا اور اپنی تقاریظ جلیلہ اور تقاریر میں کتاب کی افادیت اور فاضل مؤلف کی شخصیت کو دنیائے اسلام کے سامنے بھرپور انداز میں پیش کیا۔[1]

○

کتاب کی تصنیف کے پس منظر پر غور کیا جائے تو ہمیں برصغیر کی نظریاتی تاریخ اور پھر مختلف علمائے کرام کے عقائد اور نظریات کی کشمکش کا ایک دلخراش منظر سامنے آتا ہے۔ انگریز اپنی سلطنت کی وسعت پذیری کی چالیں پورے ایشیا پر چلنے میں مصروف تھا۔ برصغیر کو

---

[1] ملفوظات اعلیٰ حضرت۔ جلد دوم صفحہ ۶۔ مرتبہ محمد مصطفیٰ رضا خان [illegible]

زیر انتداب لانے کے بعد ممالک عرب کو ترکوں سے خالی کرانے کے در پے تھا۔ آل سعود کے مہروں کو آگے بڑھا کر حرمین شریفین کی سرزمین پر اپنی شاطرانہ چالوں سے وار کر رہا تھا۔ آل سعود کے نظریاتی رہنما محمد ابن عبدالوہاب نجدی نے ''کتاب التوحید'' لکھی۔ تو دنیائے علم کی آنکھیں تصویر حیرت بن گئیں۔ اسی کتاب کے مندرجات نے دہلی کے علمی خانوادے کے ایک فرزند مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کو اتنا متاثر کیا کہ انہوں نے اس کتاب کا چربہ ''تقویۃ الایمان'' کے نام سے ہندوستان میں شائع کیا۔ اس کتاب میں مسلمانوں کو شرک و بدعت، کفر و گمراہی کے خطابات سے نوازا گیا۔ پھر پہلی بار فقہی مسائل میں اختلاف کی روش سے ہٹ کر ذات مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہدف تنقید بنایا گیا۔ اس سے صدیوں پہلے اسلامی تاریخ میں مختلف فرقے اپنے علمی اور نظری اختلافات کی وجہ سے متعارف تو ہوئے مگر ان کے اختلافات کی بنیاد جبر و قدر۔ قدیم و حادث۔ شریعت و طریقت یا دوسرے فقہی اور فروعی مسائل پر ہوا کرتی تھی۔ مگر سب سے پہلے جس خانوادہ نے ذات مصطفیٰ، مقامِ مصطفیٰ اور علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اختلاف کی راہیں کھولیں، وہ ''کتاب التوحید'' کے مصنف ابن عبدالوہاب نجدی اور کتاب ''تقویۃ الایمان'' کے مصنف اسماعیل دہلوی اور ان کی ذریت تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم پر سوالات اٹھائے گئے۔ بحث ہونے لگی۔ امکان نظیر پر گفتگو چل نکلی۔ آپ کے کمالات پر لیت و لعل کے دروازے کھل گئے۔ آپ کی بشریت پر قیل و قال کا بازار گرم ہوا، پھر بشریت اور علیت کی تقسیم پر یہ اندازے لگائے جانے لگے کہ آیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے جیسے ہی بشر تھے یا ہم سے ذرا بڑے۔ ان کا علم ہمارے جیسا ہی تھا یا قدرے زیادہ تھا۔ پھر یہ نظریہ بھی دیا جانے لگا کہ آپ کو خاتم الانبیاء ماننے کے باوجود اللہ چاہے تو ہزاروں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پیدا کر سکتا ہے؟

الغرض! برصغیر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شخصیت کو پہلی بار نظریاتی تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ اس بات پر علماء اہلسنّت نے سخت احتجاج کیا اور ان نظریات اور اس کتاب کا شدید نوٹس لیا۔ علامہ فضل حق خیر آبادی قدس سرہٗ نے اس کتاب کے خلاف تحریری اور

تقریری آواز بلند کی جس کے اثرات سارے ہندوستان میں گونجے اور مختلف علماء کرام نے اس ''کتاب التوحید'' اور ''تقویۃ الایمان'' کے رد میں کتابیں لکھیں۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ ان دنوں برصغیر میں ایک بااثر علمی اور روحانی شخصیت کی حیثیت سے موجود تھے۔ آپ کے حلقہء اثر میں مختلف علماء بیٹھتے تھے۔ آپ کے ایک مرید عالم دین مولانا عبدالسمیع رامپوری قدس سرہٗ نے ایک کتاب ''انوارِ ساطعہ'' لکھی جس میں عقائد اہلسنت کی وضاحت بھی کی گئی اور ساتھ ساتھ نجدی نظریات کا رد بھی کیا گیا۔ یہ کتاب سامنے آئی تو علماء دیوبند کا ایک مضبوط اور اعلیٰ سطح کا طبقہ سیخ پا ہو گیا۔ مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنے شاگرد مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے نام سے انوارِ ساطعہ کے جواب میں ۱۳۰۴ھ۔ ۱۸۸۷ء میں ''براہین قاطعہ'' شائع کر کے عقائد علماء دیوبند کو پہلی بار منظر عام پر لا رکھا۔ اس اختلافی فضا کو صاف کرنے کے لیے حضرت مولانا امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' لکھا، مگر ان کی کوششیں کامیاب نہ ہو سکیں اور علماء دین دو واضح گروپوں میں تقسیم ہوتے گئے۔

○

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی ان دنوں دارالعلوم بہاولپور میں مدرس اعلیٰ تھے۔ حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری نے ''براہین قاطعہ'' کو پڑھا اور اسے نظریاتی طور پر بڑی نقصان دہ کتاب تصور کیا۔ ۱۳۰۶ھ میں مولانا غلام دستگیر قصوری نے انہیں مناظرہ کا چیلنج دیا جسے قبول کر لیا گیا۔ چنانچہ ہندوستان بھر سے دیوبند اور اہلسنت کے جید علماء بہاولپور میں جمع ہوئے۔ مناظرہ شوال ۱۳۰۶ھ میں نواب آف بہاولپور کے زیر اہتمام و انتظام منعقد ہوا۔ حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہٗ کو حکم مناظرہ (جج) بنایا گیا اور پنجاب اور ہندوستان کے تمام علاقوں سے علماء کا عظیم اجتماع ہوا۔ اس مناظرہ میں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اور دیوبندی علماء کو شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا۔ نواب آف بہاولپور نے مولوی خلیل احمد کے عقائد و نظریات کی مفسدانہ حرکات پر انہیں ریاست بدر کرنے کے احکام جاری کیے۔

مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مناظرہ کی روئیداد عربی میں مرتب کر کے ۱۳۰۷ھ میں حج کو گئے۔ علماء مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے سامنے مناظرہ کی روئیداد پیش کی۔ علماء حرمین نے کتاب پر تقاریظ لکھیں اور ستر سے زیادہ علماء حرمین شریفین نے عقائد دیو بند سے اظہار بیزاری کیا۔ ان آراء سے دیو بندی مکتب فکر کے علماء کا اعتقادی قلعہ منہدم ہوتا دکھائی دیا مگر ان گرتی ہوئی دیواروں کو سہارا دینے کے لیے علماء دیو بند کے ایک بورڈ نے ایک رسالہ "المھند المفند" (عقائد علماء دیو بند) شائع کر کے عوام اہلسنت کو یہ تاثر دیا کہ ہمارے عقائد وہی ہیں جو اہلسنت کے ہیں۔

O

۱۳۱۹ھ۔۱۹۰۱ء میں مولوی اشرف علی تھانوی نے ایک رسالہ بنام "حفظ الایمان" لکھا جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے بارے میں بڑی دیدہ دلیری سے وہ رسوائے زمانہ عبارت سامنے آئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید عمرو بکر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے۔

اس عبارت پر علماء اہلسنت نے تو برافروختہ ہونا ہی تھا۔ خود مولانا حسین احمد مدنی نے بھی اپنی کتاب "الشہاب الثاقب" میں برملا لکھا کہ ایسے الفاظ کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔

امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایسی تمام عبارات پر گرفت کی۔ اور علماء دیو بند کا تعاقب کیا۔ ۱۳۲۰ھ میں اعلیٰ حضرت نے مولانا فضل امام رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "المعتقد المنتقد" پر حواشی لکھے۔ جو "المعتمد المستند" کے نام سے چھپے، ان حواشی میں امام اہلسنت نے مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیو بند۔ مولوی رشید احمد گنگوہی۔ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اور مولوی اشرف علی تھانوی کی کفریہ عبارات کو ہدف تنقید بنایا۔ آپ نے "رسالہ صیانۃ الناس" کے رد میں ربیع الآخر ۱۳۰۸ھ اور پھر ۱۳۱۸ھ کو فتاویٰ لکھے ۱۳۲۰ھ میں پٹنہ عظیم آباد کے مطبع تحفہ حنفیہ سے ان کا

رد چھپا۔ پھر جمادی الآخری ۱۳۲۲ھ میں ایک فتویٰ شائع کیا[۱]۔

اعلیٰ حضرت کی کتاب "سُبْحَانَ السُّبُّوحِ عَنْ عَیْبِ کَذِبٍ مَّقْبُوْحٍ" مطبع انوار محمدی لکھنؤ سے ۱۳۰۹ھ میں طبع ہوئی۔ پھر "اَلْکَوْکَبَۃُ الشَّھَابِیَّۃُ فِیْ کُفْرِیَاتِ اَبِی الْھِنْدِیَّۃِ" ۱۳۱۶ھ میں عظیم آباد پٹنہ سے چھپی۔ ساتھ ہی ایک اور کتاب "سَلُّ السُّیُوْفِ الْھِنْدِیَّۃِ" صفر ۱۳۱۴ھ میں عظیم آباد میں چھپی[۲]۔

اعلیٰ حضرت کی نظریاتی اور تنقیدی تحریروں میں سے " المعتمد المستند" کو بنیادی حیثیت ملی۔ اسے علماء حرمین شریفین نے بڑا پسند کیا اور اس پر اڑھائی سو سے زائد علماء حرمین شریفین اور علمائے پاک و ہند نے اپنی آراء لکھیں۔ جو حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین اور الصوارم الھندیہ کے نام سے چھپ کر عام ہوئیں۔

○

آپ کے حواشی وتعلیقات " المعتمد المستند" کے نام سے شائع ہوئے۔ تو علماء دیوبند بڑے مضطرب ہوئے، وہ ہندوستان تو کیا علمائے حجاز تک پہنچے۔ مگر جب "الدولۃ المکیہ بالمادہ الغیبیہ" کے اثرات سامنے آئے۔ تو دم بخود رہ گئے۔ "الدولۃ المکیہ" دراصل وہ معرکۃ الآراء کتاب ہے۔ جس پر عالم اسلام نے بھرپور داد تحسین پیش کی۔ یہ کتاب حضور نبی کریم صاحب کوثر وتسنیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم غیبیہ پر ایک شاندار مرقع ہے۔ جسے پڑھ کر ایمان تازہ ہو جاتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات سے قلب وذہن فروغ پاتے ہیں۔

۱۔..... تمہید الایمان صفحہ ۱۲۹ مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ایڈیشن ۱۹۸۵ھ

۲۔..... تمہید الایمان صفحہ ۱۳۳ مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ایڈیشن ۱۹۸۵ھ

ہم سابقہ صفحات میں زیر نظر کتاب" الدولۃ المکیۃ "کی وجہ تالیف پر اظہار خیال کر چکے ہیں۔ یہ کتاب ۱۳۲۳ھ میں لکھی گئی اور اس میں علم ذاتی، علم عطائی، علم ذاتی محیط اور علم عطائی غیر محیط، علم متناہی، علم واجب لذاتہ اور علم عطائی ممکن، ازلی ابدی مخلوق غیر مخلوق، واجب البقا، جائز الفنا، علم کل، علم بعض، مخالفین کا بعض، اور اہل محبت کا بعض، لوح محفوظ کے علوم، لوح مبین پر نگاہ، جیسے کثیر موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

کتاب" الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیہ"کی تالیف کے تفصیلی پس منظر کو جاننے کے لیے ملفوظات کی جلد دوم کا مطالعہ کریں۔

حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے" الدولۃ المکیۃ " شریف مکہ (سیدنا) کے دربار میں علماء حجاز کے سامنے لفظاً لفظاً پڑھ کر سنائی۔ حج بیت اللہ سے حضرت مؤلف علامہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان واپس آئے۔ تو کتاب پر نظر ثانی کرتے وقت ۱۳۲۵ھ میں اس پر مختصر حواشی لکھے۔ جس کا نام "الفیوضات الملکیۃ لمحب الدولۃ المکیۃ" رکھا گیا۔ اور یہ کتاب ''فتاوائے حرمین'' کے نام سے ۱۳۲۸ھ۔ ۱۹۴۰ء میں سب سے پہلی بار بریلی شریف سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب دراصل" الدولۃ المکیۃ "کا خلاصہ تھا۔ جس میں بیس تقاریظ علماء حرمین شریفین شامل کردی گئی تھیں۔ پھر ایک عرصہ بعد "الدولۃ المکیۃ " مکمل متن اور تقاریظ کے ساتھ دوبارہ بریلی شریف سے شائع ہوئی۔ عربی زبان سے ناآشنا حضرات کے لیے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے صاحبزادہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا الشاہ حامد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے متن کے ساتھ اُردو ترجمہ بھی شائع کرایا[1]۔

کتاب " الدولۃ المکیہ" پاکستان میں پہلی بار ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۵ء میں اصل

---

[1] ...... دیکھیں حاشیہ ''امام احمد رضا اور عالم اسلام'' صفحہ ۲۰ مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی

متن، ترجمہ اور ساٹھ تقاریظ کے ساتھ شائع ہوئی۔ پھر یہی ایڈیشن ۱۹۸۰ء میں لاہور سے بھی شائع ہوا مگر ۱۹۷۶ء میں ایک اور ایڈیشن کراچی سے شائع ہوا۔ جس میں ترجمہ اور متن تھا۔ حضرت حجۃ الاسلام الشاہ حامد رضا خان قدس سرہٗ کا اُردو ترجمہ عالمانہ اور آج سے نصف صدی قبل کا بار بار شائع ہو رہا تھا۔ جس سے کتاب کی افادیت سے آج کا اُردو دان طبقہ پوری طرح استفادہ نہیں کر سکتا تھا۔ ہم نے اس علمی اور جامع ترجمہ کو آسان اور سلیس بنا کر عربی متن کے بغیر شائع کرنے کا عزم کیا، عنوانات قائم کیے، پیرابندی کی گئی۔ الحمدللہ! ہم اپنی سلیس زبان میں ترجمہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اب یہ ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

یکم جنوری ۱۹۸۷ء

☆☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

الحمد للّٰہ علام الغیوب ، غفار الذنوب ، ستار العیوب ، المظهر من ارتضیٰ من رسول علی السرّ المحجوب وافضل الصلواة واکمل السلام علی ارضی من ارتضی واحب محبوب سید المطلعین علی الغیوب الذی علمه ربه تعلیماً وکان فضل الله علیه عظیماً ، فهو علی کل غالب امین ، وما هو علی الغیب بضنین ، ولا هو بنعمة ربه بمجنون ، مستور عنه کان او یکون ، فهو شاهد الملك والملکوت ومشاهد الجبار والجبروت ، مازاغ البصر وما طغیٰ ، افتمرونه علی مایری ، نزل علیه القرآن تبیاناً لکل شیئی ، فأحاط بعلوم الاولین والاخرین ، وبعلوم لا تنحصر بحدّ ، وینحسر دونها العدّ ، ولا یعلمها احد من العلمین ، فعلوم آدم ، وعلوم العالم ، وعلوم اللوح وعلوم القلم کلها قطرة من بحار علوم حبیبنا صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وآله وسلم ، لان علومه وما یدریك ما علومه ، علیه صلوات اللّٰه تعالیٰ وتسلیمه هی اعظم رشحة ، واکبر غرفة من ذلك البحر الغیر المتناهی ، اعنی العلم الازلی الالهی ، فهو یستمد من ربه والخلق یستمدون منه ، فما عندهم من العلوم انما هی له وبه ومنه وعنه .

وکلهم من رسول اللّٰہ ملتمس غرفا من البحر اورشفا من الدیم

وواقفون لديه عند حدهم من نقطة العلم اومن شكلة الحكم صلى اللّٰه عليه تعالٰى وسلم وعلى اله وصحبه وبارك وكرم۔ امين

''سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کو جو جمیع غیوب کا کمال جاننے والا ہے۔ گناہوں کا بڑا بخشنے والا، عیبوں کا بہت چھپانے والا، پوشیدہ راز پر اپنے پسندیدہ رسولوں کو مسلط کرنے والا[1] اور سب سے افضل درود اور سب سے کامل تر سلام ان پر جو ہر پسندیدہ سے زیادہ پسندیدہ اور ہر پیارے سے بڑھ کر پیارے ہیں۔ غیبوں پر اطلاع پانے والوں کے سردار جن کو ان کے رب نے خوب سکھایا اور اللہ تعالیٰ کا ان پر فضل بہت بڑا ہے اور وہ ہر غیب پر امین اور غیب کے بتانے میں بخیل نہیں اور وہ اپنے رب کے احسان سے کچھ پوشیدگی میں ہیں کہ جو کچھ ہو گذرا یا آنے والا ہو، ان سے چھپا ہوا اور وہ ملک وملکوت کے مشاہدہ فرمانے والے ہیں۔

حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو اس انداز سے مشاہدہ فرماتے ہیں کہ آپ کی چشم مبارک میں نہ کجی پیدا ہوتی ہے، نہ کوتاہی پیدا ہوتی ہے۔ آج لوگ اس بات پر شک کرتے اور جھگڑتے ہیں جسے آپ کی نگاہ نے دیکھا تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنا قرآن نازل فرمایا، قرآن ہر ایک چیز کو صاف صاف بیان کرتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَالِمِ مَاکَانَ وَمَا یَکُوْنُ تھے۔ ماضی اور مستقبل کے تمام علوم پر نگاہ رکھتے تھے۔ وہ ایسے علوم تھے جن کی نہ حد ہے نہ حساب، ان علوم پر آپ کے علاوہ کسی دوسرے کو عبور حاصل نہیں تھا۔

سیدنا آدم علیہ السلام کے علوم، تمام دنیا کے علوم اور لوح محفوظ کے علوم کو ملا کر سید

---

[1] مظھر کا ترجمہ مسلط کرنے والا اس لئے کیا گیا کہ ظھور یا اظھار کے صلہ میں جب علی آئے تو اس کے معنی چیرہ شدن یا چیرہ گردانیدن ہو جاتے ہیں، یعنی مسلط کر دینا یا قبضہ میں دے دینا۔ کما یقال ظھر علیه ای غلب علیه، کذا فی الصراح ۔۱۲ حامد رضا غفرلہ

الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علوم کے مقابلہ میں رکھا جائے تو سمندروں کے مقابلہ میں ایک قطرۂ آب کی حیثیت سے سامنے آئیں گے۔ اسی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تمام علوم اللہ جل جلالہ کے غیر متناہی علوم کے سمندر کے مقابلہ میں ایک چھینٹا یا چلو ہیں۔ حضور اپنے اللہ سے مدد لیتے ہیں اور ساری کائنات حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مدد لیتی ہے۔ دنیا کے اہل علم کے پاس جتنے علوم ہیں۔ وہ سب حضور کے علوم کا صدقہ ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلہ سے ملے ہیں۔ یہ تمام علوم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سرکار سے آئے اور حضور کے دربار سے ملے۔

وَ کُلُّھُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ مُلْتَمِسٌ غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْرَشْفًا مِّنَ الدِّیَمِ

وَوَاقِفُوْنَ لَدَیْہِ عِنْدَ حَدِّھِمٖ مِنْ نُّقْطَۃِ الْعِلْمِ اَوْ مِنْ شَکْلَۃِ الْحِکَمِ[1]

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَکَرَّمَ۔ آمین

جن دنوں میں مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھا۔ میرے سامنے ہندوستان کے رہنے والوں نے سید الانبیاء افضل الصلوٰۃ والسلام علیہ وعلی آلہ واصحابہ کے علوم کے متعلق ایک سوالنامہ پیش کیا۔ یہ پیر کا دن تھا۔ پچیس ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ کو عصر کا وقت تھا۔ مجھے دیکھتے ہی گمان ہوا کہ یہ سوال ان وہابیہ کا اٹھایا ہوا ہے جنہوں نے ہندوستان میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف توہین آمیز گفتگو کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا اور اس موضوع پر کتابیں بھی لکھی تھیں۔ چونکہ مکہ مکرمہ ایک پرامن اور امان یافتہ شہر ہے۔ اور اس میں بے پناہ علماء دین موجود ہیں، یہاں اگر کسی سنی کو کوئی مسئلہ درپیش ہو تو ان علماء سے دریافت کر لیتا ہے۔ مکہ معظمہ کے علماء علوم دینیہ کے بحر نا پیدا کنار ہیں، لوگ انہیں چھوڑ کر تنگ نہروں کے کناروں پر نہیں جاتے۔

---

[1] رسول اللہ تم سے مانگتا ہے ہر بڑا چھوٹا — تیرے دریا سے چلو یا تیرے باراں سے اک چھینٹا

تیرے آگے کھڑے ہیں اپنی حد پر تیرے علموں سے — کوئی نقطہ ہی پر ٹھہرا کوئی اعراب پر ٹھٹکا رہا

صاحبزادہ حامد رضا خاں بریلوی

مکہ مکرمہ کے علماء کرام (حفظھم اللہ تعالیٰ) ہمارے سردار ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم اور دوسرے مسائل پر وہابیہ کے اعتراضات کا جامع جواب دیتے ہیں۔ ایک دوبار ایسے مسائل کی تشریح کی جس سے تمام اہل ایمان کو اطمینان ہو گیا۔ دلوں کے زنگ دور ہو گئے۔ دماغ روشن ہو گئے اور عیب مٹ گئے۔ ان تشریحات سے وہابیہ پر موت کا عالم طاری ہو گیا۔ یہ بندۂ ضعیف (احمد رضا خان بریلوی) بھی اپنے اللہ کے فضل وکرم سے اپنے باپ دادا کی درخشاں سنت پر گامزن رہتے ہوئے وہابیہ پر قیامت برپا کرتا رہتا ہے۔ میں نے اب تک دوسو سے زیادہ کتابیں تصنیف کی ہیں۔ اور اکابر وہابیین کو دو چار بار ہی نہیں، کئی بار دعوت مناظرہ دی مگر یہ لوگ جواب دینے سے بھی عاری رہے اور مبہوت ہو کر رہ گئے[1]۔

جو لوگ ہندوستان میں بیٹھ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کرتے ہیں اور سب وشتم سے باز نہیں آتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ اور کذب کی نسبت کرتے ہیں، وہ میدان مناظرہ سے بھاگ اٹھتے ہیں، دم دبا کر غائب ہو جاتے ہیں، پھر زندگی بھر سامنا نہیں کر پاتے۔ ان میں سے اکثر راہی ملک عدم ہو چکے ہیں مگر جو باقی رہ گئے ہیں، وہ عنقریب اسی ذلت سے دنیا سے چلے جائیں گے، ان کی موت حیرانی اور بدحواسی میں ہوگی۔

انہیں یہ معلوم ہوا کہ میں مکہ معظمہ میں چند دنوں کے لیے قیام پذیر ہوں۔ میرے پاس حوالے کی کتابیں نہیں ہیں۔ بیت اللہ کی زیارت میں مصروف ہوں اور اپنے مولا وآقا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر (مدینہ) کی طرف جانے والا ہوں۔ ایسے موقع پر انہوں ایک سوالنامہ گھڑا اور سامنے لا رکھا، انہیں امید تھی کہ کتابوں کے بغیر، مدینہ پاک جانے کی اس سے پہلے میں ان کے بڑوں کو کئی بار چپ کرا چکا تھا، مگر انہیں کیا تیاری میں جواب نہیں

[1] ...... یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت مؤلف علام کی دوسو کتابیں شائع ہوئی تھیں۔ ایک وقت آیا جب آپ کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار دوسو تک پہنچی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے: حیات اعلیٰ حضرت مؤلفہ مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ (مترجم)

دے سکوں گا اور وہ خوش ہو کر کہتے پھریں گے کہ احمد رضا خاں جواب نہ دے سکا اور اس طرح وہ اپنی خفت کا انتقام لے لیں گے۔ میں پہلے تو خاموش رہا حالانکہ معلوم کہ میں دین متین کی امان میں ہوں، دین کی نصرت اور امداد کرنے والا خود منصور و محفوظ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قوت سے جب وہ کسی چیز کو کہتا ہے ہو جا، تو وہ ہو جاتی ہے۔ مجھے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے قوت بخشی، چنانچہ مجھے خیال آیا کہ میں اس سوالنامے کے دو طرح کے جوابات تیار کروں، ایک تو اہل حق، اور سائل کے لیے تا کہ وہ راہ ہدایت پا لیں اور دوسرا ان ہٹ دھرم حملہ کرنے والوں کے لیے۔ چنانچہ میں نے قلم اٹھایا اور ہر ایک کے لیے ایسا جواب تیار کیا جس کے وہ قابل تھا۔

نظرِ اوّل

دین کا دارومدار

یادرکھیں کہ دین کا دارومدار اس بات پر ہے اور جس پر نجات اخروی موقوف ہے، وہ ہے، پورے قرآن پاک پر ایمان لانا جو کہ نہایت ضروری ہے۔ دنیا میں بہت سے گمراہ لوگ ایسے ہوئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بعض آیات پر ایمان لے آتے تھے مگر بعض کو نظر انداز کردیتے تھے۔ ان میں قدریہ فرقہ مشہور ہے (یہ لوگ اپنے آپ کو اپنے افعال کا خالق جانتے تھے) وہ اس آیت کریمہ پر ایمان لائے۔

وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ○ (البقرۃ:۵۷)

ترجمہ: ''انہوں نے ہمارا کچھ نہ بگاڑا، ہاں! اپنی ہی جانوں کا بگاڑ کرتے تھے''۔

مگر وہ اس آیت کریمہ کے منکر رہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ○ (الصّٰفّٰت:۹۷)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ تمہارا بھی خالق ہے اور تمہارے اعمال کا بھی۔''

ایسے ہی ایک فرقہ جبریہ ہے، یہ لوگ انسان کو پتھر کی طرح مجبور محض جانتے تھے۔ وہ اس آیت کریمہ پر ایمان لائے تھے۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (التکویر:۲۹)

ترجمہ: ''اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ جو مالک ہے سارے جہان کا''

جبریہ اس آیت کریمہ کے منکر ہیں:

ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ○ (الانعام:۱۴۶)

ترجمہ: ''ہم نے یہ ان کی سرکشی کا بدلہ دیا، بیشک ہم ضرور سچے ہیں''۔

خارجی لوگ گناہ کبیرہ کرنے والے کو بھی کافر کہتے ہیں۔ وہ اس آیت کریمہ پر

ایمان رکھتے ہیں۔

وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ○ یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ ○ (الانفطار:۱۴۔۱۵)

ترجمہ: ’’بے شک بدکار لوگ ضرور جہنم میں ہیں، وہ قیامت کے دن اس میں جائیں گے‘‘۔

پھر یہ لوگ اس آیت کریمہ کا انکار کرتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ○

(النساء:۴۸)

ترجمہ: ’’بے شک اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں بخشتا مگر اس کے علاوہ جتنے گناہ ہیں۔ جس کے لئے چاہے بخش دیتا ہے‘‘۔

فرقہ مرجیہ کا عقیدہ ہے کہ مسلمان کوئی بھی گناہ کرلے، اسے نقصان نہیں ہوتا، وہ اس آیت کریمہ پر ایمان رکھتے ہیں۔

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ○ (الزمر:۵۳)

ترجمہ: ’’اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے، بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے‘‘۔

مگر یہ لوگ اس آیت کریمہ کا انکار کرتے ہیں۔

وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ ○ (النساء:۱۲۳)

ترجمہ ’’جو شخص برا کام کرے گا اسے بدلہ دیا جائے گا‘‘۔

اس قسم کی ہزاروں مثالیں ہیں جو مختلف مذاہب اور فرقوں کے بارے میں پیش کی جاسکتی ہیں۔ علم کلام کی کتابوں میں ایسی دلیلیں کثرت سے ملتی ہیں۔

علم غیب، قرآنی آیات کی روشنی میں

قرآن عظیم کی قطعی نص ہے۔

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ۔ (النمل:٦٥)

ترجمہ: ''اے محبوب! آپ فرمادیجئے، زمین وآسمان والوں میں کوئی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے''۔

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا:

لَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ ○

(الجن:٢٦:٢٧)

''اللہ تعالیٰ مسلط نہیں کرتا اپنے غیب پر کسی کو، سوا اپنے پسندیدہ رسولوں کے''۔

پھر مزید فرمایا:

وَمَا هُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ○ (التکویر:٢٤)

ترجمہ: ''حضور ﷺ غیب بتانے پر بخیل نہیں''۔

پھر فرمایا:

وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا○

(النساء:١١٣)

ترجمہ: ''اے نبی! اللہ نے آپ کو سکھایا جو کچھ آپ پہلے نہیں جانتے تھے اور اللہ کا آپ پر بڑا فضل ہے''۔

ایک اور آیت کریمہ میں فرمایا:

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ وَهُمْ یَمْكُرُوْنَ○ (یوسف:١٠٢)

ترجمہ: ''یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں۔ آپ ان کے پاس نہ تھے جب ان بھائیوں نے اپنا کام پکا کیا تھا اور وہ داؤں چل رہے تھے''۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

تِلْکَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَآ اِلَیْکَ ۝ (ھود:۴۹)

ترجمہ: ''یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں''۔

مندرجہ بالا آیات قرآنیہ کے علاوہ بہت سی اور آیات بھی ہیں۔ جن میں غیب کے علوم پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان آیات میں نفی اور اثبات دونوں قسم کے دلائل ملتے ہیں، یہ دونوں ایمان کا حصہ ہیں۔ ان آیات کا انکار کفر ہے۔ ایک مسلمان ان تمام آیات پر ایمان لاتا ہے، وہ اختلافی راہوں پر نہیں چلتا۔ نفی اور اثبات دونوں ایک نتیجہ پر وارد نہیں ہو سکتی، ہمیں ان کے جدا جدا نتائج تلاش کرنا پڑیں گے۔

میں اپنے اللہ کے فضل اور اس کی قوت سے میدان تحقیق میں قدم رکھتا ہوں اور جو شخص اس میدان میں دھوکا دے گا یا فریب دے گا، اس پر وار کروں گا۔

علم کی تقسیم

علم کی ایک تقسیم[۱] تو اس کے مصدر کے اعتبار سے ہوتی ہے۔

یعنی (جہاں سے علم وہ صادر ہوا) مگر اس کی دوسری تقسیم اس کے متعلق کے اعتبار سے ہے۔ یعنی جس کے متعلق وہ علم ہے، اور ان سے ایک اور تقسیم ظاہر ہوتی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ یہ تعلق کس طرح کا ہے؟ پہلی تقسیم کے اعتبار سے علم یا تو ذاتی[۲] ہوگا (جبکہ نفس ذات

۱؎ اس تقسیم کی روشنی میں کوئی غبار علم الٰہی اور علم عباد (بندوں) میں باقی نہیں رہتا۔ کم نہوں نے علماء اہلسنت و جماعت کی عبارات اور تحقیقات سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم غیب پر جو اعتراضات کیے ہیں، وہ خود بخود رفع ہو جاتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم غیب کو اللہ کے علوم غیبیہ کے برابر جاننے والے اپنی کم فہمی پر بات کرتے ہیں۔ یہ ایک روشن دلیل اور واضح تقسیم ہے۔ اس لطیف استدلال کے بعد کسی کو شبہ باقی نہیں رہے گا۔ (بندۂ فقیر حمدان الونیسی المالکی مدرس حرم نبوی شریف) یہ حاشیہ حمدانیہ مدینہ طیبہ کے ان حواشی میں سے پہلا حاشیہ ہے جن سے میری کتاب کو علامہ ملک مغرب مولانا حمدان (رحمٰن ان کی سعی محمود فرمائے) نے شرف بخشا۔

۲؎ یہ تقسیم واضح و روشن ہے۔ علمائے اسلام نے متعدد جگہ اسے ارشاد کیا اور (بقیہ اگلے صفحہ پر) خود ہمارے

عالم سے صادر ہو) یا عطائی ہوگا۔ ذاتی ہونے کی بنا پر ان علوم میں غیر کی کوئی شرکت نہیں ہوگی، نہ غیر کی عطا ہوگی، نہ غیر اس کا سبب بنے گا، مگر عطائی وہ علم ہے جو دوسرے کی عطا سے ہو[1]۔ ذاتی تو صرف ذات باری تعالیٰ سے ہی مخصوص ہے، کسی غیر اللہ کا اس علم میں حصہ نہیں ہے اور جہان میں ایسا علم کسی کے لیے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ جو شخص کسی کے لئے ایک ذرہ سے کمتر بھی ذاتی علم ثابت کرے گا، وہ یقیناً مشرک ہوجائے گا اور تباہ و برباد ہوگا۔

دوسری قسم کا علم (عطائی) اللہ کے بندوں کو عطا کیا گیا ہے اور یہ صرف بندہ کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ اس کی اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف نسبت نہیں کی جاسکتی۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ علم عطائی کی نسبت قائم کرنے والا قطعی کافر ہوگا اور شرک اکبر کا مرتکب ہوگا۔ کیونکہ

(بقیہ پچھلے صفحہ سے حاشیہ نمبر ۲) اسی مسئلہ علم غیب میں اسے ذکر فرمایا اور عنقریب بڑے جلیل القدر امام ابوزکریا نووی اور امام ابن حجر مکی سے تصریح آتی ہے کہ مخلوق سے نفی علم ذاتی و علم محیط کلی کی ہے۔ لیکن اچنبا اس سے ہے کہ جو ان تقسیموں کی صحت کا معتقد ہے، وہی ان پر یوں گنگناتا ہے کہ وہ فی نفسہ صحیح ہیں لیکن فلاسفہ کی ان موشگافیوں کا نتیجہ ہیں۔ جن کا علمائے دین کریم اور ارباب عقل سلیم فہم معانی قرآن عظیم و احادیث نبی رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں اعتبار نہیں کرتے۔ حتی کہ ادعا کردیا کہ اس میں مسلمانوں کو حیرت عظیم میں ڈال دینا اور دین الٰہی کی مضبوط رسی کو کھول کر تار تار کردینا ہے۔ پھر ذرا سے ہی توقف میں خود یہی نقل مذکور انھیں دونوں اماموں علامہ نووی و ابن حجر مکی سے لے کر آیا۔ حالانکہ انھوں نے آیات نفی میں علم کو علم مستقل بالذات و علم محیط کل پر محمول کیا۔ تو گویا اس کے نزدیک یہ دونوں امام نہ علمائے دین سے تھے، نہ عقل سلیم والوں میں تھے اور انھوں نے مسلمانوں کو عجیب حیرت میں ڈال دیا اور خدا کی پناہ دین کی جبل متین کو کھول کر تار تار کردیا، وہ اگر ایسے تھے (اللہ انھیں اس سے محفوظ رکھے) تو ان سے کیوں استناد کیا، انھیں دین کا امام بنا کر کیوں ان کا کلام سند میں پیش کیا اور نہیں ہے بدی سے پھیرنا اور نہ نیکی کی طاقت مگر عظمت والے خدا کی توفیق سے۔ ۱۲ منہ

[1] ...... جان لو کہ وہ چیز جو بہ سبب غیر کے ہوگی، تو ضرور غیر کی دین سے ہوگی کیونکہ غیر کی سببیت کو صرف مخلوق ہی کے علوم میں دخل ہے اور وہ سب کے سب بعطاء الٰہی ہیں۔ مثلاً استاذ شاگرد کے علم کا سبب ہے اور معطی وہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے تو متصور نہیں کہ جو بسبب غیر ہو، وہ بعطاء غیر نہ ہو، تا آنکہ دونوں قسموں کے درمیان واسطہ نکلے، تو اسی پر جمے رہو۔ ۱۲ منہ غفرلہ جدیدہ۔

شرک وہ ہے جو کسی دوسرے کو اللہ تعالیٰ کے برابر جانے، مگر اس نے تو غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ سے بھی برتر بنالیا۔ یا وہ اس جہالت میں ہے کہ اس نے اپنے علم وخیر کا فیض خدا کو عطا کر دیا۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

دوسری تقسیم کے اعتبار سے علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک مطلق العلم۔ یہ مطلق علم وہی ہے جو علم اصول کی اصطلاح ہے۔ ایسا علم ثابت کرنے کے لیے کسی ایک فرد کا ہونا ضروری ہے، مگر نفی کرنے سے تمام افراد کی نفی ہو جاتی ہے۔ یہ مطلق یا تو فرد غیر معین ہے یا نفس ماہیت جو کسی فرد میں ہو کر پائی جاتی ہے۔ اس بحث اور تحقیق کو "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" میں قضیہ موجبہ کی بحث میں خاتم المحققین حضرت والد ماجد قدس سرہٗ نے نہایت خوبی سے بیان فرمایا ہے۔

دوسری قسم علم مطلق ہے جس سے میری مراد وہ ہے جو عموم واستغراق حقیقی کا مفاد ہے، ایسی قسم کا ثبوت اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک تمام افراد موجود نہ ہوں۔ یہ کسی ایک شخص کی نفی سے منتفی ہو جاتا ہے، قضیہ یہاں موجبہ کلیہ ہوگا اور سالبہ جزئیہ۔ ایسے علم کا تعلق دو وجہوں پر ہوتا ہے۔ ایک اجمالی اور دوسرا تفصیلی، جس میں ہر معلوم جدا اور ہر تفصیل اور مفہوم دوسرے سے ممتاز ہوتی ہے۔ یعنی عالم کو جتنی معلومات ہوں۔ جزئی ہوں یا کلی۔ کل ہوں یا بعض۔

اس دوسری قسم کی بھی چار قسمیں ہیں۔ ایک تو صرف اللہ تعالیٰ سے ہی خاص ہے۔ اس کا نام علم مطلق تفصیلی ہے جس پر آیت کریمہ دلالت کرتی ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۝ (الاحزاب:۴۰)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ ہر شئے کا جاننے والا ہے۔"

ہمارا رب کریم اپنی ذات کریم اور دائمی غیر متناہی صفتوں کے ساتھ ان تمام حادثوں کو جو موجود ہیں یا ابدالآباد تک موجود ہوتے رہیں گے۔ پھر وہ تمام ممکنات جو کبھی

موجود نہ تھیں اور کبھی نہ ہوں گی۔ بلکہ تمام محالات کو جاننے والا ہے، تمام مفہومات میں سے کوئی ایسی چیز نہیں جو علم الٰہی کے دائرہ میں نہ ہو۔ وہ ان تمام کو پوری تفصیل کے ساتھ جانتا ہے، ازل سے ابد تک تمام کی تمام چیزیں اس کے علم میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات غیر متناہی ہے، اس کی صفتیں بھی غیر متناہی ہیں، اس کی ہر صفت غیر متناہی ہے، اور عدد کے سلسلے[1] غیر متناہی ہیں۔ ایسے ہی ابد کے دن اور[2] اس کے تمام لحات اور گھڑیاں اس کے علم میں ہیں، جنت کی نعمتوں میں سے ہر نعمت، دوزخ کے

[1] ...... لطیفہ ایام ابد اور اُس کے مابعد کے مذکور کے متعلق جب ہم سے دریافت کیا کہ آیا مولیٰ عزوجل اُن کا شمار جانتا ہے تو اگر نا کہا جائے تو کیسی سخت بدمزہ نفی ہے؟ اور اگر ہاں کہا جائے تو ان اشیاء کی متناہی لازم آئے کہ عدد معین عارض نہ ہوگا۔ مگر متناہی کو کہ وہ دو عددوں میں محدود ہے۔ نیز اس لئے کہ وہ اپنے پہلے سے صرف ایک عدد ہی زائد ہوگا اور یوں ہی وہ اپنے اگلے سے ایک تک اور زائد متناہی پر بقدر متناہی، متناہی تو یوں کہا جائے گا جیسا کہ فتاوائے سراجیہ میں ہے کہ مولیٰ سبحٰنہٗ وتعالیٰ کو علم ہے کہ اس کے لئے کوئی عدد نہیں، میں کہتا ہوں یہ رعایت ادب ہے جیسا کہ میں اس جانب اشارہ کر چکا۔ ورنہ جس کے لیے عدد نہیں، اس کے لئے عدد جاننا جہل ہے اور جہل کی نفی ضروری ہے تو پہلی شق اگر اختیار کی جائے تو نہ ہوگا مگر مثل ارشاد الٰہی جل وعلا، کہتے ہیں یہ ہیں ہمارے حمایتی اللہ کے پاس، تم فرمادو! کیا خبر دیتے ہو اللہ کو اس کی کہ وہ نہیں جانتے آسمانوں میں اور نہ زمین میں، وہ پاک و برتر ہے شرک سے کہ وہ کرتے ہیں" اھ منہ غفرلہ جدیدہ

[2] ...... بلکہ میں کہتا ہوں یہی معلومات الٰہیہ سے غیر متناہی در غیر متناہی ہے چہ جائیکہ اس کے دوسرے معلومات اور میں نے لفظ سلاسل بہ صیغہ جمع کہنے سے اُسی طرف اشارہ کیا اور یہ یوں کہ ۱۔۲۔۳ تا آخر غیر متناہی اور طاق ۱۔۳۔۵ تا آخر لیں تو بے نہایت اور جفت ۲۔۴۔۶ تا آخر لیں تو بے انتہا اور ایک سے چھوڑ کر لیئے جائیں۔ ۱۔۴۔۷۔۱۰۔ تا آخر تو بے نہایت یونہی دو سے ۲۔۵۔۸۔۱۱ تا آخر تو بے نہایت۔ یا ایک سے تین تین چھوڑ کر ۵۔۹۔۱۳۔ تا آخر تو بے نہایت یا دو سے تین تین کے فصل سے ۲۔۶۔۱۰۔۱۴۔ تو بے نہایت اور اسی طرح بفصل اعداد غیر متناہیہ اور یوں ہی ہر عدد سے اُسی جیسا ملا کر لیں ۱۔۲۔۴۔۸۔ الخ تو نا متناہی یا اس جیسے دو عدد ملا کر ۱۔۳۔۹۔۲۷ الخ تو نا متناہی اور ایسے ہی اس جیسے تین ملا کر یا چار تا بے نہایت۔ اور اگر انتشار کر دیں اور کسی نظم خاص کی رعایت نہ کریں تو غیر متناہی در غیر متناہی اور رعایت ترتیب نہ رکھیں تو بھی نا متناہی در نا متناہی اور اگر اموال لیں ۱۔۴۔۹۔۱۶۔ الخ تو نا متناہی اور مکعبات ۱۔۸۔۲۷۔۶۴ الی آخرہ لیں تو نا متناہی اور (بقیہ اگلے صفحہ پر)

عذابوں میں سے ہر عذاب، جنتیوں اور دوزخیوں کی سانسیں یا پلکوں کا جھپکنا، ان کی ادنیٰ سی جنبش[1] اور ان کے سوا اور چیزیں اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اور غیر متناہی ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہر ہر ذرہ[2] میں غیر متناہی علم ہیں۔ اس لیے کہ ہر ذرہ کو ہر ذرہ سے جو ہو گزرا یا

(بقیہ پچھلے صفحہ سے حاشیہ نمبر۲) اموال المال یا اموال الکعب یا کعب الکعب چڑھنے والی قوتوں میں سے تا بے نہایت لیں، تو سب ہی نا متناہی اور ہر مذکورہ قوت متصاعدہ کے مقابل اترنے والی قوتوں کے سلسلے لیں۔ جیسے جذر او جزء الکعب و جز مال المال جس کی کوئی نہایت نہیں اور کسرین جیسے آدھا، تہائی، چوتھائی تا بے نہایت تو سب کے سب غیر متناہی اور سارے یہ سلسلے نا متناہی در نا متناہی۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی معلومات میں داخل اور از ازل تا ابد پوری تفصیل کے ساتھ شامل اور یہ صرف ایک ہی نوع ہے، اس کے غیر متناہی انواع معلومات میں تو پاک ہے وہ جسے ادراک نہیں کر سکتے۔ عقول وافہام وہ بلند و برتر ہے اس سے کہ اس کے سراپردۂ عزت وجلالت تک رسائی پائیں۔ تخیلات واوہام۔ تو اسی کے لئے ہیں ساری خوبیاں اور اس کے نبی پر درود وسلام بشمار جمیع معلومات الٰہی پروردگار ذی الجلال والاکرام۔ ۱۲ منہ غفرلہ یکیہ

[1] ...... دیکھو ان اشیاء کو نا متناہی میں میں نے شمار کیا اور میری تصریحات کو علم مخلوق امور غیر متناہیہ بالفعل کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ تم پر کھل جائے گا جھوٹ اس مفتری کا جس نے مجھ پر یہ کہنے کا افتراء کیا کہ احاطہ علم نبی ﷺ سے سوا ذات وصفات کے کچھ مستثنیٰ نہیں، تو شاید اعداد وایام گھڑیاں آیتیں نعیم جنت وعذاب دوزخ اور سانسیں پل جنبشیں سب اس کے نزدیک ذات وصفات الٰہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہم طالب عافیت ہیں۔ ۱۲ منہ غفرلہ جدیدہ

[2] ...... للہ الحمد! یہ میں نے خود اپنی طرف سے اپنی قوت ایمانی سے لکھ دیا تھا، پھر میں نے تفسیر کبیر میں اس کی تصریح دیکھی کہ زیر آیت کریمہ " وکذلک نری ابراھیم " فرماتے ہیں، میں نے والد مرحوم حضرت امام عمر ضیاء الدین کو فرماتے سنا کہ میں نے سنا حضرت ابوالقاسم انصاری فرماتے تھے کہ میں نے امام الحرمین کو فرماتے سنا کہ معلومات الہیہ سب غیر متناہی ہیں اور ان معلومات میں سے بھی ہر ہر فرد کے متعلق غیر متناہی معلومات ہیں، اس واسطے کہ جو ہر فرد کا بدل بدل کر بے نہایت چیزوں میں پایا جانا ممکن اور اس کا بدل بدل غیر متناہی صفتوں سے متصف ہونا بھی ممکن الخ فرمایا اور حاصل ہونا معلومات غیر متناہیہ کا بدفعہ واحدہ عقول خلق میں محال ہے، تو اب ان معلومات کے حاصل کرنے کی کوئی سبیل نہیں الا یہ کہ بعض بعد بعض کے حاصل ہوں، نہ نہایت تک اور نہ دوسرے تک مستقبل میں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اسی سبب سے (اور اللہ خوب جاننے والا ہے) نہ فرمایا" وکذلک اریناہ ملکوت السموات والارض " بلکہ فرمایا "وکذالک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض " اور یہی مراد ہے قول محققین سے کہ "السفر الی اللہ لہ نہایۃ" (یعنی اللہ کی جانب سفر کی نہایت ہے)۔ اما السفر فی اللہ فانہ لانہایۃ لہ (لیکن سفر فی اللہ اس کی کوئی نہایت نہیں) واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۲ منہ مدینہ

آئندہ ہوگا، یا ممکن ہے کہ کوئی نہ کوئی نسبت قرب، بعد اور جہت میں ہوگی جو زمانوں میں بدلے گی اور زمان و مکان کے بدلنے میں جو اثرات واقع ہوں گے یا ہوتے ہیں، روز اوّل سے زمانہ غیر محدود تک اللہ تعالیٰ کو بالتفصیل معلوم ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی در غیر متناہی در غیر متناہی ہے۔ اہل حساب کی اصطلاح میں غیر متناہی کی یہ تیسری قوت ہے، جسے مکعب یا کعب کہا جاتا ہے۔

عدد جب اپنے نفس میں ضرب دیا جائے تو مجذور بن جاتا ہے۔ مجذور کی جب اس عدد سے ضرب دی جائے تو مکعب بن جاتا ہے۔ یہ تمام باتیں صرف حساب دانوں کے ذہنوں میں ہی نہیں، بلکہ دین سے واقف علماء کرام پر روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ یہ بات بلاشبہ تسلیم شدہ ہے کہ کسی مخلوق کا علم آن واحد میں غیر متناہی بالفعل کو پوری تفصیلات کے ساتھ ہر دوسرے فرد پر بروجہ کامل محیط نہیں ہوسکتا۔ اس لیے ممتاز جب ہوگا کہ ہر فرد کی جانب خصوصیت کے ساتھ لحاظ کیا جائے، اور غیر متناہی لحاظ ایک آن میں حاصل نہیں ہوسکتے۔

چنانچہ مخلوق کا علم خواہ کتنا ہی وسیع اور کثیر ہو۔ یہاں تک کہ عرش سے فرش تک اوّل سے آخر تک[1] اور اس کے کروڑوں مثلوں کو بھی محیط ہو، تب بھی محدود ہوگا۔

[1] ..... قولہ قط الامتناہیا بالفعل الخ دیکھو! یہ روشن تصریحیں اور وہ بھی بار بار اسی مبحث میں آئیں کہ مخلوق کا علم غیر متناہی بالفعل کا احاطہ نہیں کرسکتا، اور اب اندازہ مفتریوں کے اس افترا کے مرتبہ کا کرو جنھوں نے مجھ پر اس کہنے کا بہتان باندھا کہ مخلوق کا علم جمیع معلومات غیر متناہیہ کو محیط ہے، تو جس نے صریح رد بلیغ کیا ہو غیر متناہی بالفعل میں سے مخلوق کے لیے ایک علم کے بھی حاصل ہونے کا، وہ کیونکر جمیع کے احاطہ کا قول کرے گا۔ اے کاش! کہ انھوں نے سب سے یہ کہا ہوتا کہ میرے رسالہ میں نہیں یا ہاں کسی طرح کا اس مسئلہ سے مطلق تعرض نہ ہوتا، تو اس وقت اس کی نسبت اگر ہوتی تو محض افترا ہی ہوتی۔ لیکن اب کہ میں اس کی نفی متعدد مواقع میں صراحتاً کر چکا، تو اس کا منسوب کرنا مرکب ہے افترا و عناد و ہٹ دھری اور سخت خصومت سے لیکن اس کا کوئی اچنبا نہیں کہ مفسد وہابیہ کے ہاتھوں ہوا، کیونکہ وہ تو ایسی بہت سی اشاعتوں کے خوگر ہیں اور یہی ان کے پاس بہترین پونجی ہے، تو کھل گیا کہ رسالہ نے جو کچھ احاطہ علم خلق غیر متناہی بالفعل کے متعلق کلام کیا، یہ دور کی پکار ہے اور اس وہم کا رد ہے جس کا اُس نے تخیل کیا، بلکہ جس کی تصویر کشی خود اسی نے کی تھی۔ میں خدا تعالیٰ سے طالب عفو و عافیت ہوں ۱۲ منہ جدیدہ

کیونکہ عرش وفرش دو سمتیں ہیں، دو کنارے ہیں [۱]۔
روز اوّل سے روز آخر تک بھی دو حدیں ہیں اور جو چیز دو گھیرے والوں میں گھری ہو، وہ متناہی ہوگی، ہاں! علم مخلوق میں بایں معنی غیر متناہی ہونا ٹھیک ہوسکتا ہے کہ آئندہ کسی حد پر اس کی روک نہ کردی جائے (ہمیشہ بڑھتا رہے) اور بایں معنی لامتناہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم میں محال ہے۔ اس واسطے کہ اس کی صفتیں اور اس کا علم تو نو پیدا ہونے سے برتر ہے۔ ثابت ہوا کہ لامتناہی بالفعل ہونا اللہ تعالیٰ ہی کے علموں سے خاص ہے اور وہ عدم متناہی کہ بڑھنا کسی حد پر نہ رُکے، اس کے بندوں کے علم سے خاص ہے۔ اور پہلا اس کے لئے حاصل نہ ہوگا۔

اَقُوْلُ

مندرجہ بالا فلسفیانہ خیالات اور منطقیانہ استدلال سے قطع نظر اللہ تعالیٰ کے علم لامتناہیہ پر قرآن پاک کا یہ ارشاد کافی ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا۔ (النساء:۱۲۶)

ترجمہ: ''اور ہر چیز پر اللہ کا قابو ہے۔''

ذات الٰہی محدود نہیں، اس کی مخلوق سے کسی کے لیے ممکن نہیں کہ وہ محدود نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ جیسا وہ ہے تمام وکمال ویسا ہی ہے۔ اسے مکمل پہچانا نہیں جاسکتا۔ ہاں! اگر یہ کہہ لیا جائے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگئی ہے۔ تو درست ہے مگر یہ کہنا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی اتنی معرفت حاصل ہوگئی ہے کہ اب مزید کچھ باقی نہیں رہا، تو یہ نادرست ہے۔ حالانکہ اس طرح اللہ کی ذات محدود ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ انسان کی معرفت اور عقل کے احاطہ میں آجاتا ہے، حالانکہ وہ اس سے برتر ہے، اسے کوئی چیز احاطہ نہیں کرسکتی۔ وہ تو سب

---

[۱]..... فرمایا علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نے زیر آیت " اعلم غیب السموات والارض واعلم ماتبدون وما کنتم تکتمون " کہ فرمایا: علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ معلومات الٰہی بے نہایت ہیں اور سموات والارض کے غیوب اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں اور جو وہ چھپاتے ہیں، اس میں سے ایک قطرہ ہے۔ ۱۲ منہ

کو محیط ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انبیاء، اولیاء، صالحین اور مومنین اپنے اپنے مراتب و درجات کے مطابق اللہ کی معرفت حاصل کرتے ہیں۔ وہ اسی فرق کے اعتبار سے اپنے مراتب حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح انہیں ابدالآباد تک اللہ تعالیٰ کی معرفت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، مگر بایں ہمہ وہ اللہ تعالیٰ کے علوم کی تمام وکمال معرفت پر قادر نہیں ہوسکیں گے[☆]۔ ہاں انہیں قدر متناہی حاصل ہوتی رہے گی۔

اس سے ثابت ہوا کہ جمیع معلومات الٰہیہ پر کسی مخلوق کا محیط ہونا عقلاً اور شرعاً دونوں طرح سے محال ہے۔ اگر تمام اوّلین و آخرین کے علوم جمع کر لیے جائیں تو ان کے مجموعہ کو علوم الٰہیہ سے اصلاً کوئی نسبت نہیں ہے۔ جو ایک بوند کے دس لاکھ حصوں میں سے

☆......قولہ ولایعدون من علمہ الخ عجب اس سے جس نے یہ سنا، پھر استناد کیا تنقیص علم نبی ﷺ کے لئے حدیث شفاعت سے، "تو میں سر اٹھاؤں گا اور اپنے رب کی حمد وثناء ایسی ثناء وتحمید سے کروں گا جسے میرا رب مجھے سکھائے گا" تو کہا یہ ناطق ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں وہ سکھائے گا جس کا انہیں اس سے پہلے علم نہ تھا اور یہ احاطہ مذکورہ کو باطل کر دیتا ہے۔ اور یقیناً پہلے سن چکا تھا ہمارا یہ قول کہ ذات الٰہی غیر متناہی ہے اور اس کی صفات نا متناہی ہیں اور ہر صفت اس کی نا متناہی ہے اور بلا شبہ غیر متناہی بالفعل سے متعلق نہیں ہوتا علم مخلوق تو ان کا (ﷺ) آخرت میں دوسری صفات الٰہی کا جاننا جنھیں پہلے سے نہ جانتے تھے احاطہ مذکور میں کیا قدح کرتا ہے اس اعتراض پڑنے کو سمجھا تو اس کا جواب یوں دیا کہ اگر تمہاری مراد یہ ہے کہ وہ (ﷺ) اس وقت ایسے کلام سے تکلم فرمائیں گے جو کنہ ذات الٰہی اور اس کی حقیقت صفات پر دلالت کرے گا تو یہ صحیح نہیں اور اس میں بے فائدہ طوالت کی کہ یہ تو مسئلہ مسلمہ ہے اس کی تصریح ہم کر چکے۔ کہا" اور اگر تمہاری مراد اس کے ماسوا ہے تو بطلان احاطہ مذکور ثابت ہو گیا۔" تو دیکھو اس شخص کو جس کا زعم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی جمیع صفات کے ساتھ "ماکان" یعنی جو پہلے دن سے ہولیا اور مایکون جو پچھلے دن تک ہوگا" میں داخل و محدود ولوح محفوظ میں مکتوب ہے اور اس سے باہر صرف کنہ ذات و حقیقت صفات ہے تو جب نبی ﷺ نے اس کی ذات وصفات سے کوئی نیا علم آخرت میں پایا کہ جسے وہ دنیا میں نہ جانتے تھے تو دو امر سے خالی نہیں یا وہ کنہ ذات وصفات الٰہی جانتے تھے کیونکہ وہی لوح محفوظ سے خارج ہے یا ان کا علم محیط نہ تھا دنیا میں اس شے کو جو لوح محفوظ میں محصور ہے اور یہ نہ جانا کہ لوح میں محصور متناہی ہی ہے اور علوم متعلقہ بذات وصفات نا متناہی ہیں اور اس میں انبیاء کے علوم تا ابد زیادہ ہوتے رہیں گے اور انہیں کبھی کسی وقت حاصل نہ ہوگا۔ مگر متناہی اور نا متناہی کبھی متناہی نہ ہوگا تو دونوں محذوروں میں کچھ لازم نہیں آتا لیکن نافہمی ہوتی ہے آنکھ کا حجاب و پردہ میں اللہ سے خواستگار ہوں دارین میں سلامتی کا الٰہی ایسا ہی کر۔ ۱۲ منہ غفرلہ جدیدہ

ایک حصہ کو دس لاکھ سمندروں سے، اس واسطے کہ بوند کا یہ حصہ بھی محدود ہے۔ علوم مخلوقات کا دریائے دخار بھی متناہی ہے۔ متناہی کو متناہی سے ضرور کوئی نسبت ہوتی ہے کیونکہ ہم بوند کے مقابلہ میں دس لاکھ سمندروں کی مثال پیش کرتے ہیں۔ مگر یہ سمندر ایک وقت پر فنا ہو جائیں گے، کیونکہ یہ دس لاکھ سمندر بھی متناہی ہیں۔ اس کی جتنی بھی مثالیں پیش کرتے جائیں، متناہی ہی ہوں گی۔ غیر متناہی تک ان کی رسائی نہیں ہو سکے گی۔ غیر متناہی ہمیشہ باقی رہے گا اور ہمارا ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اوصاف نامتناہیہ کے سامنے فانی علوم کی کوئی حیثیت و نسبت نہیں ہے[1]۔

---

[1] "قولہ ھذا ھوا یماننا باللہ" جس نے اس بحث کے گزشتہ سارے مضامین میں فکر و تامل سے کام لیا، خصوصاً ان پچھلے کلمات میں کہ "علم خالق و علم مخلوق میں قطعاً کوئی نسبت نہیں" وہ یقین کرے گا کہ بلاشبہ خدا کی قسم! دروغ بافی و افتراء پردازی کی جس نے منسوب کیا ایسے کی طرف جو اس سے بری ہے، جھوٹے دعوی مساوات علم خالق و علم مخلوق کو اور یہ کہ فرق محض قدم و حدوث کا ہے۔ ہاں! باوجود اس کے ہم تکفیر اس کی پسند نہیں کرتے جو اس کا قائل ہو جیسا کہ موضوعات میں ہے، کیونکہ بعض عارفین سے ادھر جاتا ہوا ارشاد منقول ہے اور وہ سیدی ابوالحسن بکری قدس سرہٗ اور ان کے اتباع ہیں۔ فرمایا علامہ شیخ عشاوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صلاۃ سید احمد بدوی کبیر رضی اللہ عنہ میں جس کی عبارت یہ ہے، کلام علامہ عمر حلبی میں ہے۔ اس ارشاد حضرت سیدی ابوالحسن بکر پر کہ "حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جمیع علم الٰہی کے عالم ہیں" کلام سیدی ابوالحسن محمد بکری مذکور کے ایک قول سے سوال ہوا اور وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سارے علم الٰہی کا علم تھا۔ کلام علامہ عمر حلبی کا محصل یہ ہے کہ یہ ارشاد شیخ محمد بکری حق و صحیح ہے کہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ عطا فرما دے۔ انھیں اپنا کل علم اور انھیں اس پر مطلع فرما دے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام ربوبیت تک پہنچ جائیں، اس لئے کہ علم مذکور اللہ تعالیٰ کے لئے بالذات ثابت ہے اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تعلیم الٰہی سے اھ۔ پھر علامہ عشاوی نے فرمایا: مجھ سے ذکر کیا میرے بعض احباب نے کہ جب ہم کہیں گے کہ وہ ہر شے کو جانتے ہیں تو لازم آئے گی مساوات علم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علم الٰہی سے، تو میں نے اس کا جواب دیا کہ اس سے یہ کچھ نہیں لازم آتا کیونکہ یہ علم اللہ تعالیٰ کے لئے اصالتاً ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تبعاً۔ فرمایا: تو اسے یہ جواب خوش آیا اور اسے دل سے چاہا اھ۔

اور اس قول ابوالحسن بکری قدس سرہٗ کی طرف شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں ارشاد فرمایا: تو نہ تکفیر کی، نہ تضلیل، نہ اور کچھ کہا، بلکہ انھیں بعض عرفاء سے تعبیر کیا، صرف اتنا ہی فرمایا کہ یہ کلام بظاہر بکثرت دلائل کے خلاف ہے۔ تو اللہ زیادہ جاننے والا ہے کہ اس سے قائل کی کیا مراد ہے اھ، بالمعنی اور ابھی آتی ہے نظر ثانی میں تصریح صریح کہ یہ دعویٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم محیط ہیں، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت خضر وموسیٰ کے علوم

حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہی ہوئی بات کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا کہ چڑیا نے سمندر سے چونچ بھر کے پانی پی لیا۔علوم نامتناہیہ کی یہ قسم اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔

(بقیہ پچھلے صفحہ سے حاشیہ نمبر۱) جمیع معلومات الٰہیہ کو، یہ خطا ہے باطل ہے، لیکن عیب اور سخت عیب یہ کہ وہ شخص جو یہ سب کچھ دیکھتا ہے اور پھر افترا کرتا ہے ایسے صریح جھوٹ پر جرأت کرتا۔اور نہیں نیکی کی قوت اور بدی سے بچنے کی طاقت مگر اللہ تعالیٰ عظمت والے برتر کی توفیق سے۔اور کام سبک وآسان کردیتا ہے یہ کہ یقیناً اس افترا کا منشا وہی وہابی ہیں، اللہ انھیں رسوا کرے اور وہ تو اللہ ورسول پر افترا کرتے ہیں تو اور کون بچ رہا اور کس کے بارے میں سستی کریں گے؟ ہم اللہ سے طالب عفو وعافیت ہیں اگر تم کہو کیا موضوعات میں نہیں کہا کہ جو علم الٰہی وعلم رسالت پناہی میں برابری کا اعتقاد کرے بالاتفاق کافر ہے، جیسا کہ مخفی نہیں اھ، میں کہوں گا اگر ہر طرح کی برابری مراد ہے تو ہاں کہ غیر خدا کا قدیم ہونا اور اس سے اس کا بے پرواہ ہونا لازم آئے گا جیسا کہ ان فرقوں سے جو ہم بیان کر آئے تمہیں معلوم ہو چکا اور ان عرفاء کے کلام سے اسے لگاؤ نہیں، کیونکہ ان کے کلمات تم سن چکے تو یہ کوئی مسلمان نہ کہے گا اور نہ جو کہے مسلمان ہوگا اور اگر محض برابری مقدار میں مراد ہے جیسا کہ وہ ظاہر کلام ہے کیونکہ اس کی بنا انھوں نے ابن قیم کے زعم پر رکھی، اس لئے کہ وہ لوگ جن کا اس نے اپنے غلو سے غلاۃ نام رکھا ہے، ان کے نزدیک یہ ہے کہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منطبق ہے علم الٰہی پر برابر برابر تو اللہ تعالیٰ جو کچھ جانتا ہے اس کو اس کا رسول جانتا ہے اھ اور تو کوئی وجہ تکفیر کی نہیں کہ کوئی نص اصلاً وارد نہ ہوئی، کجا قطعی ضروری کہ بعض علوم سے خداوندی تعلیم روک دی گئی ہو نہیں اللہ ہر شے پر بڑی قدرت والا ہے اور کسی علم کا اللہ ہی کے لئے منحصر ہونا اس کی عطا وامداد سے بندوں کے لئے ہونے کے منافی نہیں جیسا کہ عنقریب آئے گا اور جو یوں تکفیر آئے تو پناہ بخدا، لازم ہو تکفیر ان علماء و اولیاء کی جو اس کے قائل ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیا گیا علم ساعت (قیامت) اور ان کو اس کے چھپانے کا حکم ہو جیسا کہ ابھی تم پر روشن ہوگا اور یہ موضوعات سے نقل کنندہ اپنے رسالہ کے آخر میں خود معترف ہے کہ متاخرین اور صوفیہ میں سے بعض غیوب خمسہ کی عطا کی طرف گئے، پھر نہ ان کی تکفیر کی نہ ان کی گمراہی کی تصریح کی، رہا غیر متناہی کو محیط نہ ہونا تو مسئلہ عقلیہ ہے، اس پر شریعت سے کوئی دلیل نہیں، نہ ہر مسئلہ عقلیہ کا انکار کفر، تاوقتیکہ اس میں انکار کسی امر دینی کا نہ ہو بلکہ میں نے بلاشبہ کلام امام الحقائق سیدی محی الدین رضی اللہ عنہ میں دیکھا، اس کے حاصل ہونے کا امکان مگر اس پر جزم نہ فرمایا لیکن علم بکنہہ تعالیٰ اس کے جواز میں علماء کو ضرور اختلاف ہے اور شرح مواقف میں اس کے انکار کو ہمارے بعض اصحاب مثل علامہ غزالی وامام الحرمین کی طرف منسوب کیا۔(بقیہ اگلے صفحہ پر)

اب ہم علم کی ان تین قسموں پر گفتگو کریں گے۔ جن میں سے ایک پر اوپر بحث ہو چکی ہے۔ علم مطلق اجمالی اور مطلق علم تفصیلی۔ یہ علوم اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص نہیں ہیں۔ "بشرط لاشئے" تو بندوں سے ہی حاصل ہیں۔ علم مطلق اجمالی بندوں کو حاصل ہوتا ہے۔ یہ عقلاً ثابت ہے اور ضروریات دین کا حصہ ہے۔ جس طرح ہم ایمان لائے کہ اللہ تعالیٰ ہر شئے کو جانتا ہے۔ "ہر شئے" کہہ کر ہم نے جمیع معلومات الٰہیہ کا لحاظ کرلیا اور ان سب کو اجمالی طور پر جان لیا، جو اسے اپنے لیے نہ جانے وہ اپنے نفس پر اس آیت "اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ" "بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے" کے ذریعے اپنے ایمان کی نفی کرتا ہے اور اپنے کفر کا اقرار کرتا ہے۔ (العیاذ باللہ) جب علم مطلق بندوں کے لیے ثابت ہو گیا۔ تو مطلق علم اجمالی اپنے آپ ثابت ہو جاتا ہے۔

اسی طرح مطلق علم تفصیلی بھی بندوں کے لیے مختص ہے۔ ہم قیامت، جنت، دوزخ، اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کی صفات کو ایمان کا حصہ بناتے ہیں۔ یہ ایمان کے اصول ہیں۔ حالانکہ یہ ساری چیزیں غیب ہیں اور ہر ایک، ایک دوسرے سے ممتاز پہچاننا، تو ثابت ہوا کہ اس طرح غیبوں کا مطلق علم تفصیلی ہر مسلمان کو حاصل ہے۔[1]

(بقیہ پچھلے صفحہ سے) اور کہا کہ بعض ان میں سے وہ ہیں جنھوں نے توقف کیا مثل قاضی ابوبکر، بلکہ بہت ہمارے اصحاب اس کے وقوع کے قائل ہوئے جیسا کہ مواقف اور اس کی شرح میں ہے، تو اس کے ہوتے ہوئے کس طرح تکفیر صحیح ہوگی اگرچہ ہمارے نزدیک اس کا امتناع حق ہے، حتی کہ جنت میں بعد دیدار الٰہی (اللہ ہمیں روزی عطا کرے) اور اگرچہ علامہ حلبی کو اس میں تردد ہے اور موضوعات کے قول کما لا یخفی سے ظاہر کہ صرف اسے کہیں منقول نہ دیکھا، صرف اپنی ہی جانب سے ایک بحث اس گمان سے کہ مسئلہ صلاحیت نزاع نہیں رکھتا، تحریر کردی اور اجماع ثابت نہیں ہوتا ایسے ظن سے جس کے لئے کوئی حجت نہ ہو، تو کیونکر صحیح ہوگی، تکفیر ایک گروہ اولیاء کی ایسے قول سے جو نہ معقول ہے نہ منقول، تو حق پر مستقیم رہو اور اللہ ہی سے توفیق ہے۔ منہ غفرلہ

[1] تفسیر کبیر میں ہے کہ یہ کہنا منع نہیں کہ غیب سے ہم وہ جانتے ہیں جس پر ہمارے لئے دلیل ہے (اھ) اور نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض میں ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایمان بالغیب کی تکلیف نہیں دی مگر یوں کہ قطعاً ہمارے لئے اپنے غیب کا دروازہ کھول دیا۔ (اھ) اور علامہ ابن جریر نے آیہ کریمہ۔ ماھو علی الغیب بضنین کی تفسیر میں ابن زید سے روایت کیا غیب قرآن ہے۔ اور زر سے روایت کیا کہ ضنین بخیل ہے اور غیب قرآن اور امام مجاہد سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ وہ تم سے بخل نہیں کرتے اس میں جو انھیں علم ہے اور قتادہ سے مروی ہے کہ بلاشبہ یہ قرآن غیب ہے، اسے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا اور انھوں نے اسے بخشا تعلیم کیا اھ منہ غفرلہ جدیدہ

پھر انبیاء کرام علیہم السلام کا تو مقام ہی بلند ہے۔

غیب پر ایمان لانا

اللہ تعالیٰ نے ہمیں غیب پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔ ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے۔ جو غیب کو جانتا ہی نہیں وہ اس کی تصدیق کیسے کرے گا؟ اور جو تصدیق نہیں کرے گا۔ وہ اس پر ایمان کیسے لائے گا؟ تو ثابت ہوا کہ جو علم اللہ تعالیٰ سے حاصل ہے۔ وہ ذاتی ہے، لیکن علم مطلق تفصیلی جو جمیع علوم الٰہیہ کو استغراق حقیقی کے ساتھ محیط ہو۔ جن علوم میں اللہ تعالیٰ نے غیر خدا کو ان علوم غیر متناہیہ سے منع فرمایا ہے، وہ علم ذاتی ہے۔

مگر جن آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے علم عطا فرمایا ہے اور اس کا ذکر کیا ہے وہ علم عطائی ہے۔ خواہ وہ علم مطلق اجمالی ہو یا مطلق علم تفصیلی ہو۔ انہی علوم میں اپنے بندوں کی مدح فرماتا ہے اور اسی عطائی علم کی وجہ سے وہ اپنے بندوں کو ممتاز فرماتا ہے۔

۱۔ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۝ (الحجر:۵۳)

ترجمہ: ”بیشک ہم آپ کو ایک علم والے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔“

۲۔ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ ۝ (یوسف:۶۸)

ترجمہ: ”بے شک حضرت یعقوب ہمارے علم دینے سے ضرور علم والے ہیں۔“

۳۔ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝ (الکھف:۶۵)

ترجمہ: ”ہم نے خضر علیہ السلام کو علم لدنی عطا فرمایا۔“

۴۔ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۝ (النساء:۱۱۳)

ترجمہ: ”اے نبی! اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ علم دیا جسے آپ نہ جانتے تھے۔“

ان آیات کے علاوہ اور بھی بے شمار آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو علم

عطا کرنے کی تفصیل بیان فرماتا ہے مگر ہر آیت میں علم عطائی ہی مراد ہے۔ جن آیات میں بندوں کو علم غیب دینا فرمایا گیا ہے، وہ عطائی علم غیب ہے۔ یہ آیات قرآنیہ کے ایسے سچے معانی ہیں کہ کسی کو انکار کی گنجائش نہیں اور نہ ان کے علاوہ کوئی دوسرے معانی بیان کیے جاسکتے ہیں۔

یہ عقیدہ ضروریات ایمان میں سے ہے، جو اس کا انکار کرتا ہے، وہ کفر کا ارتکاب کرتا ہے اور دائرۂ اسلام سے خارج ہوکر رہ جاتا ہے۔ یہ وہ معانی ہیں جن میں علماء اسلام نے نفی اور اثبات میں تطبیق دی ہے۔ امام اجل حضرت ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں ایسا ہی بیان کیا ہے۔ امام ابن حجر مکی نے اپنے فتاویٰ حدیثیہ میں اور اہلسنت و جماعت کے دوسرے مستند علماء کرام نے اپنی اپنی کتابوں میں اسی نظریہ کو پیش کیا ہے۔

غیر خدا سے "علم غیب کی نفی" سے مراد ذاتی علم غیب ہے اور یہ حقیقت ہے کہ کسی مخلوق کا علم جمیع معلومات الٰہیہ پر محیط نہیں ہوسکتا۔ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے اور آفتاب عالم تاب کی طرح روشن ہے کہ جو شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ جسے آپ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں، سے انکار کرتا ہے۔ وہ خارج از ایمان ہے۔ ہمارے ملک میں وہابیہ تو اس حد تک گستاخ ہوگئے ہیں کہ وہ برملا کہتے پھرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے خاتمے کا حال بھی معلوم نہ تھا، نہ آپ کو اپنی امت کے خاتمے کا علم تھا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

۱۳۱۸ھ میں ان لوگوں نے مجھے دہلی میں ایک ایسا ہی سوالنامہ بھیجا تھا۔ میں نے اس کے جواب میں ایک کتاب بنام "اِنْبَاءُ الْمُصْطَفٰی بِحَالِ سِرٍّ وَّ اَخْفٰی" لکھی۔ اس کتاب سے وہابیہ پر قیامت کبریٰ ٹوٹ پڑی، یہ لوگ اس چیز کی نفی کر رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمائی ہے، حالانکہ ان کے یہ دعوے ان کے ایمان کی نفی کرتے تھے، اور ان کی زیاں کاری کا منہ بولتا ثبوت تھے، وہ اپنے ان کفریہ کلمات کی وجہ سے کافر اور مرتد

ہو گئے تھے[۱]۔

پھر وہابیہ نے سید الانبیاء ﷺ کے متعلق یہ بات کہہ کر کتنا بڑا کفر کیا کہ نبی کریم ﷺ کو نہ اپنے خاتمے کا حال معلوم تھا۔ نہ امت کے خاتمے کا۔ یہ ان کا دوسرا کفر ہے۔ یہ بھی بہت سی روشن آیات کا انکار ہے۔

۱۔ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى۔ (الضحیٰ:۴)

ترجمہ: ''بے شک آخرت آپ کے لئے دنیا سے بھی بہتر ہے۔''

۲۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔ (الضحیٰ:۵)

ترجمہ: ''بے شک عنقریب آپ کو آپ کا رب اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔''

۳۔ يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِىَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ۔ (التحریم:۸)

ترجمہ: ''اس دن اللہ رسوا نہ کرے گا نبی کو نہ ان ایمان والوں کو جو آپ کے ساتھ ہیں۔ ان کا نور ان کے آگے پیچھے دوڑ رہا ہوگا۔''

۴۔ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ (بنی اسرائیل:۷۹)

ترجمہ: ''عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود عطا فرمائے گا۔''

۵۔ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔ (الاحزاب:۳۳)

---

[۱] ...... یہ لفتوی ہے ہمارے رب عزوجل کا کہ اس نے فرمایا (عزت والا وہ فرمانے والا) قرآن عظیم میں حیلے نہ بناؤ، تم کافر ہو گئے ہو بعد ایمان کے۔ روایت کیا ابن ابی شیبہ و ابن جریر و ابن منذر و ابن ابی حاتم و ابو الشیخ نے مجاہد سے اس آیت کی تفسیر میں کہ کسی منافق نے کہا محمد (ﷺ) ہم سے باتیں بتاتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں وادی میں ہے اور وہ کیا جانیں غیب اھ کیونکر نہ ہو کہ یہ انکار نبوت ہے۔ علامہ قسطلانی نے مواہب شریف میں فرمایا کہ نبوت غیب پر اطلاع ہے، نیز فرمایا کہ نبوت مشتق ہے نبأ سے اور وہ بمعنی خبر ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں غیب پر اطلاع دی۔ اھ منہ

ترجمہ: ''اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو! تم سے ناپاکی دور رہے اور تمہیں خوب پاک رکھے۔''

۶۔ **اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ الخ۔** (الفتح:۱)

ترجمہ: ''بے شک ہم نے آپ کے لیے فتح مبین عطا کی۔ تاکہ اللہ آپ کے سبب آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ بخش دے گا اور اپنی نعمت آپ پر تمام کردے گا اور اپنی طرف سیدھی راہ دکھائے گا۔ اللہ تمہاری مدد کرنے والا عزت دینے والا ہے۔''[۱]

۷۔ **لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ؕ** (الفتح:۵)

ترجمہ: تاکہ اللہ تعالیٰ ایمان والے مومن مردوں اور عورتوں کو باغات میں داخل کرے جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، ان کے گناہ ان سے مٹا دیے جائیں گے اور یہ اللہ کے ہاں بہت بڑی مراد پانا ہے۔

۸۔ **تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝** (الفرقان:۱۰)

ترجمہ'': برکت والا ہے وہ کہ اگر چاہے تو تمہارے لئے اس سے بہتر کردے جنتیں جن کے نیچے نہریں رواں ہوں گی اور تمہارے لیے اونچے اونچے محلات بنائے گا۔''

۱...... لِيَغْفِرَ لَكَ: میں لام تعلیل کے لئے ہے اور ذنب کی اضافت ملابست سے ہے۔ معنی یہ ہوئے کہ معاف کردے گا اللہ تعالیٰ تمہارے سبب یا تمہاری وجاہت سے تمہارے گھر والوں کی خطائیں یعنی گناہ یا لغزشیں۔ تمہارے آباء و امہات میں حضرت سیدنا عبداللہ علیہ السلام اور سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے لے کر حضرت سیدنا آدم علیہ السلام و حوا علیہا السلام تک اور پچھلے ذنوب تمہاری نسل میں یعنی تمہارے بیٹے، بیٹیوں، پوتوں، نواسوں بلکہ ساری نسل معنوی جو قیام قیامت تک اہلسنت ہیں، سب کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ یہ تاویل ہمارے نزدیک بہتر اور شیریں تر ہے۔ تاویل آیت میں ہمارے نزدیک واللہ تعالیٰ اعلم اھ منہ غفرلہ۔

ان آیات کی تشریح وتفسیر پر جو بے شمار احادیث معنی واحد پر تواتر سے آئی ہیں۔ وہ ایک بحر بے کراں ہے، وہ عمیق دریا ہیں، جن کا گہراؤ نہ جانا جائے، اور انہیں از بر کرنا مشکل ہے، مگر اللہ تعالیٰ کے کلام اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کے بعد کونسا کلام ہے، جس پر ایمان لایا جائے؟

الٰہی! میں تجھ سے معافی اور عافیت چاہتا ہوں اور کافروں کے کرتوتوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

نظر دوم

ذاتی اور عطائی علم میں فرق

سابقہ صفحات کے مطالعہ کے بعد ایک کوتاہ نظر انسان کی آنکھیں ان آیات کی روشنیوں سے چمک اٹھیں گی کہ تمام مخلوقات کے جملہ علوم ہمارے ربّ العالمین کے علوم کی برابری کا شبہ بھی نہیں کر سکتے۔ ایک مسلمان کے دل میں ذرہ بھر اس خدشہ کا احتمال پیدا نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے علوم اور اس کی مخلوقات کے علوم کا کوئی موازنہ یا مقابلہ ہو سکتا ہے۔ ان لوگوں کو اتنا بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے اور مخلوق کا علم عطائی۔ اللہ تعالیٰ کا علم اس کی ذات سے واجب اور خلق کا علم حادث (کیونکہ تمام مخلوقات حادث ہے) صفت موصوف سے پہلے نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ کا علم مخلوق نہیں، خلق کا علم مخلوق ہے، اللہ کا علم کسی کے زیر قدرت اور تابع نہیں ہے، علم الٰہی ہمیشہ واجب اور دائمی ہے، مخلوق کا علم حادث اور عارضی ہے، علم الٰہی کسی طرح بدل نہیں سکتا، خلق کا علم تغیر پذیر ہے۔

اس فرق اور امتیاز کے باوجود کوئی شخص برابری کا تصور بھی نہیں کر سکتا ہے۔ ہاں! صرف وہی بد بخت لوگ ایسی الجھن میں گرفتار ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ ان کے کان حق بات سننے سے بہرہ ہو چکے ہیں، ان کی آنکھیں نور سے محروم ہو چکی ہیں، ہم پورے وثوق اور ایمان سے کہہ سکتے ہیں کہ ایسا فرض کرنا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علوم اللہ تعالیٰ کے علوم پر محیط ہیں، یہ خیال بھی باطل ہے، علم الٰہی سے برابری، پھر بھی نہیں ہو سکتی اور ان وسیع اور واضح فرقوں کے ہوتے ہوئے علم الٰہیہ (ذاتی) اور علوم مصطفیٰ (عطائی) میں کیا برابری ہو سکتی ہے؟

اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم میں سوائے ع ل م کے[1] اور کوئی

---

[1] اس سے مراد موافقت اکی ہے اور یہ ترقی ہے تنزل کا صفات سے جانب تباین اعتبار حقیقت و نفس ذات کے اور میں تمہیں مطلع کرتا ہوں اس دروغ باف تحریر کی سخت معصیت ناک بات پر، میں کہتا ہوں (بقیہ اگلا صفحہ پر)

شراکت نہیں پائی جاتی، ہم نے دلائل قطعیہ سے ثابت کر دیا ہے کہ معلومات الٰہیہ کا محیط ہونا عقلاً بھی باطل ہے اور شرعاً بھی باطل۔ وہابی جب ائمہ دین اور ان کے پیروں کی کتابیں

(گزشتہ سے پیوستہ حاشیہ نمبرا) پروردگار معاف فرما یہی ایمان ہے ہمارا پروردگار عالم کیساتھ جس کا کوئی ساجھی نہیں، نہ اس کی ذات میں، تو جان کہ وہی ایک ذات معبود برحق ہے اس کے سوا کوئی خدا نہیں، نہ جنا، نہ جنا گیا، نہ کوئی اس کی جوڑ کا، نہ اس کی صفات میں، اسی کے لیے ساری خوبیاں، اس جیسا کوئی نہیں، نہ اس کے ناموں میں۔ تو کیا تو جانتا ہے کوئی اس کا ہم نام، نہ اس کے حکم میں، اور کوئی شریک نہیں اس کے حکم میں، نہ اس کی سلطنت میں اور کوئی ساجھی نہیں اس کے ملک میں اور نہ اس کی ملک میں، اللہ ہی کا ہے جو کچھ سارے آسمانوں اور ساری زمین میں اور جنھیں تم پکارتے ہو اس کے سوا وہ مالک نہیں کسی ادنیٰ شے کے اور نہ اس کے کاموں میں' کیا کوئی اور خالق ہے اللہ کے سوا اور یہ جو ایک ہی نام کا اطلاق اس پر اور اس کی کسی مخلوق پر دیکھا جاتا ہے جیسے علیم، حکیم، حلیم، کریم، سمیع، بصیر، اور اس جیسے اور تو محض لفظی موافقت ہے، نہ معنی میں شرکت۔ ع ...... لہٰذا فتاویٰ سراجیہ اور تاتارخانیہ و منح الغفار و درمختار وغیرہا میں ہے۔

ایسا نام لکھنا جو کتاب الٰہی میں اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جیسے علی و کبیر، ورشید و بدیع جائز ہے کہ یہ اسماء مشترکہ میں سے ہے اور حق عباد میں وہ معنی مراد نہیں جو رب العباد کے لئے مراد ہے۔ اھ۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ صیغہ افعل و فعیل صفات الٰہی میں ایک معنی پر ہیں، جیسا کہ ہدایہ میں ہے، عنایہ میں فرمایا کہ صفات الٰہی میں کوئی زیادتی ثابت کرنا مقصود نہیں کہ کسی کو اس کے ساتھ نفس عظمت اور بڑائی میں برابری نہیں، یہاں تک کہ صیغہ زیادتی کے لئے ہو جیسا کہ صفات عباد میں ہوتا ہے۔ تو افعل اور فعیل برابر ہیں بلکہ بلاشبہ علماء نے متعدد مقامات میں فرمایا کہ افعل التفضیل سے نفس فعل بلا شرکت مراد ہوتا ہے، جیسے ارشاد الٰہی جنت والے آج کے دن بہتر مسکن اور بہتر خواب گاہ میں ہیں اور اس کا ارشاد، تو کون سا فریق حق دار امن ہے، اگر تمہیں علم ہے۔ حالانکہ اس کے بعد فرمایا کہ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہ کیا، انھی کے لئے ہے امن اور وہی ہیں راہ پائے ہوئے۔

لیکن اچنبھا اس سے جس نے ہماری تقسیم علم ذاتی و عطائی و محیط و غیر محیط کو فلسفی کلام' نا مقبول نزد علمائے اسلام قرار دیا، باوجودیکہ بکثرت ائمہ کرام نے اس کی تصریحات فرمائیں اور کثرت سے ان کی نقول ہم نے اپنے رسالہ'' مالی الحبیب بعلوم الغیب (۱۳۱۸)'' اور کافی حصہ'' خالص الاعتقاد'' اپنے رسالہ میں ذکر کیا اور اس بہتانی رسالہ میں امام نووی اور امام ابن حجر مکی سے نقل کیا جیسا کہ اوپر ذکر ہوا اور اس رسالہ میں علامہ حجۃ الاسلام غزالی سے فرق لکھا کہ علم الٰہی محیط ہے اور علم خلائق نہیں، بلکہ آپ ہی اس کی تصریح کر دی جیسا کہ ابھی آگے آتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ، لیکن اس نے اپنی حجت باطل ہوتی اور اپنے راستہ احتجاج کا بند ہوتا دیکھا تو انکار کر دیا (بقیہ اگلے صفحہ پر)

پڑھتے ہیں اوران میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم غیبیہ کو قرآن واحادیث کی روشنی میں مطالعہ کرتے ہیں اوراس مقام پر پہنچتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روز اوّل سے روز آخر تک کے تمام گزشتہ اور آئندہ واقعات کا علم ہے،تو یہ لوگ ان پر کفراورشرک کے فتوے صادر

(گزشتہ سے پیوستہ حاشیہ نمبر۱)......اورادعا کردیا کہ علم الٰہی سے مرادنصوص شرعیہ میں مطلق ادراک ہے اور لفظ اعلم کا اطلاق باری تعالیٰ پرآیات کریمہ اوراس قول میں کہ اللّٰہ و رسولہ اعلم میں سند پکڑی اور کہہ دیا کہ علم عربیت میں قرار پاچکا ہے کہ افعل التفضیل کے معنی یہ ہیں کہ مفضل (جسے تفضیل دی گئی) اور مفضل علیہ (جس پراسے تفضیل دی گئی) معنے میں دونوں شریک ہیں،زیادت فی المعنی مفضل کا حصہ خاص ہے،یہ کلمہ کہا اوراس کا انجام کچھ نہ سمجھا اوراگراس کا وبال جانا ہوتا تو ضرور کہتا کہ مجھے اس سے اوراسے مجھ سے کیا،کیونکہ اس میں دو بڑی مصیبتیں ہیں۔

پہلی مصیبت اس سے پوچھو کہ علم اوراس کے مثل حمد الٰہی میں جس کا ذکر نصوص شرعیہ وآیات کریمہ میں ہے۔وہ مولیٰ عزوجل کی صفات وکمال ہیں یا نہیں،تو اگر ہاں کہے جس کی ہر مسلم سے امید ہے تو اولاً کہو،اے سبحان اللّٰہ! اللّٰہ اوراس کی آیات پر تو ایمان لاؤ اورشریک کرو اس کے ساتھ اس کی صفات میں مخلوقات کو اور پکار کر کہو کہ اس کی صفات میں مخلوق کا ساجھا ہے،ہاں زیادتی اللّٰہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے اوراسی کی امثال سے اس کا اندیشہ قوی ہوتا ہے کہ اس رسالہ کی اگر کوئی اصل تھی تو اس کی تحریف کردی وہابیہ کے ہاتھوں نے،کیونکہ وہی جرأت کرنے والے ہیں اس جیسی باتوں کی،جیسا کہ شریک کردیا ہے اور پاگل اورحیوان وبہائم کو علم غیب رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اور میں نہیں دیکھتا اصل اس شبہ کی یعنی شریک کرنا مخلوق کو اللّٰہ کی صفت میں مگر وہابیہ کے اگلے پیشوا نمرود سے، جب کہ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا وہ رب ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے تو نمرود نے کہا میں (بھی) جلاتا اور مارتا ہوں۔

ثانیا جو رسالہ نے ذکر کیا وہ ٹوٹنے والا ضابطہ نہیں بلکہ واجب اتباع دلیل ہے،نہ کہ تفصیل کی صورت پر جم جاتا۔ ورنہ یونہی خدا کا شریک بنانا ہوگا مخلوق کو عظمت وبلندی وبزرگی اورحکم وغیرہ ان اشیاء میں جن میں اطلاق افعل کا ہمارے رب تبارک وتعالیٰ پر ہوا۔ مثلاً ہم کہتے ہیں اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اعظم اور اعلیٰ اور اجل اور احکم باوجودیکہ اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے "ولا یشرك فی حکمه احدا" اورحدیث قدسی میں ہے:"الكبرياء ردائی والعظمة آزاری الخ" بڑائی میری چادر اور عظمت میرا تہبند ہے تو جو مجھ سے منازعت کرے ان دونوں میں سے کسی ایک میں اسے میں آگ میں پھینکوں گا۔

ثالثا رسالہ نے محمول کیا صفات الٰہی کو معنی مصدریہ پر اور معانی مصدریہ امور اعتباریہ تابع انتزاع منتزع فانی ونو پیدا ہیں اور صفات الٰہی اس سے برتر ہیں اوراگر نا کہے تو بلاشبہ اس نے مقرر کیا یہ کہ نصوص دیکھو اور آیات قرآنیہ جہاں اللّٰہ تعالیٰ کی حمد علم اوراس کے مثل سے کرتی ہیں،تو اس کی تعریف صفات کمالیہ الٰہیہ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کرنے لگتے ہیں اور الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے علوم الٰہی اور علم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برابر قرار دے دیا ہے۔ یہ فیصلہ کرنے والے نہایت خبطی اور غلط اندیش لوگ ہیں، یہ خود کفر و شرک کے گڑھوں میں گرے جاتے ہیں۔ ان لوگوں نے محدود اور معدود علوم کو اللہ تعالیٰ کے غیر محدود اور لامتناہی علوم کا ہم پلہ قرار دے دیا ہے، یہ کفر کی شہادت دیتے ہیں کہ اللہ اور مخلوق کا علم ہم پایہ ہے (استغفر اللہ)

(گزشتہ سے پیوستہ حاشیہ نمبر ۱)...... سے نہیں کرتیں، یوں ہی ہیں کہ حمد کرتی ہیں کسی مبتذل چیز سے جو حاصل ہے ہر اچھے برے شریف کمین مومن کافر کو، اس پر کوئی مسلمان جرأت نہ کرے گا بلکہ کہے گا کہ حمد کرتی ہیں عظمت والی بلند مرتبہ صفات سے جو اپنی ذات میں برتر ہیں، نو پیدا عوارض اور ان کی نشانیوں سے۔

دوسری مصیبت یہ کہ ارادہ احاطہ سے بھی راضی نہ ہوا چہ جائیکہ ذاتیہ، کیونکہ دونوں کو فلسفیت بتا کر فہم معانی کتاب وسنت میں ساقط الاعتبار کر دیا اور دونوں کو ظاہر معنی سے خارج کر دینے والا، نصوص کا اور اکثر نصوص کو ناقابل وثوق ٹھہرانے کی جانب چلانے والا، مسلمان کو حیرت عظیمہ میں ڈالنے والا، دین کی مستحکم رسی کو توڑ دینے والا بتایا اور ٹھہرایا کہ مطلق ادراک ہی آیات میں مراد ہے جو خالق و مخلوق دونوں کو شامل ہے، تو اس نے آیات کریمہ کو ایک دوسرے کا نقیض بنا کر چھوڑ دیا کہ تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ قرآن عظیم میں نفی ثبوت علم غیب دونوں کی آیات موجود ہیں اور اس کے نزدیک مراد مطلق ادراک ہے تو نفی و اثبات دونوں کی آیات کا ایک ہی معنی پر توارد ہوا، تو شاہین تناقض کا خونخوار پنجہ آیات رحمٰن پر خوب جم گیا، اس سے بڑی کون سی مصیبت ہے؟ اور ہر تارک حق ایسا ہی ہے کہ یقیناً باطل مدد باطل ہی کی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے۔

ایک دوسری نہایت تلخ سخت بلا یہ کہ افترا پرداز رسالہ کے صفحہ ۲۳ میں ہے کہ کل معلومات بہ نسبت اللہ عزوجل کے عالم شہادت ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ شدید لغزش ہے اور حق یہ تھا کہ کل موجودات کہتا' کیونکہ معلومات الٰہی ان معدومات کو کہ جنھوں نے جامہ ہستی نہ پہنا اور نہ کبھی تا ابد پہنیں، بلکہ تمام تر محالات کو بھی عام ہیں۔ اس ... تصریح کتب عقائد میں ہے اور محال اگر عالم شہادت سے ہوتا بہ نسبت باری تعالیٰ کے تو ضرور مشہود و شاہد و موجود ہوتا اور اس سے زائد بدتر کون سی شناعت ہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے شریک اور اپنی صورت اور اپنے عجز و جہل وغیر ذالک کا مشاہدہ فرماتا ہے اور اس کے ماسوا بہت سے مصائب ہیں جن سے اللہ تعالیٰ بلند و بالا ہے اور بہت بڑا برتر و اعلیٰ ہے اور علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ رویت وجود پر موقوف ہے اور معدوم اللہ تعالیٰ کے لئے مرئی نہیں اور اختلاف صرف اس میں ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ موجود کو بوقت وجود دیکھتا ہے یا ازل میں ہر اس چیز کو جو نیستی سے ہستی میں آئے گی، دیکھتا ہے۔ لہٰذا اس پر اتفاق ہے کہ محال سے متعلق نہیں (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اگر ان کے ہاں علم الٰہی لامتناہی ہوتا، یا مقدار سے زیادہ ہوتا تو وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم جو معدود اور عطائی ہیں، کو کس طرح برابر قرار دیتے؟ وہ مساوات علوم خالق ومخلوق میں نہ پڑتے۔ جب وہ اپنی جہالت آمیز عقل کا مظاہرہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے علم لامتناہی سے مذاق کرتے ہیں اور اسے ناقص بتاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو غرق کرے اور ان کے فتنوں سے ہمیں محفوظ رکھے۔

(بقیہ گزشتہ سے پیوستہ حاشیہ نمبر۱)...... ہوگی رویت ذوالجلال ہم نے اسے رسالہ "سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح" میں خوب روشن طور پر بیان کردیا ہے، تو آگاہ رہو۔ تو شاید یہ لغزشیں اس جیسی ہیں جس کی رسالہ نے بعض ائمہ کے بارے میں صفحہ۱۲ میں حکایت کی کہ بلاشبہ وہ مذہبا سنی تھے، لیکن اس مسئلہ میں سہو ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ سے ہم خواہاں عفو وعافیت ہیں، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ۱۲ منہ غفرلہ جدیدہ

۲؎...... امام قاضی عیاض نے شفا شریف میں فرمایا: اعتقاد رکھا جائے کہ اللہ عزوجل اپنی بزرگی، اپنی بڑائی، اپنی سلطنت اور اپنے اسمائے حسنیٰ اور اپنی بلند صفات میں مخلوقات سے نہ وہ کسی کے مثل، نہ اس جیسا اور کوئی، اور یقیناً وہ جس کا اطلاق شریعت طاہرہ نے خالق ومخلوق دونوں پر کیا ہے، اس میں حقیقی معنی میں کوئی تشابہ نہیں، کیونکہ قدیم کی صفات مخالف صفات حادث ہیں۔ تو جس طرح اس کی ذات، ذات مخلوق کے مشابہ نہیں، یونہی اس کی صفات بھی، صفات مخلوق کے مشابہ نہیں الخ۔ پھر امام واسطی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمایا: کہ نہیں ہے کوئی ذات اس ذات جیسی، نہ کوئی نام اس نام جیسا نہ اس کے کام سا کام، نہ اس کی صفات سی صفت مگر باعتبار موافقت لفظی کے، اور فرمایا: یہ سب مذہب حق اہلسنت وجماعت ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اھ۔ میں کہتا ہوں کہ امام حجۃ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی املاء علی الاحیاء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کہ علم آخرت میں سے لوگوں کے پاس فقط نام ہیں اھ۔ تو صفات مولیٰ تعالیٰ کے ساتھ تمہارا کیا گمان ہے۔ منہ غفرلہ۔

نظرسوم

یااللہ تیری بخشش اور رحمت چاہتے ہیں۔ تاریکیاں چھا گئیں، ظلمتیں حد سے زیادہ بڑھ گئیں، بہت سے لوگ گمراہیوں کی سیاہیوں میں چلے جارہے ہیں، ہم نے سابقہ صفحات پر اللہ تعالیٰ کے ذاتی علم اور علم مطلق محیط پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ یہ علوم اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہی خاص ہیں، کسی بندے کو اس میں شرکت نہیں، ہاں! مطلق علم عطائی میں مسلمان کا حصہ ہے، چہ جائے کہ انبیاء کرام علیہم السلام۔ اگر علم عطائی کو تسلیم نہ کیا جائے تو ایمان ٹھیک نہیں رہتا۔ اگر کسی وہابی کے وہم میں یہ بات گزرے کہ اس طرح ہم میں اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کوئی فرق نہ رہا، اسی طرح انبیاء کرام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیا امتیاز؟ جیسا علم حضور کو ہے، ویسا ہی تمام انبیاء کو ہوا، پھر ایسا علم (معاذ اللہ) ہم کو بھی ہے، جو علم ہمیں نہیں، انہیں بھی نہیں، تم ہم برابر ہوئے۔ یہ بات عالم تو درکنار کسی جاہل کے دماغ اور خیال میں بھی نہیں آسکتی۔ مگر وہابیہ سے تعجب نہیں کیونکہ وہ بے عقل قوم اور کج نگاہ فرقہ ہے۔ ان میں ایک بھی ایسا عالم نہیں جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات کے بارے میں تسلیم کرنے کا ملکہ ہو۔

ایک کج مغز ہندی

امر واقعہ یہ ہے کہ ان دنوں اس فرقہ کا ایک کج مغز، ڈھیٹ، بوڑھا جسے اپنے آپ کو صوفی کہلانے کا بھی خبط ہے۔ بڑے بلند بانگ دعوے کرتا رہتا ہے، وہ بڑا متکبر، مغرور اور ہٹ دھرم ہندوستانی ہے۔ حال ہی میں اُس نے ایک رسالہ لکھا ہے جو چند اوراق پر پھیلا ہے۔ اس کی عبارت اتنی گری ہوئی اور گستاخانہ ہے کہ ساتوں آسمان پھٹ پڑیں۔ اس نے اس کا نام حفظ الایمان رکھا ہے، حالانکہ اس کی عبارت خفض الایمان

(ایمان کو نیست کرنے والی) ہے۔ وہ لکھتا ہے:

''پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا۔ اگر بقول زید صحیح ہو، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں۔ تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے؟ ایسا علم غیب تو زید وعمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں، اس طرح کہ اس سے ایک فرد بھی خارج نہیں تو اس کا بطلان دلیل عقلی و نقلی سے ثابت ہے''۔

اس ہٹ دھرم بوڑھے کو اتنا بھی معلوم نہیں مطلق علم عطائی اصالتہً انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے۔ اسی لیے رب جلّ وعلا نے فرمایا ہے۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ ۔ (الجن: ۲۷-۲۶)

ترجمہ: ''اللہ غیب جاننے والا ہے، تو اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر صرف اپنے پسندیدہ رسولوں میں سے جسے چاہے مطلع کر دے۔''

اور اس کے اس ارشاد کہ

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۔ (آل عمران: ۱۷۹)

ترجمہ: ''خدا اس لئے نہیں کہ تم کو اپنے غیب پر مطلع کر دے، (اے لوگو!) ہاں! اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے چُن لیتا ہے''۔

اب اللہ کے سوا جسے بھی علم غیب حاصل ہوگا، وہ اسی کی عطا اور فیض سے حاصل ہوگا، اور اسی کے راہ دکھانے سے ملے گا، تو برابری کس طرح ہوگی؟ اور کیسی برابری؟

دنیا میری ہتھیلی پر روشن ہے

علاوہ بریں انبیاء کرام علیہم السلام کے علوم غیر نبی کو صرف اتنے ہی حاصل ہوتے ہیں

جتنے انبیاء کرام علیہم السلام انہیں سکھاتے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے علوم کے جو سمندر چھلک رہے ہیں، ان کے سامنے دوسروں کے علوم کی کیا حیثیت ہے؟ کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام تو روز ازل سے آخر تک کے تمام علوم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ کو جانتے ہیں بلکہ دیکھتے ہیں، ان کے مشاہدے کے سامنے ساری کائنات کھلی پڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَكَذٰلِكَ نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (الانعام:۷۵)

ترجمہ: اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں آسمان و زمین کی ساری سلطنت (تاکہ وہ مشاہدہ کرلیں)۔

طبرانی نے معجم کبیر اور نعیم بن حماد نے کتاب الفتن اور ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنْظُرُ اِلَیْهَا وَاِلٰی مَا هُوَ كَائِنٌ فِیْهَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی كَفِّیْ هٰذِهٖ جَلِیَّانِ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی جَلَّاهُ لِنَبِیِّهٖ كَمَا جَلَّاهُ لِلنَّبِیِّیْنَ مِنْ قَبْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَعَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ۔ (حلیۃ الاولیاء: رقم الحدیث:۳۲۸)

ترجمہ: یقیناً بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا بچھا دی ہے۔ میں اسے اور اس میں قیامت تک ہونے والے واقعات کو یوں دیکھتا ہوں جیسے اپنی ہتھیلی پر ایک روشنی دیکھ لیتا ہوں۔ یہ روشنی اللہ کی طرف سے ہے جسے اس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ضیاء بار فرمائی ہے، ایسی روشنی سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے بھی تھی۔

جس مردود بوڑھے کا ہم ذکر رہے تھے، اس نے کُل اور بعض کی دو شقیں قائم کیں۔ پہلی شق (کُل) تو موجود نہیں۔ ہاں! اس نے دوسری شق (بعض) میں سب کو شامل کرلیا اور نتیجہ یہ نکالا کہ آپ کے علم کی کیا تخصیص ہے؟ حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم وحلم سارے جہان پر چھایا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بے پناہ علوم سے سرفراز فرمایا ہے اور

اپنے بڑے فضل سے نواز ہے۔آپ کے ہاں اگلے پچھلوں کے تمام علوم دست بستہ کھڑے ہیں۔جو کچھ گزرا ہے اور جو کچھ تا قیام قیامت آنے والے ہیں، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشاہدہ میں ہیں، جو کچھ زمین اور آسمانوں میں ہے آپ کو سب معلوم ہے۔مشرق سے مغرب تک جو کچھ ہونے والا ہے، آپ اس سے خبردار ہیں۔ہر چیز آپ پر روشن ہے۔آپ ہر ایک چیز کو پہچانتے ہیں۔اُن پر قرآن اترا جو ہر چیز کا روشن بیان، تو ذرہ ذرہ آپ پر روشن ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے ہر چیز کی حقیقت کو مفصل بیان فرمایا ہے۔مگر اس کج مغز نے آپ کا علم زید عمرو بچہ اور پاگل بلکہ جانور اور چوپایہ کے علم کے برابر کر دیا۔(استغفر اللہ) اسے اتنا بھی معلوم نہیں کہ جس لفظ بعض کو تم نقص علم مصطفیٰ کے لیے استعمال کر رہے ہو۔اس میں اتنی وسعت ہے، جو ایک چھوٹی سی بوند بے مقدار سے لے کر لاکھوں کروڑوں چھلکتے سمندروں پر حاوی ہے۔اس بعض کی نہ کوئی گہرائی جان سکا ہے، نہ وسعت، ان سمندروں کا نہ کوئی کنارہ ہے، نہ انتہا۔یہ سب کا سب آپ کے علموں کا بعض ہی تو ہے، اس بعض کا کون احاطہ کر سکتا ہے؟ علم مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو جتنا اللہ تعالیٰ چاہے اتنا ہے۔لفظ بعض سے برابری اور مماثلث اور نفی و نقص کے پیمانے تیار کرنا ایسے کج بیانوں کا ہی خاصہ ہے۔اب ایسے لوگ معاذ اللہ یوں بھی کہتے نہ شرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت زید، عمرو، ایک بچے اور پاگل بلکہ جانور اور چوپایہ کی قدرت کے برابر ہے۔(العیاذ باللہ)[1]

---

[1]......ہم اہلسنت کا نظریہ ہے کہ دنیا میں جتنے بھی حادثات رونما ہوتے ہیں وہ قدرت کے شاہکار ہیں مگر قدرت بذات خود کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتی۔پیدا کرنا یا تخلیق کرنا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ہم جہم بن صفوان کی طرح قدرت کے اختیارات کی نفی بھی نہیں کرتے۔مواقف اور اس کی شرح میں اس نظریہ کی خاص تشریح کی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ کے ارشاد "وَغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ" (القلم:۲۵) کا ترجمہ یہ ہے کہ انہوں نے صبح سویرے کو مدد دینے کی ٹھان لی، حالانکہ انہیں نفع اٹھانے یا نفع دینے کی قدرت تھی۔علامہ ابو السعود نے اپنی تفسیر ارشاد العقل السلیم میں لکھا ہے کہ انہوں نے چاہا کہ مساکین پر سختی کریں اور انہیں دنیا کی تمام سہولتوں سے محروم کر دیں، حالانکہ وہ مساکین کو نفع پہنچانے پر قادر تھے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ اہل کتاب یہ نہ جانیں کہ ہمارے نبی اور ان (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کیونکہ تمام حیوانات کسی نہ کسی فعل وحرکت پر قدرت تو رکھتے ہیں اگر چہ ان کی قدرت پیدا کرنے والی نہیں ہے۔[1]

(بقیہ پچھلے صفحہ سے حاشیہ نمبر۱) کے صحابہ کو کسی چیز پر قدرت نہیں ہے۔وہ اللہ کے فضل سے بہت اعمال پر قادر ہیں۔

تفسیر کبیر میں اس نکتہ پر بحث کی گئی ہے،لا زائدہ نہیں ہے۔ بلکہ لایقدرون کی ضمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی طرف راجع ہے اور تقدیر عبارت اس طرح ہے،تا کہ اہل کتاب یہ نہ جانیں کہ نبی اور صحابہ قدرت نہیں رکھتے کسی چیز پر، یہ اللہ تعالی کے فضل سے قدرت رکھتے ہیں۔ جب اہل کتاب نے ان کا قادر نہ ہونا، نہ جانا،تو ان کا قادر ہونا جانا،اور جان لو یہی بات بہتر ہے۔

ہم مختصراً یوں کہہ سکتے ہیں کہ قدرت الٰہیہ ازلی ابدی واجبہ اور موثرہ ہے اور عبد کی قدرت ایسی نہیں تو میں کہوں گا کہ یہ امور کلیت یا جزئیت کے ماسوا ہیں،مگر یہ ہندی دھتکارا ہوا بوڑھا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم کو عام انسانوں، بچوں، چوپاؤں کی جزء بنا کر پیش کرتا ہے۔اس کے کلام کی دوسرا شق اس کے کفریہ نظریہ کی مظہر ہے۔اس کا کفر خوب کھل کر سامنے آ گیا ہے،وہ اقرار کرتا ہے کہ اس کے علم کے لیے تو فضیلتیں ہیں، گدھے بیل کتے اور سور کے علم پر بھی فضیلتیں ہیں اور پہلی شق میں اس نے خصوصیت کی نفی اور مماثلت کے حکم کی بنا پر بعضیت میں شرکت رکھی۔اس یقین کے باوجود کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم کے لیے ان کے علم پر کن کن مثالوں سے مماثلت قائم کرتا رہا۔

[1]...... یعنی پیدا کرنے اور عدم سے وجود میں لانے میں اتفاق اہل سنت وجماعت (اللہ انھیں ہر شناعت سے محفوظ رکھے) اور اختلاف اس میں ہے کہ کیا اس کا کچھ بھی اثر کسی شیئ زائد علی الوجود میں ہے۔مثل نسبت واضافت واعتبارات ،بعض اسکا حال نام رکھتے ہیں اور باقی اس کے منکر نہیں کہ امور اعتباریہ میں جن کے لئے واقعیت کا ایک حصہ ہے محض،وہمی افتراع نہیں۔محض دندان غول بیابانی کی طرح اور اگر انھیں قول احوال اور وجود وعدم میں واسطہ ثابت کرنے میں نزاع ہے تو خلاف لفظی ہے،جیسا کہ محققین نے اس کی تصریح کی،تو جمہور اشاعرہ نے اس کو مطلقاً نہ مانا اور ان کے نزدیک نہیں ہے فعل سے قدرت حادثہ کے لئے مگر معیت اور بندہ کے لئے نہیں مگر محلیت ہونا اور احناف نے خیال کیا کہ یہ کافی نہیں انکار جبر کے لئے ،تو انھوں نے ثابت کی اس کے لئے تاثیر قصد میں اور قصد یقیناً امر اضافی ہے،موجود عینی نہیں،تو اس کی جانب استناد تخلیق وتکوین نہیں کہ وہ وجود کا افاضہ نہ موجود کا افاضہ اور لغزشِ قدم کا کچھ اعتبار نہیں اور اس کی تاثیر اضافتوں میں اسے بعض اکابر شاعرہ نے بھی پسند کیا، جیسے امام اہلسنت علامہ قاضی ابوبکر باقلانی اور اس کے خلاف میرے علم میں نہ کوئی نص نہ اجماع ،اور میں نے یہ سب بیان کیا ہے اپنے رسالہ "تحبیر الخبر بقصم الجبر ۱۳۲۹ھ" میں لیکن میں ان میں سے نہیں جو اس میں خوض کریں اور اللہ کے لئے حمد ہے کہ میرا وہی ایمان ہے جو قرآن سے ثابت ہوا۔(بقیہ اگلے صفحہ پر)

مگر بعض تو صادق آگیا، اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے۔ اور اپنی ذات کریمی میں قدرت رکھتا ہے، ورنہ تحت قدرت ہوگا۔ تو کیا یہ بھی ممکن نہ ہوگا کہ خدا ہے یا نہیں، جو چیز قدرت سے موجود ہوئی وہ پیدا کرنے میں موجود ہوتی ہے۔ جو پیدا کرنے سے موجود ہوتا ہے، وہ پہلے ناپید ہوتا ہے۔ پھر یہاں بھی بعض کے لفظ کا اطلاق کریں گے۔ تمام اشیاء کا احاطہ تو یہاں بھی نہیں، تو برابری اور ساری برائیاں لازم آگئیں۔

بادشاہ کا ایک ناشکرگزار گداگر

ہم اس نظریہ کے حامل کی حیثیت سے ایک واقعہ مثال کے طور پر پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ایک بادشاہ تھا جو بڑا جبار اور طاقت ور تھا، دنیا کے خزانوں اور قوتوں کا مالک تھا، ملک کے تمام خزانے اسی کے زیر تصرف تھے۔ اس کے کچھ وزیر تھے، کچھ نواب تھے، کچھ

(بقیہ پچھلے صفحہ سے حاشیہ نمبر ۱)......اور جس پر دونوں فریق نے اجماع کیا اور ہدایت عقل نے اس پر گواہی دی اور دلیل قطعی اس کی طرف سے چلی کہ نہ مجبوری ہے نہ سپردگی، لیکن کام دونوں کے بین بین ہے۔ اور گرفت اور رعشہ چڑھنے اترنے اور کودنے گرپڑنے کی حرکتوں میں فرق کا شاہد ہے، ضمیر انسان ناواقف نہیں، اس سے کوئی بچہ نہ حیوان اور بندہ کے لئے آفرینش میں بالکل کوئی حصہ نہیں، جو کچھ اپنے میں قدرت و ارادہ و اختیار محسوس کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے ہی بنائے سے ہے، نہیں ان کے لئے کوئی اختیار، نہ قدرت یا ارادہ جو ان کا اپنا ہو اور تم کیا چاہو مگر وہ اللہ چاہے اور وہی ہوا جو اللہ نے چاہا اگرچہ اس کے دفع پر ایکا کرے، سارا جہان اور جو وہ نہ چاہے نہ ہو، اگرچہ اس کے ہونے کی بلیغ کوشش کریں سارے اگلے جن و انسان، اللہ تعالیٰ ہی نے تمہیں پیدا کیا۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو، اسی نے خلق فرمایا۔ ثواب دیتا ہے جسے چاہے اور ثواب اس کا فضل ہے اور عذاب دیتا ہے جسے چاہے اور عذاب کا عدل ہے، اور نہ تھا اللہ کہ ان پر ظلم فرماتا۔ لیکن وہ خود آپ ہی ظالم ہیں بدلہ اس کا جو وہ کمایا کرتے۔ تو تکلیف حق ہے اور جزا و سزا حق اور حکم انصاف اور اعتراض اسلام کے خلاف کفر و اشگاف اور استقلال ماننا گمراہی اور مجبور جاننا پاگل پن اور جنون کی بہت قسمیں بہت سے فن۔ اور کسی کے لئے کوئی حجت اللہ تعالیٰ پر نہیں کہ کیا کیا اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے حجت البالغہ اس سے کوئی کام نہیں پوچھا جائے گا کہ کیا کیا اور بندوں ہی سے پوچھ ہوگی، یہ ہے ہمارا ایمان اور اس پر ہم کچھ زیادتی نہ کریں گے اور جو ہم سے پوچھا جائے گا اس کے ماسوا تو ہم کہدیں گے کہ ہم نہیں جانتے، نہ ہم کو اس کی تکلیف دی گئی۔ نہ ہم گھسیں ایسے سمندر میں جس میں تیرنے کی ہم میں قدرت نہیں اور ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں نکھرے حق پر ثابت قدم رہنے کا۔ والحمد للہ رب العالمین ۱۲ منہ غفرلہ جدیدہ۔

سردار تھے۔اس نے ایک سردار کو ایک ضلع کا مختار بنا کر تمام خزانے اس کے حوالے کر دیئے، تا کہ وہ اس کی رعایا کے محتاجوں میں تقسیم کرتا رہے، اس سردار نے اپنے ساتھ دوسرے سردار بھی مقرر کر لیے تا کہ تقسیم کار ہو جائے اور لوگوں تک خزانے کی تقسیم میں آسانی ہو۔ بادشاہ نے ان امراء اور سرداروں پر ایک وزیر نگران مقرر کر دیا جسے نائب اعظم کا منصب دیا گیا۔اس نگران پر بادشاہ کے علاوہ کسی کا منصب نہیں تھا۔بادشاہ نے اپنے تمام خزانے سپرد کر کے انہیں پورے پورے اختیارات دے دیئے اور اپنی ذات کے سوا تمام معاملات ان کے سپرد کر دیئے۔نائب اعظم تمام نوابوں، سرداروں پر تقسیم کرتا اور وہ درجہ بدرجہ اپنے ماتحتوں کو بانٹتے جاتے، اس طرح یہ تقسیم خزائن ملک کے فقیروں اور محتاجوں تک جا پہنچی، تمام کو اپنا اپنا حصہ ملنے لگا۔

ان محتاجوں میں ایک بد بخت تند خو اور گندی ذہنیت والا بھی تھا، وہ بادشاہ اور ان کے نوابوں سے جھگڑتا، وہ کسی کو خاطر میں نہ لاتا، نہ کسی کا احترام کرتا، نہ کسی کی تعظیم کرتا۔وہ باوجودیکہ نان شبینہ کا محتاج تھا مگر کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔وہ اپنی ہٹ دھرمی سے ایک روپیہ بھی حاصل نہ کر سکا، بس یہی کہتا کہ میں اور نائب اعظم دونوں مال و ملک میں برابر ہیں اور کہتا اگر تمام مال و دولت کی ملکیت کا مسئلہ ہے، تو وہ خلیفہ کو بھی میسر نہیں۔ہاں! اگر بعض ملکیت مراد ہے تو اس میں نائب اعظم کی کیا تخصیص ہے؟ میں بھی برابر کا مالک ہوں۔

اس ناشکرے، بد بخت، قلاش نے نہ تو خلیفہ اور نائب اعظم کا حق تسلیم کیا اور نہ ہی منصب خلافت کو خاطر میں لایا۔اس کے خیال میں معمور خزانے اور کھوٹے سکے اور وہ خزانے جو ابھی تک زمین میں مدفون تھے، ایک جیسے تھے۔وہ بادشاہ وقت کی طاقت اور قدرت کو بھی خاطر میں نہ لاتا اور اس کی عظمت اور جلالت کو بھی مساوی تقسیم کا مستحق خیال کرتا۔آخر وہ بادشاہ کے جلال کی نذر ہوا۔دنیاوی خزانے سے حصہ پانے کی بجائے، وہ جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔

اس مثال میں ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کریم کو بادشاہ خیال کرتے ہیں۔حضور نبی

کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلیفۂ اعظم ہیں۔نواب امراء، سردار، انبیاء عظام اور اولیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں اور ہم فقیر اور محتاج ہیں۔اس سے لینے والے اس کی عطا پر زندہ رہنے والے اور اس کی رحمتوں کے طلب گار۔وہ ناشکرا اور ہٹ دھرم، سرکش وہی راندۂ درگاہ ہے، جو اپنے آپ کو اللہ کے خزانوں میں برابر کا شریک قرار دیتا ہے۔

نَسْئَالُ اللّٰهَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

مسلمانو! اللہ تمہاری حمایت فرمائے، کیا تجھے گمان ہے کہ وہ ذلیل کمینہ جو بعض کے لفظ میں چھوٹے بڑے کے فرق سے ہی محروم ہو چکا ہے۔وہ علم نبی کی فضیلت سے انکار کر چکا ہے۔اس کی حقیقت ملاحظہ کرو اور اسے کہو! اے علم وحکمت میں سور اور کتے کے برابر انسان! تم دیکھو گے کہ وہ اس جملہ پر بپھر جائے گا اور غصہ میں بھڑک اٹھے گا۔پھر اس سے دریافت کریں، کیا تمہارا علم خدا کے علم کی طرح ہر چیز پر محیط ہے؟ اگر کہے ہاں! تو کافر ہو گیا۔اگر کہے نہیں! تو اسے کہیں، پھر اس علم میں تمہاری خصوصیت کیا ہے؟ بعض علم تو ہر کتے اور سور کو بھی میسر ہے۔تمہیں عالم دین کس طرح کہا جا سکتا ہے؟[1] اور عزت کا بھی یہی حال ہے کہ جمیع عزت تو تیرے لیے نہیں ہے اور کتے اور سور بھی اس بعض سے خالی نہیں، اس لئے کہ کافران سے زیادہ ذلیل، خوار تر اور بدتر ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ۔ (البینۃ:٦)

ترجمہ: ایسے لوگ سارے جہان سے بدترین ہیں۔

اس وقت کم وبیش کے ایمان پر فرق لائے گا، چہ جائیکہ اصلی اور طفیلی اور بخشنے اور بھیک مانگنے کا فرق کیونکہ کتے نے علم حاصل کیا ہے اور نہ سور اس کا طفیلی بنا۔بخلاف تمام دنیا کے علم والوں کے جنہیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے سے علم ملا۔☆

---

[1] ...... امام عبدالوہاب شعرانی کی ''الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر'' للامام شعرانی کی بحث ۳۲ میں ہے۔اگر تم نے ایسا کہا کہ دنیا میں کوئی ایسا بشر ہے جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے کے بغیر علم پایا۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ ۔ (النحل:۴۴)

ترجمہ: ''کہ آپ لوگوں سے بیان کردیجئے جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے''۔

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ بردہ شریف میں لکھا ہے۔

وَكُلُّهُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّيَمِ

''یارسول اللہ! تجھ سے مانگتا ہے ہر بڑا چھوٹا

تیرے دریا سے چلویا تیرے باراں سے ایک چھینٹا''

☆☆☆

(بقیہ پچھلے صفحہ سے حاشیہ نمبر۱)......تو شیخ نے جواب میں فرمایا ''نہیں''۔ کوئی ایسا نہیں جسے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے کے بغیر علم ملا ہو اور وہ حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانیت سے نہ ہو، خواہ انبیاء یا علماء جو آپ کی بعثت سے قبل یا بعد ہوئے، آپ کے فیضان کی تقسیم میں مصروف ہیں،

میں کہوں گا، سوال کے قول البشر اور فی الدنیا کا مفہوم حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے خزانوں کی تقسیم کے خلاف نہیں۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نائب خدا اور علی الاطلاق ہر چیز کے بانٹنے پر مامور ہیں، ساری کائنات میں کوئی دنیا و آخرت کی نعمت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت کے بغیر نہیں ملتی، ساری نعمتیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک سے تقسیم ہوتی ہیں۔ مزید تفصیل وتشریح کے لیے ہماری کتاب ''سلطنت المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

نظر چہارم

وہابیہ کی غلط بیانیوں کا تعاقب

وہابیہ جب عاجز اور مایوس ہو جاتے ہیں، تو اپنے بچاؤ کی تدابیر تلاش کرتے ہیں، حالانکہ بچاؤ کا وقت گزر چکا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بعض علوم معجزانہ انداز میں عطا کیے ہیں۔ آپ صرف اتنا ہی جانتے تھے جتنا اس معجزہ میں عطا ہوا تھا اور بس، لہٰذا تم اسی پر عقیدہ رکھو، تا کہ اختلافات ختم ہو جائیں اور باہمی اتفاق حاصل ہو۔

وہ اپنی ایسی باتوں سے عام جاہلوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں اور حقیقت سے نا آشنا غافلوں کو شکار بنا لیتے ہیں، مگر جن لوگوں نے ان کی باتیں سنیں اور اُن کے توہین آمیز کلمات سنے، وہ جانتے ہیں کہ تمام بہودوں میں تو بُری بہودہ ہوتی ہے جو جھانکے اور دبک جائے، حالانکہ دہلی کے وہابی نے برملا کہا تھا۔

''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ نہیں جانتے تھے، یہاں تک کہ انہیں اپنے خاتمے کا بھی علم نہ تھا''۔

پھر دہلی کے وہابیہ کے پیشوا نے اپنی کتاب ''تقویۃ الایمان'' میں تو یہاں تک لکھ دیا تھا۔

''جو کسی نبی کے لیے غیب کی بات جاننے کا دعویٰ کرے، اگر چہ ایک درخت کے پتوں کی گنتی کے بارے میں ہی ہو۔ اس نے اللہ سے شرک کیا''

پھر کہا ''یوں مانے کہ وہ براہ راست جانتے ہیں یا خدا کے بتائے سے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے''۔

ان کے بڑے گنگوہی نے اپنی براہین قاطعہ میں لکھا تھا:

''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیوار کے پیچھے کا حال بھی نہ جانتے تھے''۔

اور پھر اس نے اس قول کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بنا کر پیش کر کے نہایت

بے حیائی کا مظاہرہ کیا اور اس قول کی نسبت حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کردی، حالانکہ حضرت شیخ محدث نے تو اسے اشکال کے طور پر بیان فرماتے ہوئے لکھا کہ ”نہ یہ حدیث ہے، نہ یہ روایت صحیح ہے“۔[1]

اور اپنی کتاب مدارج النبوت میں اس کی تصریح فرمادی۔ وہابیہ کا یہ الزام اگر قرآن پاک کی آیات اور احادیث نبویہ اور ائمہ دین کے اقوال اور متقدمین کی کتابوں کے سامنے پرکھا جائے تو اس کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟ ساری دنیا اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگلے پچھلے علوم سے واقف تھے۔ ماضی اور مستقبل کے واقعات سے باخبر تھے اور اللہ کی بنائی ہر چیز ان پر روشن تھی اور ہر ذرہ ان کے سامنے تھا۔

اب وہابیہ کا یہ کہنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محض اتنا ہی جانتے تھے جتنا وحی کے ذریعہ بتادیا گیا، یہ بات درست ہے۔ مگر ان کا ارادہ باطل اور اندازِ بیان درست نہیں۔ جب وہ کہتے ہیں کہ بعض مغیبات اور بعض اوقات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر واضح کردیے گئے۔ ہم بھی یہ مانتے ہیں کہ جمیع معلومات الٰہیہ کا احاطہ کرلینا مخلوق کے لیے ناممکن ہے، مگر ہم اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب یہ فرمایا کہ عنقریب ہم آپ کو وہ کچھ سکھادیں گے جو آپ کے علم میں نہیں تھا۔ یہ سکھانا واقعی بذریعہ قرآن پاک تھا اور قرآن پاک بیک وقت نازل نہیں ہوا، بلکہ تئیس سال کے عرصہ میں نازل ہوتا رہا۔ اس سے اوقات اور معلومات میں بعض ہونا درست ہے مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ وہابیہ اس انداز پر تعلیم خداوندی کو اندک، قلیل اور حقیر کہہ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اپنے کمینہ نفسوں پر قیاس کرتے ہیں۔ یہ عادت قدیم مشرکین میں بھی پائی جاتی تھی، وہ اپنے رسولوں سے کہا کرتے تھے۔

مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا۔ (یٰسین:۱۵) ”تم ہمارے جیسے ہی بشر ہو“۔

---

[1] ...... یوں ہی امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور امام ابن حجر مکی نے افضل القری میں فرمایا: کہ اس کے لئے کوئی سند معلوم نہیں۔ منقول از حسام الحرمین

اس صورت حال کو نگاہ میں رکھا جائے تو وہابیہ مشرکین قدیم سے بھی بدتر نظریات رکھتے ہیں۔ مشرکین تو نبوت سے انکار کر دیتے تھے۔ اور انبیاء کرام علیہم السلام کو عام آدمی جانتے ہوئے کہا کرتے تھے "تم ہمارے جیسے ہی بشر ہو"۔ اپنے علمی معلومات کی بڑائی کیوں کرتے ہو، مگر وہابیہ نبوت پر ایمان لانے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم الانبیاء اور افضل الرسل تسلیم کر لینے کے بعد رسولوں کو اپنے جیسا بشر کہہ کر پکارتے ہیں۔

ہم اس اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں جو مقلب القلوب ہے۔ جو آنکھوں کو بصیرت عطا فرماتا ہے۔ یہ نظریاتی بیماری انہیں یوں لگی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے "عَالِمِ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ" ماننا ان کے لیے بہت برا مقام محسوس ہوتا ہے اور ان کی بودی عقلوں کے سامنے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس مقام پر فائز ہونا ناقابل فہم ہے۔ چہ جائے کہ وہ دوسرے انبیاء کرام اور اولیاء عظام کو عظمت کا مقام دیں، ان کے ہاں تو اللہ تعالیٰ کی عُلُوِّیّت اور بلندی کی پہچان بھی مشکل ہے۔ اس کے احکام اور قدرت کی وسعت سے بے خبر ہیں، پھر رسولوں کو اپنی عقل کے ترازو میں رکھا۔ جس مقام کا علم ان کی عقل و فکر میں نہ آیا، اس سے انکار کر دیا اور اسے جھٹلا دیا اور جہاں تک ان کی عقل نے اجازت دی، تسلیم کر لیا۔

ہم اہلسنّت گروہ حق ہیں، ہم تسلیم کرتے ہیں کہ روز ازل جو کچھ گزرا اور روز آخر تک جو کچھ آئے گا، وہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جملہ علوم نہیں، بلکہ آپ کے علوم میں سے ایک ذرہ ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی نص ہے۔

وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔ (النساء:۱۱۳)

ترجمہ: "جو کچھ آپ نہ جانتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتا دیا اور یہ آپ پر اللہ کا عظیم فضل ہے۔"

میری گزارش سنیے

اَقُوْلُ: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک پر احسان فرماتے

ہوئے اعلان کیا کہ جو کچھ آپ نہ جانتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتا دیا، اس احسان کے اظہار کے بعد فرمایا:[1]

اللہ کا بڑا عظیم فضل تھا۔ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ کا انعام بھی عام بات نہیں تھی۔ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ کا ایک ایک لفظ لوح محفوظ میں موجود تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوح محفوظ کا علم عطا فرمایا، پھر ساری دنیا کے علاوہ آخرت کا علم بھی دیا، قیامت برپا ہونے کے واقعات کا علم بھی عطا فرمایا۔ یہ چیزیں نہ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ میں ہیں اور نہ لوح محفوظ میں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات ہیں جو نہ لوح محفوظ میں آسکیں، نہ قلم انہیں لکھ سکی، اس کا علم بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا گیا۔ کائنات کی تمام چیزیں قرآن کی زبان میں ''مَتَاعٌ قَلِیْلٌ'' ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ قلیل فرما دیتا ہے۔ ان کا علم عطا فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احسان جتانا کوئی بڑی بات نہیں تھا۔ بادشاہ قلیل انعامات پر احسان نہیں جتایا کرتے، ہاں! کوئی غیر معمولی اور کثیر انعام ہو تو احسان کی بات ہوتی ہے۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت اور آخرت کے علوم کثیرہ عطا فرمائے۔ حشر ونشر، حساب و کتاب اور ثواب وعتاب کے تمام درجات اور مراحل کا علم دیا گیا، لوگ جنت و دوزخ میں اپنے اپنے مقامات پر پہنچیں گے، ان مقامات کے بعد کے علوم بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرما دیئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اللہ کو اس کی ذات وصفات سے پہچانا، جس کا علم سوائے خدا تعالیٰ کے اور کسی کے ذہن وفکر میں نہیں آسکتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ انعامات عطا فرمائے ہیں، پھر اپنے احسان اور فضل عظیم کا اظہار فرمایا۔

---

[1]...... اس احسان الٰہی کا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احسان رکھنا ہی اس کی منت عظیمہ کی عظمت کا کافی ثبوت ہے، کہ فی الحقیقت کوئی بادشاہ اپنے بڑے امراء سلطنت پر احسان نہیں جتاتا مگر بڑی عظمت وجلالت چیز سے، تو کیا ذکر شہنشاہ کے منت جتانے اور احسان رکھنے کا اس پر جو اس کا بڑے سے بڑا امیر اور نہایت عظمت والا نائب السلطنت ہو، تو پھر اس کا کیا کہنا، جبکہ اپنے امتنان کو ایسی شیئے سے ختم کرے جو اس کے باعظمت ہونے کی نص صریح ہو۔ وللہ الحمد

لوح وقلم کا علم

اس سے یہ ثابت ہوا کہ لوح محفوظ کا سارا علم ہمارے نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے پناہ علوم کے سمندروں کا ایک قطرہ ہے۔ اس مقام پر علامہ اجل امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

تمہارے وجود سے دنیا اور اس کی سوت ایک حصہ
تمہارے علم سے لوح و قلم کے علم ، ایک ٹکڑا [1]

حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے من کا لفظ استعمال کیا ہے جو بعض پر دلالت کرتا ہے۔ اب یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم کو معدود اور محدود پیمانوں میں ناپنے والے علامہ بوصیری کے ایمان پر غیظ وغضب کا اظہار کریں گے۔ غم وغصہ میں جل مریں گے اور ان کے بیمار دل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس عظمت کو پانے میں محروم ہی رہیں گے۔

حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری زبدہ شرح قصیدہ بردہ میں اس شعر کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ علم لوح سے مطلب قُدسی نقوش اور غیبی صورتیں ہیں، جو اس پر ثبت ہیں اور علم قلم سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وہ امانتیں جو اُس نے اپنی مرضی سے محفوظ رکھیں۔ لوح وقلم کے علوم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے پناہ علوم کا ایک حصہ یا ذرہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علموں کی بہت سی قسمیں ہیں۔ کلیات، جزئیات، حقائق و دقائق اور عوارف ومعارف جنہیں ذات اللہ تعالیٰ سے تعلق ہے۔ لوح وقلم کا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم مکتوبہ پر حاوی نہیں، ہاں! لوح وقلم کا علم حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم کی ایک

[1]...... ملک العلماء، بحر العلوم ابو العیاش عبد العلی محمد لکھنوی قدس سرہٗ نے حاشیہ شرح میر زاہد رسالہ قطبیہ کہ بیان تصور وتصدیق میں ہے، اس کے خطبہ میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح سرائی میں فرمایا: جس کی عبارت یہ ہے اور انہیں بعض وہ علوم سکھائے جن پر قلم اعلیٰ حاوی نہ ہوا اور لوح اوفی ان کا احاطہ نہ کر سکی، زمانہ نے روز ازل سے نہ ان جیسا پیدا کیا، نہ ابد تک ویسا پیدا ہو، تو نہیں ہے سارے آسمانوں اور زمین میں اس کا کوئی جوڑ۔ ۱۲ منہ غفرلہ

سطر ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علموں کے سمندروں کی ایک نہر ہے، پھر یہ علوم لوح وقلم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات کا نتیجہ ہیں۔

ناظرین کرام! علامہ بوصیری اور حضرت ملا علی قاری کی تشریح وتفصیل سے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم کی وسعت کا انداز ہوتا ہے مگر حق کی روشنی سے روگرداں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کے منکروں پر یہ بات تسلیم کرنا کتنا گراں ہے؟ اور کس قدر دشوار ہے؟

نظر پنجم

قارئین کرام میری گزارشات سے مسئلہ کی حقیقت کو پا گئے ہوں گے اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہوں گے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم کے اظہار میں نہ تو اللہ تعالیٰ کے علوم سے برابری کا شبہ ہوتا ہے، نہ شرک کا شک۔ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم کو اللہ تعالیٰ کی عطاء کے بغیر تسلیم نہیں کرتے، یہ خود بخود حاصل نہیں ہوتے، اللہ تعالیٰ نے عطا کیے اور فضل عظیم فرمایا۔ ہم حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سارے علوم اللہ تعالیٰ کے علوم کا بعض ہی مانتے ہیں، مگر ہمارے بعض اور معاندین کے بعض میں زمین آسمان کا فرق ہے، وہابیہ کا بعض[1] عداوت وتحقیر کا بعض ہے اور ہمارا بعض عظمت وتمکین کا بعض ہے۔ اس بعض کی قدر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، اسی نے اس بعض کو اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر انعام فرمایا ہے۔

قرآن وحدیث اور اقوال صحابہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم

ہم نے ناظرین کی خدمت میں سابقہ گزارشات کے علاوہ قرآن وحدیث اور ائمہ سلف وخلف کے اقوال کو پیش کیا ہے اور مستند دلیلیں قائم کی ہیں۔ بزرگان امت کے اقوال کی روشنیوں نے ہمارے دل ودماغ کو منور کر دیا ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بلند صفات کا مشتاق بنا دیا ہے۔ میں نے وہ تمام باتیں ذکر کر دی ہیں جسے عقل ودانش

---

[1]…… یعنی وہ بعض کہ وہابیہ (اللہ انھیں رسوا کرے) نے بکا، وہ بعض کی اور ذلت کا ہے، (بغض) رکھنے کے باعث ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل سے، ان سے صادر ہوا، پہنچانے والا توہین شان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اور ہمارا (بعض) یعنی وہ بعض جیسے ہم کہتے ہیں بحمد اللہ تعالیٰ وہ بعض عظمت ہے۔ بڑی عظمت۔ بڑی جلالت والا، وہ بعض ہے کہ جس کی قدر کا اندازہ نہیں جانتا مگر اللہ تعالیٰ اور پھر وہ جس کو اس نے عطا کیا کیونکہ سارا ما کان وما یکون (جو ہوا اور جو ہوگا) صرف ایک بوند ہے اس عظیم بعض کی جو صادر ہوا نہایت جلالت والی عزت سے ہمارے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بارگاہ الٰہی میں اور اونچے سے اونچا مقام اللہ تعالیٰ کے عطا فرمانے سے انھیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مقامات بلند وبالا میں ۱۲ منہ

قبول کرے۔ اگر اس موضوع پر آپ علوم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چھلکتے سمندروں اور چمکتے ہوئے چاندوں کو دیکھنے کے خواہاں ہوں تو میری کتاب "مَالِئُ الجیب بعلوم الغیب" ۱۳۱۸ھ اور اللُّؤْلُؤُ الْمَكْنُوْنُ فِيْ عِلْمِ الْبَشِيْرِ مَا كَانَ وَمَايَكُوْنُ "کا مطالعہ کریں۔ پھر میری ایک اور کتاب "اَنْبَاءُ الْمُصْطَفٰى بِحَالِ سِرٍّ وَّاَخْفٰى ۱۳۱۸" زیرِ نگاہ رکھیں۔ مجھے یقین ہے آپ کی دلی تمنا پوری ہو جائے گی اور ایمان تازہ ہو جائے گا۔

صحیح بخاری کی حدیث سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قَالَ قَامَ فِيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ ۔

(بخاری: کتاب بدء الخلق)

ترجمہ: ایک بار حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ پڑھنے اٹھے تو آپ نے ہمیں ابتدا سے آخر تک، ازل سے قیامت تک سب احوال کی خبر دی۔ یہاں تک جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں جائیں گے۔ ہمیں خبر دے دی"۔

صحیح مسلم کی حدیث میں عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

فِيْ خُطْبَتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مِنَ الْفَجْرِ اِلَى الْغُرُوْبِ وَفِيْهِ فَاَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا۔

(مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعہ)

"حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح سے غروب آفتاب تک خطاب فرمایا۔ اس میں یہ لفظ خاص طور پر ہیں "جو کچھ دنیا میں قیامت تک ہونے والا ہے، اس سب کی تمہیں خبر دے دی ہے، ہم میں سے زیادہ علم اسے ملا جسے زیادہ یاد رہا"۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم شریف کی حدیث میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ

قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَقَامًا تَرَكَ شَيْئًا

يَكُوْنُ فِيْ مَقَامِهِ ذٰلِكَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ۔

(مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعہ)

ترجمہ: ''ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خطبہ پڑھنے کے لیے اٹھے۔تو آپ نے وقت قیام سے قیام قیامت تک کے تمام جو کچھ ہونے والا ہے۔ہمیں بتادیا حتیٰ کہ کچھ بھی باقی نہ چھوڑا''۔

ترمذی شریف کی حدیث میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے۔حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

فَرَاَيْتُهٗ عَزَّوَجَلَّ وَضَعَ كَفَّهٗ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدتُّ بَرْدَ اَنَامِلِهٖ بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَتَجَلّٰى لِيْ كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ۔ (ترمذی، ابواب التفسیر)

ترجمہ: میں نے رب جلیل کو دیکھا، اس نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا، جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی، مجھ پر تمام چیزیں روشن ہوگئیں اور میں نے پہچان لیا۔

بخاری و ترمذی اور ابن خزیمہ پھر ان کے بعد ائمہ نے اس حدیث کی تصدیق کی ہے۔پھر تصحیح فرماتے ہوئے تشریح بھی کی ہے۔

زمین و آسمان کا علم

ترمذی کی حدیث میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔

فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَفِيْ اُخْرٰى فَعَلِمْتُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔ (ترمذی، ابواب التفسیر)

ترجمہ: میں نے آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے سب کو جان لیا۔ایک اور مقام پر فرمایا: میں نے مشرق و مغرب تک جو کچھ ہے، معلوم کرلیا۔

مسند امام احمد، طبقات ابن سعد، معجم کبیر طبرانی کی حدیث صحیح سند سے ابو ذر

غفاری رضی اللہ عنہ کی زبان سے بیان کی گئی ہے۔ پھر ابویعلیٰ اور ابن منیع اور طبرانی میں ابودرداء رضی اللہ عنہ کی روایت دونوں صاحبوں نے فرمایا: کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں اس حال میں چھوڑا کہ ہوا میں پر مارنے والا کوئی پرندہ نہ تھا جس کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نہ فرمایا ہو۔

سورج گرہن کی حدیث صحیحین میں موجود ہے۔

مَامِنْ شَیْءٍ لَمْ اَکُنْ اُرِیْتُہٗ اِلَّا رَاَیْتُہٗ فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا۔

ترجمہ: جو چیز اب تک میرے دیکھنے میں نہ آئی تھی۔ میں نے اب اسے اپنے مقام میں دیکھا[1]

حدیث پاک[2] کے یہ الفاظ ہم اس سے پہلے بھی بیان کر آئے ہیں کہ بیشک اللہ

---

[1]...... امام قسطلانی نے ارشاد الساری شرح صحیح بخاری کے کتاب العلم میں لکھا ہے، اس شئے میں جس کی روایت عقلاً صحیح ہے جیسے رویت باری تعالیٰ اور اس کا تعلق عقلی ہے، یا دین کے کسی امر سے ہے۔ باستثنائے عورات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم ومشاہدہ میں آئی تھیں۔

اس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اس روایت کا ذکر کرنا بھی مناسب سمجھتے ہیں۔ جس میں آپ کو زمین وآسمان دکھائے گئے، تو آپ کی نگاہ ایک ایسے شخص پر پڑی جو زنا کر رہا تھا۔ پھر ایک اور پر نگاہ پڑی اور پھر تیسرے پر نگاہ پڑی۔ اس روایت کو عبد بن حمید، وابوالشیخ اور بیہقی نے شعب الایمان میں، عطا سے اور سعید بن منصور اور ابن ابی شیبہ نے اور ابن المنذر نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان فرمائی کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے سات آدمیوں کو ایک فاحشہ عورت سے زنا کرتے دیکھا۔ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو عبد بن حمید، ابن ابی حاتم، شہر بن حوشب سے دوبارہ نماز کسوف کے متعلق باب صلوۃ النساء مع الرجال میں بیان فرمایا ہے کہ کوئی چیز اشیاء میں سے ایسی نہیں (جسے میں نے نہ دیکھا ہو) جسے میں نے اُن آنکھوں سے نہ دیکھا ہو۔ یہ لفظ کا اس کے عموم پر جاری کرنا ہے اور یہی صحیح ہے اور کدورت سے صاف ہے۔

[2] ...... امام قسطلانی نے ارشاد الساری شرح صحیح بخاری کتاب العلم میں فرمایا یعنی اس شے میں سے جس کی رویت عقلاً صحیح ہے۔ جیسے رویت باری تعالیٰ اور لائق ہے، عرفاً یعنی وہ جس کا تعلق امر دین وغیرہ سے ہوا اھ۔ اور گویا کہ وہ رحمۃ اللہ علیہ اشارہ فرماتے ہیں استثنائے عورات کی طرف۔ اقول: لیکن تخصیص عرفی مَا یَلِیْقُ کے ساتھ لائق رویت عرفیہ ہے اور عرف تو، عرفیہ ہی میں ہے، رہی کشفیہ تو یہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں، جب انھیں ان کے رب نے دکھائے آسمان وزمین کے ملک تو انھوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ زنا کر رہا ہے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا کو پیش کیا تو میں نے اس کی ہر چیز (جو کچھ قیامت تک آنے والی ہے) کو ایسے دیکھا جیسے اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔ اس حدیث پاک کے علاوہ بے شمار ایسی احادیث موجود ہیں اور وہ تواتر سے محدثین، ائمہ، علماء اور فقہاء بیان کرتے چلے آئے تھے۔ قصیدہ بردہ کا یہ شعر اہل ایمان کے لیے روشنی کا سر چشمہ ہے۔

وَ مِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ۔

ترجمہ: "آپ کے علم کے سامنے لوح و قلم کا علم ایک ذرہ ہے۔"

زمین و آسمان کے کلی علوم

حضرت علامہ ملا علی قاری قدس سرہ الباری کی وضاحت اور شرح کے بعد ہم حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان ارشادات کو ہدیہ ناظرین کرنا چاہتے ہیں جنہیں حضرت محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شرح مشکوۃ میں بیان کیا ہے۔

(بقیہ پچھلے صفحہ سے حاشیہ نمبر۲)...... پھر دوسرے پھر تیسرے کو دیکھا کہ زنا کر رہا ہے۔ اسے روایت کیا عبد بن حمید اور ابوالشیخ اور بیہقی نے "شعب الایمان" میں عطا سے اور سعید بن منصور اور ابن ابی شیبہ وابن المنذر وابوالشیخ نے سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے اور ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے سات شخص یکے بعد دیگرے ایک فاحشہ سے (منہ کالا کرتے) دیکھے، اسے روایت کیا عبد بن حمید وابن ابی حاتم نے شہر بن حوشب سے۔ علامہ قسطلانی نے دوبارہ کسوف باب صلاۃ النساء مع الرجال میں فرمایا۔ فرمایا: کہ کوئی شے) اشیاء سے ایسی نہیں (کہ یقیناً جسے میں نے نہ دیکھا تھا مگر میں نے قطعاً اسے دیکھ لیا) برویت چشم اھ۔ تو یہ لفظ کا اس کے عموم پر جاری کرنا ہے اور یہی صحیح اور کدورت سے صاف ہے ۱۲ منہ غفرلہ جدیدہ

میں نے یہ اس سے زیادہ کہا کہ فقیر نے یہ کتاب مکہ معظمہ میں دو دن کے آٹھ گھنٹے میں تصنیف کی، علاوہ نظر سادس کے کہ بعد کو زائد کی گئی اور اس وقت میرے پاس کوئی کتاب نہ تھی' جیسا کہ میں نے خطبہ میں تحریر کیا تو مجھے اس لفظ میں جو "الا" سے پہلے ہے۔ تردد واقع ہوا، آیا وہ 'اُرِیتُہٗ' ہے یا 'اُرِیْتُ' تو ان میں سے میں نے ایک ذکر کر دیا اور کہہ دیا یا جیسے انہوں نے فرمایا، پھر جب میں اپنے وطن واپس آیا اور مطالعہ کتب کا اتفاق ٹھہرا تو میں نے صحیح مسلم میں دونوں جگہ پہلا لفظ بزیادتی لفظ قد پایا۔ یعنی "اِلَّا قد رایتہ" اور صحیح بخاری میں متفرق الفاظ سے اور انھیں میں سے ہے جو کتاب میں تحریر ہوا۔ ۱۲ منہ غفرلہ جدیدہ

آپ لکھتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ میں نے زمین و آسمانوں کے درمیان جو کچھ ہے، اسے معلوم کر لیا ہے۔ اس حقیقت کا ترجمان ہے کہ آپ تمام علوم کلی اور جزئی سے واقف تھے، اور آپ نے ان تمام علوم کا احاطہ فرما لیا تھا جو ارض و سموات سے متعلق ہیں۔

علامہ خفاجی شفا شریف کی شرح نسیم الریاض میں اور علامہ زرقانی نے شرح مواہب اللدنیہ میں حضرت ابوذر اور ابودرداء رضی اللہ عنہما کی روایت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔ زمین و آسمان کے درمیان کوئی ایسا پرندہ نہیں جس کے احوال و تفصیلات کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر نہ دی ہو۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمین و آسمان کے ذرے ذرے کے بارے میں وضاحت فرمادی تھی اور کوئی مجمل اور مفصل بات باقی نہیں تھی، جسے آپ نے بیان نہ فرمایا ہو۔

امام احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ مواہب میں فرماتے ہیں۔ اس بات میں ذرہ بھر شبہ نہیں کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے بھی زیادہ علم دیا ہے اور حضور پر تمام اگلے پچھلے لوگوں کے حالات اور علوم افشاء فرمادیئے تھے۔

حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

وَسَعَ الْعٰلِمِیْنَ عِلْمًا وَحِلْمًا۔

ترجمہ: محیط جملہ عالم علم و حلم مصطفائی ہے

امام ابن حجر مکی "شرح افضل القریٰ لقراء ام القریٰ" میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سارے جہاں کا علم عطا فرمایا، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سابقہ اور آئندہ لوگوں کے تمام حالات معلوم کر لیے۔

نسیم الریاض میں مزید وضاحت کی گئی ہے کہ تمام مخلوقات آدم علیہ السلام سے قیام قیامت تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ میں لائی گئی۔ تو آپ نے ایک ایک کو پہچان لیا۔ حضرت

آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے اسماء سکھائے گئے، تو آپ تمام اسماء کے عالم ہو گئے تھے۔

امام قاضی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، پھر علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے تیسیر شرح جامع صغیر میں لکھا ہے کہ جب پاک جانیں بدن سے جدا ہوتی ہیں تو عالم بالا میں پہنچ جاتی ہیں۔ ان کے سامنے کوئی پردہ نہیں رہتا۔ تمام حجابات ختم ہو جاتے ہیں، وہ تمام کائنات کے معاملات اور نظاروں کو ایسے جانتی اور دیکھتی ہیں، جیسے سب کچھ ان کے سامنے ہو رہا ہو۔

احوال امت پر نگاہ

امام ابن حاج مکی رحمۃ اللہ علیہ نے مدخل میں اور امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مواہب میں فرمایا کہ ہمارے علماء کرام کا عقیدہ ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات و وفات میں کوئی فرق نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کو اپنی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان کے تمام حالات سے باخبر ہوتے ہیں۔ ان کی نیتوں پر واقفیت ہوتی ہے، ان کے ارادوں اور دلوں کی تمناؤں کو جانتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک ایک کر کے روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ آپ کے مشاہدے سے ایک چیز بھی پوشیدہ نہیں رکھی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا۔ (الاحزاب:۴۵)

ترجمہ" :اے نبی! ہم نے آپ کو حاضر و ناظر بنا کر بھیجا ہے۔"

قاضی عیاض شفا شریف میں لکھتے ہیں کہ جب تم خالی گھر (مکان) میں داخل ہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام عرض کیا کرو۔ علامہ ملا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پاک تمام مسلمانوں کے گھروں میں موجود ہوتی ہے۔

اوّل و آخر، ظاہر و باطن کا علم

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوت میں فرماتے ہیں کہ آدم

علیہ السلام سے لے کر صور اسرافیل تک جو کچھ بھی ہوا یا ہونے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر واضح کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ اوّل سے آخر تک تمام احوال ظاہر کر دیے گئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم میں یہاں تک وسعت دی گئی کہ اللہ تعالیٰ کے کام، احکام، صفات اسماء، افعال و آثار کے علاوہ تمام علوم ظاہر و باطن، اوّل و آخر آپ کے سامنے رکھے گئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت کریمہ کے مصداق تھے۔

وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ○ (یوسف:۷۶)

ترجمہ: ''کہ ہر علم والے کے اوپر علم والا ہے۔''

وصلی اللہ تعالیٰ علیه وعلی اله واصحابه وبارك وسلم ۔

اَقُوْلُ: مندرجہ بالا آیت کریمہ عام ہے۔ اس میں کسی خاص شخصیت کی تخصیص نہیں کی گئی۔ اگر یہ بات تمام ارباب علم کے لیے مانی جائے تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہیں۔ اگر دنیائے ارضی پر نگاہ کی جائے تو اہل علم میں سے ہر ایک دوسرے سے ممتاز و اعلیٰ ہے۔ مگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بلند اور اعلم تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کریمہ ہے اور ذی علم کے لفظ کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات پر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ تنکیر بعضیت پر دلایت کرتی ہے، تو تخصیص کی کوئی حاجت نہیں رہتی۔[1]

شاہ ولی اللہ دہلوی اپنی کتاب فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں ۔ مجھے حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ کی حاضری کے دوران یہ فیضان ہوا کہ انسان ایک مقام سے مقام اقدس

[1]...... یہ میں نے کہا تھا جو میرے ایمان نے میرے رب کے ساتھ مجھے سکھایا' پھر میں نے علامہ بیہقی کی کتاب ''الاسماء والصفات'' میں دیکھا' انہوں نے فرمایا: استاذ ابوالنصر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، بلاشبہ ہم اللہ تعالیٰ کو تنکیر کے ساتھ ذو علم نہ کہیں گے، ذو العلم ہی کہیں گے، الف لام تعریف کے ساتھ۔ جیسے ہم ذو جلال و اکرام نہ کہیں گے۔ بلکہ ذوالجلال والاکرام (الف لام تعریف کے ساتھ) کہیں گے۔ اھ۔ اور میں نے اس پر بسط کے ساتھ کلام کیا اور یہ کہ کہاں تنکیر ممنوع ہے؟ اور کہاں ممنوع نہیں؟ جیسے ذو مغفرہ اور ذو رحمۃ اور ان کے ماسوا اور یہ کہ ذو فضل علی الناس کہا جائے گا اور ذوالفضل نہ کہا جائے گا، مع بیان وجوہ اپنے رسالہ میں کہ اسمائے حسنیٰ کے ذکر میں ہے۔ ۱۲ منہ غفرلہ

تک کس طرح ترقی کرتا ہے؟ اور اس مقام قدس پر ہر چیز اس پر روشن ہو جاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واقعہ معراجیہ میں مقام قدس کی تمام بلندیاں اور وسعتیں بدرجہ اعلیٰ واتم پائی جاتی ہیں۔

ہم مندرجہ بالا سطروں میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے مختلف مقامات کو پیش کر آئے ہیں۔ اللہ کے کلام کا فیصلہ اور اس بلند و بالا عدالت کا فیصلہ برحق ہے۔ قرآن بناوٹی یا مصنوعی بات نہیں کہتا۔ وہ سابقہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے، ہر ایک چیز کی تفصیل بیان کرتا ہے۔ اس میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی، قرآن عظیم گواہ ہے اور اس کی گواہی سب پر بھاری ہے، وہ ہر چیز کا تبیان ہے، تبیان وہ روشن اور واضح بیان ہوتا ہے جس میں کوئی چیز پوشیدہ نہ رہے،[1] ازیادت لفظ زیادت معنی پر دلیل ہوتی ہے، بیان کے لئے ایک تو

[1]...... بعض معاصرین نے کہا کہ مراد بیان واضح سے ذکر کئے ہوئے قضایا کی بہتائیت ہے، تو مراد مبالغہ ہے باعتبار کیت کے، نہ باعتبار کیفیت اور کہا کہ اسکی نظیر ان کا قول ہے، فلاں اپنے غلام کے لئے ظالم ہے اور اپنے غلاموں کے لئے ظلام ہے اور اسی طرح پر محمول کیا۔ بعض نے آیہ کریمہ "وما ربك بظلام للعبيد" کو، اقول تیری جان کی قسم! یہ تاویل نہیں۔ شدید تحویل ہے، قرآن عظیم کے معنی الٹ پلٹ کر دینا اور ظلام للعبید پر قیاس مردود بعید کیونکہ تبیان کی اضافت ہر ہر فرد کی جانب ہے، اگرچہ وہ احکام دینی ہی میں سے ہوں، بر بنائے زعم تخصیص تو وہ کثرت حاصل نہ کرے گا۔ متعلقات کی کثرت سے جیسے ظلم نے "ظلام للعبيد" میں حاصل کرلی، کثیرین کے تعلق سے تو "ما نحن فيه ظلام للعبيد" جیسا نہیں، بلکہ یوں کہے جانے کی مثل ہے کہ "ظلام لكل منهم" اور اس میں اس مزعوم کی گنجائش نہیں جیسا کہ مخفی نہیں، پھر جب بیان میں مبالغہ کا تعلق فرداً فرداً ہر ایک سے ہوا تو کم و کیف کا فرق مفید نہ ہو؟ اور کیسے ہو حالانکہ ہر شے یا ہر حکم دینی جب اس سے بیانات کثیرہ کا تعلق ہو تو لازم کردے گا۔

اس کے لئے نہایت ایضاح کو اور یہی مقصود ہے۔ پھر علاوہ بریں ایک اور بات تھی؛ جس کی طرف اسکا ذہن رسا نہ ہوا، اور نہ اسے ہر گز پستہ کرتا، وہ یہ کہ اس صورت میں عیاذاً باللہ وہ یقیناً اللہ تعالیٰ پر افترا کی طرف رجوع کر جائے گا کہ اس نے قرآن عظیم میں بار بار اس لئے بیان کیا۔ تاکہ بیان کو کثرت کی عارضی ہو جائے۔ اور یہ آنکھوں دیکھے صریح غلط۔ پھر یہ مراد باطل ہونے کے ساتھ اصلاً کسی روایت میں نہیں اور نہیں ہے اعتبار اس ذلت کا جو قریب میں پیدا ہوئی، تو یوں حکم کرنا کہ اللہ کی یہی مراد ہے، وہی تفسیر بالرائے اور وہی ہر حکم سے ممنوع ہے، اللہ تعالیٰ پر اس کی شہادت ہے کہ اس نے اس لفظ سے یہی مراد لئے۔ باوجودیکہ بطلان پر دلیل قائم ہے۔ کجا دلیل ظنی کا بھی اس کی صحت پر قائم نہ ہونا۔ بجائے قیام دلیل قطعی کے، تو اسے چاہیے کہ اسی مصداق قول امام ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ سے سخت سے سخت تر بتائے، لیکن ہم سوال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے سب اپنوں کے لیے بخشش و عافیت کا۔ ۱۲ منہ غفرلہٗ

بیان کرنے والا ہوتا ہے جو خود اللہ تعالیٰ کی ذات کریمہ ہے، دوسرا وہ جس کے بارے میں بیان کیا جائے، اور وہ وہ ہیں جن پر قرآن پاک اتارا گیا، ہمارے آقاء و مولا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اہلسنت کے نزدیک ہر موجود چیز کو شئے کہا جاتا ہے۔ اس میں جملہ موجودات شامل ہیں۔ فرش سے عرش تک۔ شرق سے غرب تک، ذاتیں، حالتیں، حرکات و سکنات۔ پلک کی جنبش، نگاہوں کی رسائی اور نارسائی۔ دلوں کے احوال و خطرات، ارادے غرضیکہ ہر چیز جو کچھ ہو چکا اور ہونے والا ہے، لوح محفوظ میں تحریر شدہ، تمام خزانے، تمام کی تمام چیزیں قرآن پاک کے صفحات میں موجود ہیں۔ قرآن ان چیزوں کا روشن بیان اور مفصل ذکر کرتا ہے۔ لوح کی تمام تحریریں قرآن نازل کرنے والا جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

۱۔ كُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ۔ (القمر:۵۳)

ترجمہ: ''ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔''

۲۔ كُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ○ (یٰسین:۱۲)

ترجمہ: ''ہر چیز ہم نے ایک روشن پیشوا میں گن دی ہے۔''

۳۔ وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ ۔ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○ (الانعام:۵۹)

ترجمہ: ''زمین کی اندھیریوں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر و خشک مگر ایک روشن کتاب میں ہے۔''

یہ ساری چیزیں قرآن کی صورت میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی ہیں۔

مقامات علوم مصطفیٰ

آیات بالا کے علاوہ احادیث کے خزانے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم سے بھرے پڑے ہیں۔ روز ازل سے آخر تک جو کچھ ہوا، جو کچھ ہوگا۔ سب لوح محفوظ میں

درج ہے۔ ابد تک کے تمام حالات اس میں موجود ہیں۔ بیضاوی شریف میں ہے کہ ازل وابد کا معاملہ متناہی ہے۔ کیونکہ غیر متناہی چیزیں اور ان کی تفصیل ازل وابد کے پیمانے میں نہیں سماسکتیں[۱]۔

اہل نظر وایمان پر یہ چیز پوشیدہ نہیں کہ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ اسی کو کہتے ہیں۔ علم اصول میں یہ بات واضح کردی گئی ہے کہ نکرہ مقام نفی میں عام ہوتا ہے[۲] تو جائز نہیں کہ اللہ

[۱] ...... اس موضوع کی تفصیل نظر اوّل میں زیادہ وضاحت سے گزر چکی ہے، عرش وفرش دو حدیں ہیں، پہلے دن سے آخری دن تک دو حدیں ہیں، یہ تمام زمان ومکان میں گھری ہوئی ہیں، یہ تمام متناہی چیزیں ہیں، اگرچہ بعض حضرات کو تعجب آتا ہے کہ لوح وقلم، عرش وفرش ازل وابد کیسے محیط ہوسکتے ہیں؟ مگر جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے غیر متناہی علوم کا تصور واضح ہوچکا ہے، انہیں کوئی تردد نہیں۔ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کے بے حد وحساب سمندروں کے علوم سے ایک کتاب، ایک قطرہ ہے، اس کے غیر متناہی خزانوں سے باعتبار الفاظ متناہی خزانہ ہے، بعض لوگ اس مقام پر آکر رک جاتے ہیں، ان کی عقلیں جواب دے جاتی ہیں۔ اس میں غیوب خمسہ کا بیان ہے، اس میں لوح کی تحریر کا بیان ہے، اس میں مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ کا بیان ہے۔ یہ ساری متناہی چیزیں ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم کا ایک حصہ ہیں۔ قرآن نزول کے اعتبار سے متناہی ہے، آیات ایک متناہی امر کی طرف دلالت کرتی ہیں، اس نکتہ کو اس وقت تک ذہن نہیں سمجھ پاتا جب تک لامتناہی علوم کے متعلق واقفیت حاصل نہ ہو اور حقیقت یہ ہے کہ یہ محتاج بیان نہیں ہے، مگر بعض لوگ اپنی کم فہمی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم متناہیہ کو غیر متناہی سمجھ کر اعتراف حقیقت سے رک جاتے ہیں۔

[۲] ...... اقول: خلاف ہم پر مخفی نہیں، لیکن جب اللہ کی نہر آئی تو نہر معقل باطل ہوگئی اور سخت قصور نظر ادعائے اتفاق ہے۔ تخصیص پر تو یہ اس کی بات ہے، جس نے ایک چیز یاد رکھی اور بہت سی اس سے غائب ہوگئیں۔ امام جلیل القدر سے میں نے اپنی تفسیر میں، پھر علامہ جمل نے فتوحات الٰہیہ میں زیر آیت کریمہ "مافرطنا فی الکتاب من شئی" فرمایا: جس کی عبارت یہ ہے، کتاب سے مراد میں مفسرین مختلف ہوئے، کسی نے لوح محفوظ کہا اور اس قول پر عموم ظاہر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ماکان ومایکون (جو ہوا اور جو ہوگا) سب تحریر فرمایا اور کسی نے قرآن کہا، تو اس قول پر عموم باقی ہے۔ بعض نے کہا، ہاں! اور بلاشبہ جمیع اشیاء قرآن کریم میں مکتوب ہیں یا صراحتًا یا اشارۃً اور بعض نے کہا مراد خصوص ہے اور شے سے مراد مکلفون کو جس کی حاجت ہو، اھ اور تفسیر خازن کے لفظ یہ ہیں کہ مراد کتاب سے قرآن ہے یعنی یہ کہ قرآن عظیم جمیع احوال پر حاوی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "تفصیل الکتاب لاریب فیہ" جلالین میں فرمایا: کتاب کی تفصیل بیان روشن ہے اس کا جسے اللہ تعالیٰ (بقیہ صفحہ ۷۸ پر)

تعالیٰ نے اپنے کلام میں کوئی چیز چھوڑ دی ہو۔ کل کا لفظ تو عموم پر ہر نص سے زیادہ نص ہے۔ تو روا نہیں کہ بیان روشن اور تفصیل سے کوئی چیز رہ گئی ہو۔ یہ بات ثابت ہوگئی کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام ماکان وما یکون کو جانتے ہیں[1] اور جب یہ بات طے شدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم قرآن کریم سے مستفاد ہے اور کتاب میں ہر ہر چیز کا بیان روشن اور مفصل ہے۔ یہ کتاب کریم کی صفت ہے کہ اس میں ہر ایک چیز موجود ہے۔ ہر صورت، ہر آیت اور ہر پارہ بیک وقت نہیں اترا تھا۔ بلکہ قرآن پاک کا نزول پورے تیئس سال میں ہوا تھا، جوں جوں کوئی آیت کریمہ اترتی، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ جب قرآن پاک مکمل ہوگیا، حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم کی بھی تکمیل ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی نعمت تمام کردی۔ قرآن پاک کے نزول سے پہلے سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر مجمل رہا اور مفصل بیان نہ کیا گیا۔ پھر اولو العزم انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات سامنے آنے لگے۔ اگرچہ منافقین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے بارے میں خفیہ بدزبانی کرتے تھے۔ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی معاملہ میں توقف فرماتے یا تردد فرماتے تو

---

[1] ...... بعض علماء مدینہ کریمہ نے بطور معارضہ ارشاد الٰہی "تفصیلا لکل شیئ" کی کہ دربارہ توریت مقدس ہے، پیش کیا تو میں نے کہا، کیا کوئی دلیل توریت میں تخصیص پر قائم ہے یا نہیں، شق ثانی پر انکار کی کیا وجہ اور شق اوّل پر قیام کی دلیل دربارہ حضرت کلیم جلیل کیونکر ہوگا قیام دلیل دربارہ محبوب جمیل علیہم الصلوٰۃ والتسلیم مع التکریم والتبجیل اور تخصیص کسی لفظ کی ایک مقام پر لازم نہیں کرتی، دوسرے مقام میں بلادلیل تو سکوت کیا اور کوئی بات نہ کہہ سکے اور میں اب کہتا ہوں کہ ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے الواح کو ڈال دیا، تو ہدایت ورحمت رہ گئی اور تفصیل اٹھ گئی اور ابو معبد وابن منذر نے ان سے روایت کی کہ سعید ابن جبیر نے کہا، الواح توریت زمرد کی تھیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب انھیں ڈال دیا، تفصیل اٹھ گئی اور ہدایت ورحمت باقی رہ گئی اور یہ آیت تلاوت کی "وکتبنا له فی الالواح من کل شیئ موعظة وتفصیلا لکل شیئ، اور ہم نے الواح میں ہر شے لکھدی نصیحت کے لئے اور تفصیل واسطے ہر شے کے اور یہ آیت پڑھی" ولما سکت عن موسی الغضب اخذ الالواح وفی نسختها هدی ورحمة" اور جب خاموش ہوگیا موسیٰ کا غصہ، لے لیں الواح اور اس کے نسخہ میں ہدایت ورحمت ہے اور کہا کہ یہاں تفصیل کا ذکر نہ کیا، پس سرے سے شبہ منقطع ہوگیا۔ ۱۲ امنہ غفرلہ مدینہ

منافقین بغلیں جھانکتے کہ حضور علیہ السلام تو (معاذ اللہ) بے خبر ہیں، حتی کہ وحی آتی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم میں اضافہ ہوتا۔ یہ بات نہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم میں نقص کی دلیل ہے، نہ قرآن پاک کی آیات کے خلاف ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقائص علمیہ میں آج کے وہابیین جتنی دلیلیں پیش کرتے ہیں[1] اور کسی واقعہ یا قصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاموشی اختیار کرنا یا تامل کرنا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے علمی پر صادر کرتے ہیں۔ یہ ان کی احمقانہ اور جاہلانہ عادت ہے، حالانکہ ایسے تمام واقعات کو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عدم واقفیت پر قیاس کرنا جہالت کی علامت ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں، وہابیہ حضور علیہ السلام کے علم کے نقائص بیان کرتے وقت جو دلیلیں لاتے ہیں وہ بے وزن اور بیکار ہیں، بفرض محال اگر کوئی ایسا واقعہ درپیش ہوا جہاں نزول وحی کے بعد بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی واقعہ پر خاموشی اختیار کی ہو، تو پھر بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقص علم پر قطعی دلیل نہیں۔ اگر میں یہاں کتب اصول سے ائمہ کرام کے دلائل کو پیش کروں تو اس کا شمار ہی نہیں رہتا۔ آج ہندوستان میں وہابیہ کے پیشوا رشید احمد گنگوہی اپنی کتاب ''براہین قاطعہ'' جسے وہ اپنے شاگرد خلیل احمد انبیٹھوی سے منسوب کرتا ہے۔ اس نے خود تسلیم کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علوم غیبیہ

---

[1] ...... وہابیہ کی جہالت کی دلیلوں میں سے ایک یہ بھی ہے۔ جو حدیث شفاعت سے پیش کرتے ہیں ''تو میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اپنے رب کی حمد وثناء بیان کروں گا، وہ مجھے تعلیم فرمائے گا''۔ اس میں بے علمی کی کونسی دلیل ہے یہاں تو ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علمی فضیلت میں مزید اضافہ ہوتا دکھائی دیتا ہے، کہ قیامت کے دن بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صفات الٰہیہ کا ظہور ہوگا اور آپ پر وہ اسرار منکشف ہوں گے جو آپ کی ظاہری زندگی میں نہیں ہوئے تھے، یہ بھلا کونسی وجہ نزاع ہے۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم ذات وصفات الٰہیہ کا محیط نہیں، متناہی کا لامتناہی کو گھیر لینا محال ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم جدیدہ ابدالآباد تک ذات وصفات الٰہیہ کے متعلق بڑھتے رہیں گے، اور کنہ الٰہی تک نہ پہنچ سکیں گے اور کبھی محیط نہ ہوں گے، جو علوم حاصل ہو جائیں، وہ متناہی ہیں۔ باقی لامتناہی ہیں، اس میں نہ ہمارے دعویٰ کے خلاف کوئی دلیل ہے اور نہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم میں نقص کی کوئی علامت۔

غیبیہ سے نوازا ہے مگر اس تسلیم شدہ حقیقت کو بھی دبے دبے لفظوں میں اعتراف کے طور پر لکھا ہے۔

عقائد کے مسائل

عقائد کے مسائل قیاسی نہیں ہوتے جو قیاس سے ثابت ہو جائیں بلکہ قطعی ہوتے ہیں اور قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں، یہاں نصوص مراد ہیں۔ لہٰذا اس کا اثبات اس وقت قابل التفات ہوگا، جب مؤلف قطعیات سے اس کو ثابت کرے گا اور اعتقادیات میں قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے، نہ کہ ظنیات صحاح کا۔ احاد صحاح بھی معتبر نہیں، چنانچہ فن اصول میں مبرہن ہے"۔

اس عبارت پر وہابیہ کا حال کھل کر سامنے آ گیا ہے اور حق واضح ہو گیا ہے ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ گنگوہ کے وہابی اور دیوبند اور دہلی کے وہابیہ اور دوسرے بے ادب نامہذب گنوار سب کے سب مل کر ایک نص ایسی لے آئیں جس کی دلالت قطعی ہو اور افادہ یقینی ہو، اور ثبوت جزمی جیسے قرآن پاک کی آیت پر متواتر حدیث جو یقینی قطعی حکم کرتی ہے کہ تمام نزول کے بعد بھی کوئی واقعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات بابرکات پر مخفی رہا ہو، یا حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو معلوم ہی نہ ہوا ہو،[1] یہ علیحدہ بات ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معلوم تو تھا مگر آپ نے بیان نہ فرمایا ہو۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس ایسے ہزاروں لاکھوں علم ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو معلوم تھے مگر ان کے اظہار کا حکم نہ تھا۔ ہو سکتا ہے کہ بعض علوم ذہن سے اتر گئے ہوں۔ اور آپ کی توجہ مبارکہ کسی اہم اور اعظم امر پر مبذول ہو۔ ذہن سے اترنا علم کی نفی نہیں ہے، بلکہ اہم علوم کی طرف متوجہ ہونے کی دلیل ہے۔

---

[1]...... یہ اشارہ ہے ایک نفیس حسین جلالت والے کلام کی طرف جسے ہم نے مفصل طور پر "اللؤلؤ المکنون" میں خوب تفصیل سے ذکر کیا اور یہاں پر یہ مختصر کر دیا کہ عجلت کا یہ رسالہ متحمل طوالت نہیں۔ اور حمد ہے اللہ عزوجل کے لئے۔

ہم وہابیہ ہند سے کہتے ہیں کہ ایسی کوئی برہان، کوئی دلیل لاؤ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی نفی کرتی ہو۔ اگر تم سچے ہو تو آگے آؤ۔ اگر اب تک ایسی برہان نہیں لا سکے، تو ہم کہہ دیتے ہیں کہ تم کبھی نہیں لا سکو گے، تو جان لو! اللہ دغابازوں کو کبھی اجازت نہیں دیتا کہ وہ مکر کرتے جائیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے پھریں۔

یہ بڑی تعجب کی بات ہے کہ گنگوہی مذکور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی فضیلت کو عقائد سے قرار دیتا ہے، تاکہ بخاری اور مسلم کی احادیث کو رد کر سکے جب علم نبی کی نفی پر آیا تو اسے باب فضائل میں تصور کر لیا گیا، جس میں ضعیف حدیثیں بھی منظور و مقبول ہوتی ہیں۔ پھر ساقط روایت سے سند پیش کرتا گیا، جس کی نسبت ائمہ نے صراحت فرمائی تھی کہ یہ بے اصل ہے، یعنی مجھے تو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔

ہم مسلمانوں کی غیرت ایمانی سے فریاد کرتے ہیں اور بتا دینا چاہتے ہیں کہ ان لوگوں کے دلوں میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل کے بارے میں سخت غیظ اور شبہات ہیں۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم کے ثبوت کے لئے صحیحین کی مستند اور قطعی احادیث بھی نہیں مانتے اور اُن کے رد میں ہر ساقط باطل اور جھوٹ کو بھی آگے لاتے ہیں۔ کیا یہ لوگ اسلام کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں! ہرگز نہیں!

براہین قاطعہ اور تقدیس الوکیل

آپ کو یاد ہوگا کہ "براہین قاطعہ" جو خلیل احمد انبیٹھوی کی طرف منسوب ہے، جو اس سال حج کرنے آیا ہے اور ابھی تک مکہ مکرمہ میں موجود ہے۔ اس کتاب پر اس کے استاذ رشید احمد گنگوہی نے تصدیق اور تائیدی تقریظ لکھی ہے اور اس کے حرف حرف کو صحیح قرار دیا ہے۔ ہمارے علماء حجاز (مکہ و مدینہ) نے اس کتاب کو مسترد کر دیا ہے اور اس کے رد لکھے ہیں۔

حضرت مولانا الاجل محمد صالح ابن مرحوم صدیق کمال حنفی نے (جو اس وقت

احناف کے جید مفتی ہیں) مولانا غلام دستگیر قصوری کی کتاب ''تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل'' پر زبردست تقریظ لکھ کران دونوں کو گمراہ اور گمراہ گر ثابت کیا ہے، آپ نے فرمایا، ''براہین قاطعہ'' کا مصنف اوراس کے تمام مویدین اور مصدقین بالیقین زندیق اور گمراہ ہیں۔

ہمارے سردار شیخ علماء مکہ مفتی شافعیہ مولانا الاجل محمد سعید بابصیل نے فرمایا: ''براہین قاطعہ'' کا مصنف اوراس کے جتنے مویدین ہیں، وہ شیطانوں سے کمال مشابہ ہیں، وہ بے دین اور گمراہ ہیں۔

اس وقت کے مفتی مالکیہ جناب فاضل محمد عابد ابن مرحوم شیخ حسین نے ''براہین قاطعہ'' کے رد کرنے والوں کی تعریف کی ، اوراس کے مؤلف کو وقت کا فتنہ گر قرار دیا ہے۔

مفتی حنبلیہ مولانا خلف بن ابراہیم نے فرمایا: کہ مؤلف ''براہین قاطعہ'' اوراس کے مؤیدین کا رد کرنے والے حق پر ہیں، جس سے عدول کی گنجائش نہیں ہے۔

مدینہ منورہ کے مفتی حنفیہ مولانا الاجل عثمان بن عبدالسلام داغستانی نے فرمایا: ''براہین قاطعہ'' والے کا زبردست رد میں نے پڑھا ہے۔ براہین کی عبارت شکوک کا ایک چٹیل میدان ہے، وہ پانی کا سُراب دکھانے والی کتاب ہے اوراپنی بھونڈی باتوں کو جوڑ کر بے عقلوں کو دھوکا دیتی ہے۔ مجھے اپنی جان کی قسم ''براہین قاطعہ'' کا مصنف ایک دھوکہ باز مصنف ہے اور گمراہیوں کے کانٹوں میں پھنسا ہوا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسوائی کا مستحق ہے۔

سید جلیل محمد علی ابن سید طاہر وتری حنفی مدنی نے فرمایا: ''براہین قاطعہ'' کا رد کرنے والے نے مؤلف کی گمراہیوں، کفر اور بے دینی کو کھلے اور واشگاف الفاظ میں آشکارا کیا ہے۔

یہ کتاب اگرچہ خلیل احمد سے منسوب ہے، مگر یہ رشید احمد گنگوہی کی تصنیف ہے۔
ان دونوں نے اس کتاب میں اللہ تعالیٰ کے کذب کی طرف نسبت قائم کی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم ابلیس لعین کے علم سے کم بیان کیا ہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میلاد اور ذکر ولادت پر قیام کو کنہیا کے جنم دن کی رسومات سے تشبیہ دی ہے۔ کنھیا ہندوستان کے مشرک ہندوؤں کا دیوتا ہے، اس کی پیدائش کا دن آتا ہے، تو ایک عورت کو پورے دنوں کی حاملہ بنا کر لایا جاتا ہے۔ وہ اس حالت کی نقل کرتی ہے، جیسے کوئی عورت بچہ جن رہی ہو۔ وہ خوب کراہتی ہے، کروٹیں بدلتی ہے، پھر اس کے نیچے سے بچے کی ایک مورت نکالی جاتی ہے، ہندو ناچتے، کودتے، تالیاں پیٹتے، باجے بجاتے جاتے ہیں اور اس کے سوا اور بھی کئی گندے کھیل کھیلتے ہیں۔ اس گستاخ مولوی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یوم ولادت کی تمام تقریبات کو کنہیا کے جنم سے تشبیہ دی ہے۔ بلکہ مجلس میلاد شریف کو ان مشرکوں سے بھی بڑھ کر بیان کیا ہے۔ وہ کہتا ہے ہندو تو ایک تاریخ مقرر کر لیتے ہیں، مگر یہ مسلمان میلاد کا دن منانے کے لیے کسی تاریخ کے پابند نہیں ہیں، جب چاہتے ہیں یہ خرافات کرتے چلے جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ علماء حرمین شریفین کے سامنے علماء اہلسنت نے اعلان کیا کہ وہ مجلس میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منعقد کرتے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر خیر کو مجالس میں بیان کرتے ہیں، علمائے حرمین شریفین نے اس عظمت والے کام کے استحباب پر بکثرت فتاوے لکھے مگر اس رشید احمد گنگوہی نے پھر بھی ان علماء حرمین شریفین کی ہجو لکھی اور تنقیص لکھنا شروع کر دی۔ وہ اپنے دیوبند کے رہنے والے مولویوں کو تمام علماء اہلسنت سے بلند و بالا تصور کرتا ہے۔

رشید احمد گنگوہی اور علمائے دیوبند

وہ علماء دیوبند کا حال لکھتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ علماء شرع کے مطابق لباس پہنتے ہیں، نماز باجماعت ادا کرتے ہیں، امر بالمعروف پر عمل پیرا ہوتے ہیں، فتویٰ نویسی میں غریب امیر کی تمیز نہیں کرتے اور ہمیشہ حق کو سامنے رکھ کر جواب دیتے ہیں، اگر کوئی ان کی غلطی پر آگاہ کرے تو وہ اسے معذرت کے ساتھ درست کر لیتے ہیں، جو شخص چاہے علماء دیو بند کا امتحان لے سکتا ہے۔

علماء مکہ مکرمہ دیوبندیوں کی نظر میں

مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے کہ مکہ مکرمہ کے علماء کا یہ حال ہے کہ وہ عقل وعلم سے عاری ہیں۔ یہاں کے اکثر علماء خلاف شرع لباس پہنتے ہیں۔ اسبال، آستین زیردامن کا چغہ اور قمیص سب خلاف شرع ہیں، ان کی داڑھیاں قبضہ سے کم ہیں، نماز میں بے احتیاطی کرتے ہیں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا خیال نہیں کرتے، غیر مشروع انگوٹھیاں اور چھلے پہنتے ہیں، فتویٰ نویسی میں جو چاہو، لکھوالو۔ بشرطیکہ انہیں کچھ دے دو۔

ان کی غلطیوں اور نفرتوں پر آگاہ کیا جائے تو وہ کھانے کو پڑتے ہیں، بلکہ مارنے کو دوڑتے ہیں۔ شیخ العلماء مولانا سید احمد زینی دحلان نے ہمارے شیخ الہند مولانا رحمت اللہ سے جو معاملہ کیا، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ انہوں نے ایک بغدادی رافضی سے کچھ روپیہ لے کر ابوطالب کو مومن لکھ دیا تھا، جو صحاح احادیث کی روایت کے خلاف ہے۔

الغرض! علماء دیوبند علماء مکہ پر اس قسم کی بے شرم باتیں منسوب کرتے ہیں۔ پھر ایسے ایسے واقعات بنا لیتے ہیں، جنہیں لکھتے بھی ندامت محسوس ہوتی ہے۔

ایک جگہ دیوبندی علماء نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۰ پر یہاں تک لکھ دیا ہے کہ اگر ان علماء کے مفاسد بیان کروں تو لوگ حیران رہ جائیں۔ ایک نابینا جو مکہ کی ایک مسجد میں

عصر کی نماز کے بعد وعظ کیا کرتا تھا۔ مجھے ملا، میں نے اس سے محفل میلاد کا دریافت کیا تو کہنے لگا، بدعت ہے، حرام ہے۔ میں نے اس اندھے واعظ کو بڑا پسند کیا، کیونکہ اس نے مجلس میلاد کو حرام قرار دیا تھا۔

یہ ہیں ان دیوبندی علماء کے خیالات جو علماء مکہ کے بارے میں ظاہر کرتے رہتے ہیں، ان بدبختوں کو ہدایت بھی اندھوں سے ملتی ہے۔

☆☆☆

(بقیہ حاشیہ نمبر ۲ صفحہ ۷۰)...... نے تحریر فرمایا احکام وغیر احکام سے، جمل میں کہا، قولہ "تبیین لکتب اللّٰہ تعالٰی" یعنی لوح محفوظ میں اھ۔

اور روایت کیا ابن جریر و ابن ابی حاتم نے اپنی تفاسیر میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے۔ انھوں نے فرمایا: کہ اللہ تعالٰی نے نازل فرمائی یہ کتاب ہر شے کا روشن بیان اور جو کچھ قرآن کریم میں بیان کیا گیا' اس میں سے ہمیں اتنے حصہ کا علم ہوا جس کا بیان فرمادیا۔ پھر یہ آیت کریمہ تلاوت کی "ونزلنا علیك الكتب تبيانا لكل شــىء" اور سعید بن منصور نے اپنی سنن اور ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں اور عبداللہ بن امام احمد اپنے باپ کی کتاب الزہد کے زوائد میں اور ابن ضریس نے فضائل القرآن اور ابن نصر مروزی نے اپنی کتاب "فــى كتـــاب اللّٰــه" میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں اُنھی سے (رضی اللہ عنہ) روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا: تو چاہیے کہ تفتیش کرے قرآن سے کہ اس میں سب اگلے پچھلوں کے علم ہیں اور ان کے ارشاد میں "فَلْيُثَوِّرْ" میں کیا ہی رد ہے ان اندھوں کا جو کہتے ہیں کہ ہم قرآن میں تھوڑے سے حروف ہی چند اوراق میں دیکھتے ہیں، وہ کہاں ماکان و ما یکون کے حامل ہونے کے قابل ہے اور اپنی جان کی قسم! ان حد سے گذر جانے والے معترضوں کا کہنا ویسا ہی ہے جیسا ان سے پیشتر مشرکین کا کہنا "كيف يسع العلمين اله واحد" کیسے وسعت رکھے گا سارے جہانوں کی ایک خدا' اور بحمد اللہ تعالٰی میں نے اوہام دور کرنے اور جلد سمجھ میں آجانے کے لیے یہ بیان کر دیا ہے اپنے "رسالہ انباء الحی ان کلامہ المصون تبیانا لکل شیئی" میں، تجھے بس ہے۔

وہ جو علامہ علی قاری نے مرقاۃ میں نقل کیا، کہا کہ بعض علماء نے فرمایا: ہر آیت کے لئے ساٹھ ہزار مفہوم ہیں اور حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنٰی سے مروی ہے، کہ اگر میں چاہوں کہ ستر اونٹ تفسیر قرآن کریم سے بھر دوں، تو ایسا کر دوں اور علامہ ابراہیم بیجوری کے شرح بردہ کے ابتداء میں الفاظ یہ ہیں، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہر آیت کے ساٹھ ہزار مفہوم ہیں اور جو مفاہیم باقی رہے، وہ بہت زائد ہیں اور ان کے الفاظ اثر امیر المومنین میں یہ ہیں، کہ اگر میں چاہوں تو تفسیر فاتحہ سے ستر اونٹ بھر دوں اھ۔ اور الیواقیت والجواہر مولفہ سیدنا امام عبدالوہاب شعرانی میں امام اجل ابوتراب بخشی سے ہے، کہاں ہیں منکرین قول مولیٰ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، اگر میں تم سے تفسیر فاتحہ بیان کروں تو تمہارے لئے ستر اونٹ بار آور کردوں اھ اور علامہ عشاوی کی شرح صلاۃ سیدی احمد کبیر رضی اللہ عنہ میں ہے۔ ہمارے سردار عمر محضار سے مروی، اگر میں چاہوں کہ تمہیں زبانی بتا کر لکھادوں کچھ تفسیر "مانَنْسَخْ من اٰیۃ" کی تو لدجائیں ایک لاکھ اونٹ اور اس کی تفسیر ختم نہ ہو، تو یقیناً میں ایسا کردوں اور اسی میں خلیفہ ابوالفضل کے گھرانے کے بعض اولیاء سے ہے کہ ہم نے قرآن کریم کے ہر حرف کے تحت میں چالیس کروڑ معانی پائے اور اس کے ہر حرف کے ایک مقام میں جو معانی ہیں، وہ ان معانی کے سوا ہیں جو دوسرے مقام میں ہیں، اور فرمایا: کہ ہمارے سردار علی خواص نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے مطلع فرمایا سورۃ فاتحہ کے معنی پر، تو مجھے ان سے ایک لاکھ چالیس ہزار نوسو نوے علم منکشف ہوئے۔

اور زرقانی میں مواہب لدنیہ سے اور علامہ غزالی نے اپنی کتاب میں دربارۂ علم لدنی قول مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ذکر فرمایا: کہ اگر لپیٹ دیا جائے میرے لئے تکیہ تو میں بسم اللہ کی "با" کی تفسیر میں ستر اونٹ بھر دوں اھ اور امام شعرانی کی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں ہے، میرے بھائی افضل الدین نے سورۂ فاتحہ سے دولاکھ سینتالیس ہزار نوسو ننانوے علم استخراج کئے، پھر ان سب کو بسم اللہ کی طرف راجع کردیا۔ پھر بائے بسم اللہ کی جانب، پھر اس نقطہ کی طرف جو "ب" کے نیچے ہے، اور وہ فرماتے تھے کہ ہمارے نزدیک مقام معرفتِ قرآن میں مرد کامل نہیں ہوتا تا آنکہ استنباط اور اس کے تمام احکام اور مذاہب مجتہدین کا حروف ہجا کے جس حرف سے چاہے، کرے۔ فرمایا: کہ اس میں ان کی تائید قول سیدنا امام علی رضی اللہ عنہ کرتا ہے، کہ اگر میں چاہوں تو اسی (۸۰) اونٹ اس نقطے کے علم سے جو بائے بسم اللہ کے نیچے ہے، بھر دوں۔

اقول: اور ایسے ہی اقوال سے کھل جاتی ہے حقیقت ارشاد سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی کہ اگر گم ہو جائے میرے اونٹ کی رسی تو میں یقیناً اسے کتاب اللہ سے پالوں، ابوالفضل مری نے ان سے اسے روایت کیا جیسا کہ تفسیر اتقان میں ہے کہ کوتاہ دستی و کم مائیگی ہی نہیں؛ بلکہ بدظنی سے اس کی تحویل وتبدیل ہے، اس جانب کہ معنی یہ ہیں کہ البتہ قرآن میں وہ ہے جو اس کے پانے کی راہ بتائے اور یہ امام جلیل القدر علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر اتقان کی تینتالیس نوع میں فرمارہے ہیں۔ امام ابومحمد مفسر جوینی نے کہا، استنباط کیا بعض ائمہ نے آیہ کریمہ " الٓمّٓ غلبت الروم " سے یہ کہ بیت المقدس کو مسلمان ۵۸۳ھ میں فتح کریں گے اور انھوں نے جیسا کہا، ویسا ہی ہوا اھ۔ اور یہ کہ عام افادۂ استغراق میں یقینی ہے اور یہ کہ نصوص کو ظاہر پر حمل کرنا واجب۔

میں کہتا ہوں ۵۸۳ھ میں بیت المقدس کا فتح ہونا معلوم ہے اور مورخین نے اسی سنہ میں (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اس کا ذکر کیا جیسے کہ تاریخ کامل میں ابن اثیر نے ذکر کیا۔ لیکن جوینی کا انتقال اس کی فتح سے ڈیڑھ سو برس کے قریب پیشتر ہے، کجا وہ امام جن سے جوینی نے اس استخراج کی حکایت کی۔ ابن خلکان نے کہا ابو محمد جوینی نے ذی القعدہ ۴۳۸ھ میں وفات پائی۔ علامہ سمعانی نے کتاب الذیل میں ایسا ہی کہا اور انساب میں ۴۳۸ھ میں بمقام نیساپور لکھا اھ تو جملۂ "وقع کما قال" (جیسا کہا ویسا ہی ہوا) کلام امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ہے نہ امام جوینی، اللہ تعالیٰ دونوں کو غریق رحمت فرمائے تو پاکی ہے اسے جس نے اس امت مرحومہ کو عزت و کرامت بخشی اس کے نبی کے صدقہ میں اللہ کا درود ان پر اور ان کی ساری امت پر اور اس کی برکت اور سلام۔ اور اپنی جان کی قسم! اگر ان لوگوں سے کہا جائے، بتاؤ، یہ کیسے نکالا آیہ کریمہ "الم غلبت الروم" سے تو ضرور بکے بکے حیران رہ جائیں اور کچھ جواب نہ دے سکیں، تو ہم کیسے حکم لگا دیں جہالت سے حبر الامہ واستاذ امت' عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جن کے لئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعا: فرمائی، الٰہی! اسے اپنی کتاب کا علم دے اور روایت کیا ابن سراقہ نے کتاب الاعجاز میں امام ابوبکر ابن مجاہد سے، فرمایا: نہیں ہے کوئی چیز عالم میں مگر یہ کہ وہ کتاب اللہ میں ہے اھ۔

اور طبقات کبریٰ ذکر حالات سید ابراہیم دسوقی رضی اللہ عنہ میں ہے' فرمایا کرتے کہ اگر حق تعالیٰ تمہارے دلوں کے قفل کھول دے تو تم ضرور مطلع ہو جاؤ اس پر جو قرآن میں عجائب اور حکمتیں اور معانی اور علوم ہیں اور بے پرواہ ہو جاؤ اس کے ماسوا میں نظر کرنے سے، کہ صفحات ہستی میں جو کچھ مرقوم ہے، وہ سب اس میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے کتاب میں کچھ اور اٹھا نہ رکھا اھ اور روایت کی ابن جابر و ابن ابی حاتم نے اپنی تفاسیر میں عبدالرحمٰن بن زید ابن اسلم امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آزاد شدہ غلام سے تفسیر آیہ کریمہ "ما فرطنا فی الکتب من شیء" میں فرمایا: ہم کتاب سے غافل نہ ہوں گے، کوئی شے ایسی نہیں کہ اس کتاب میں نہ ہو اور روایت کی دیلمی نے مسند الفردوس میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، انھوں نے فرمایا: کہ ارشاد کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جو علم اولین و آخرین چاہے تو علم قرآن میں تفتیش کرے اور پہلے ہم نے اسے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، تو اسی سے ہم نے ابتداء کی اور اسی پر انتہا اور بلاشبہ آپ پر ظاہر ہو گیا دعویٰ اتفاق تخصیص کا باطل ہونا، رہا یہ کہ تم اگر مطلع خلاف پر ہو اور جب کوئی قول تم پر قرأت کیا جائے اور وہ تمہاری خواہش کے موافق نہ ہو اور اسے اپنے اوپر جھکتا دیکھو، تو اسے حتی الواسع تم دفع کرتے ہو اور ہر عموم کو خصوص کی جانب پلٹتے ہو اور عموم تسلیم کر کے کہہ دیتے ہو کہ اس کا خصوص پر حمل واجب ہے، تو یہ ہے خواہش نفس کا حکم اور نصوص کے ساتھ ظلم اور جو یہ روا ہو تو عموم اور خصوص میں اصلاً کوئی خلاف باقی نہ رہے۔ جیسا کہ مخفی نہیں اور اللہ ہی ہدایت فرمانے والا ہے۔ ۱۲ منہ مدینہ

ع ...... اصول فقہ میں قطعیت کلامی اور قطعیت اصولی میں فرق بتایا گیا ہے۔ قطعیت عام اجتہادی ہے۔ تو قطعیت کلامی کے سامنے وہ کچھ حیثیت نہیں رکھتی، کسی حنفی کا استدلال عموم قرآنی سے اور اس کے مذہب میں اس حکم کا قطعی ہونا نہ مراد الٰہی پر جزماً کوئی حکم لگاتا ہے۔ نہ دائرۂ تاویل سے خروج کرتا ہے۔

نظر ششم

پانچ چیزوں کا علم

بعض ایسے علماء بھی پیدا ہو گئے ہیں جنہیں نصوص کے عمومی اور خصوصی حصوں میں بھی تمیز نہیں ہے، وہ یوں کہنے لگے ہیں کہ تم لوگ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روز اوّل سے روز آخر تک کے تمام مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ کا علم مانتے ہو۔ تو ان میں تو وہ پانچ چیزیں بھی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا، پھر اللہ تعالیٰ سے مخصوص علم خمسہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ماننا کہاں تک درست ہے؟

ایسے لوگ کتنے جلدی بھول جاتے ہیں۔ ہم سابقہ صفحات میں لکھ آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی یہ خصوصیت ہے کہ اسے علم ذاتی ہے اور وہ علم جمیع معلومات الٰہیہ پر محیط ہے۔ البتہ! مطلق علم عطائی اللہ تعالیٰ کی عطا اور ارشاد سے اس کے بندوں کو میسر ہے۔ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ کا علم ہم یونہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت نہیں دیتے، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق ہے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث سے ثابت ہے، ائمہ کرام نے ثابت کیا ہے کہ قرآن پاک کی آیات، احادیث کی مستند روایات، صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اقوال، علماء کی تحریریں، تمام کی تمام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ پر شاہد عادل ہیں۔ دیوبندی علماء ان تمام دلائل کے مقابلہ میں کیا پیش کریں گے؟ انہیں کیا ہو گیا ہے، کن خیالات اور عقائد پر ڈٹے ہوئے ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ کی آیات ایک دوسری آیات کا رد کر دیتی ہیں؟ تم لوگ قرآن کریم پڑھتے ہو، عقل سے کام لو، ہوش کے کان لو، ہم پہلے بھی گزارش کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی نفی کی جو ٹل نہیں سکتی۔ اس طرح ثابت فرما دیا جس کے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

دونوں آیات میں واضح تطبیق ہے۔ اس تطبیق کی وجہ تم خود جانتے ہو۔ گویا

تمہارے کان ہیں مگر سننے سے محروم ہیں۔ آنکھیں ہیں مگر دیکھ نہیں سکتیں۔

اگر یہ مان لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف پانچ چیزوں کے علم کو اپنے لیے مخصوص کر لیا ہے مگر غیر اللہ کو ایسا علم دینے سے منع فرما دیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ تو مختلف علوم غیبیہ اپنے بندوں کو عطا کرتا رہتا ہے اور اس عطاء میں کوئی غلط بات نہیں۔

اَقُوْلُ: اس بات کو جاننے کے لیے جلدی کی ضرورت نہیں۔ ذرا تامل اور تفکر سے کام لے کر اس مسئلہ کو ذہن نشین کرنا چاہیے۔ جلدی میں لغزش کا احتمال ہوتا ہے اور مناظرانہ[1] بات سے معاملہ بگڑ جاتا ہے۔ آپ لوگوں نے یہ بات کس طرح فرض کر لی ہے کہ ان پانچ علموں کے خاص ہونے میں ان کی کوئی خصوصیت ہے، آیت کریمہ تو ان الفاظ میں ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ ۚ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ ۚ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ م بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ۝ (لقمان:۳۴)

ترجمہ: ”بے شک اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے، وہ پانی برساتا ہے اور مادہ کے پیٹ میں جو کچھ ہے اسے جانتا ہے، کسی کو اس بات کا علم نہیں کہ کل کیا ہوگا اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس زمین پر مرے گا؟ بے شک اللہ ہی جاننے والا ہے۔“

---

[1] ...... جس نے نہ سمجھا میرا کہنا بطریقہ مناظرہ، وہ جو چاہے غور کرے کہ وہ اس کا کلام ہے، جو خوشہ تک نہ پہنچا، پھر بڑی جرأت ہے اس کا یہ جھوٹا دعویٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیہ کریمہ سے حصر سمجھا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں اس کی کب خبر دی، اور یہ حکم لگا دینا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بڑا تحکم اور عظیم خطا ہے، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مفاتیح الغیب کو انہیں پانچ سے تفسیر فرمایا اور اس آیہ کریمہ نے کلمہ "لا یعلمها الا هو" سے اس کی تصریح کر دی، تو یہیں سے حصر آ گیا، تو پھر عجب یہ کہ اس نے کہا کہ یہ دوسری آیہ کریمہ ہی حصر پر دلالت کرتی ہے، حدیث "لا یعلمهن الا اللّٰه" کے ملانے کے ساتھ تو اللہ کے لئے پاکی ہے اس شخص سے کہ اکتفا نہ کرے قول الٰہی "لا یعلمها الا هو" پر جب تک ملائے اس کے ساتھ قول نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "لا یعلمهن الا هو" کو، پھر مجھ پر بہتان ہے کہ میں نے دعویٰ کیا دوسری آیہ کریمہ کے عدم دلالت کے حذف پر، حالانکہ یہ میرا رسالہ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے، اس آیہ کریمہ کا یہاں اس میں کوئی ذکر نہیں، بصرف پہلی آیت پر میں نے کلام کیا ہے اور وہ بھی مناظرانہ رنگ پر، جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو، ہم اللہ تعالیٰ سے طالب عفو و عافیت ہیں۔ ۱۲ منہ

ان پانچ چیزوں کے بیان سے یہ کس طرح ثابت ہوا کہ یہ پانچ چیزیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں اور ان میں کون سی خصوصیت پائی جاتی ہے۔ اگر غور کیا جائے تو ان پانچوں میں بعض تو ایسی ہیں جن میں کوئی خصوصیت نہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ مینہ برساتا ہے، پانی اتارتا ہے، یا پیٹ کے اندر کی چیز کو جانتا ہے۔ ہم نہیں مانتے کہ صرف مقام حمد میں ذکر کرنا مطلقاً اختصاص کا موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سمیع وبصیر سے اپنی ذات کی صفت بیان کی ہے اور اسی صفت سے اپنے بندوں کو بھی وافر حصہ دیا ہے اور فرمایا:

جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۔ (النحل:۷۸)

ترجمہ: ''اللہ نے تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل بنایا۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میرا رب بھٹکتا نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام بھی نہیں بھٹکتے۔

یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ، (الاعراف:۶۱)

اے میری قوم! مجھ کو گمراہی نہیں پہنچتی۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۔ (النساء:۴۰)

اللہ تعالیٰ ایک ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کرتا۔

انبیاء کرام علیہم السلام بھی ظلم سے مبرا ہیں۔

لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ۔ (البقرۃ:۱۲۴)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا عہد ظالموں تک نہیں پہنچتا۔

ہم مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بہت سی چیزیں اسی کی ذات سے مختص ہیں۔ مگر ان پانچ چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے کیا اختصاص بیان فرمایا ہے؟

پانچ چیزوں سے اختصاص کی حکمت

ہم سابقہ صفحات میں پانچ مغیبات پر گفتگو کر چکے ہیں مگر اب ہم ان مغیبات کے پس نظر اور اس حکمت کی روشنی میں اظہار خیال کریں گے جو ان علوم کے مختص ہونے کا باعث بنی۔ قرآن پاک میں پانچ کی گنتی یا تعداد بیان نہیں کی گئی اور پانچ کا لفظ بیان نہیں فرمایا گیا۔ ہاں! مفہوم ادب کے پیش نظر ان چیزوں کا ذکر ہے، جن کی کم از کم تعداد پانچ ہے۔[1]

احادیث میں البتہ پانچ کا لفظ آیا ہے۔ اعتقاد کے بارے میں حدیث آحاد کا ایک مقام ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ذہن نشین رہے۔

آپ نے فرمایا: اُعْطِیْتُ خَمْسًا لَمْ یُعْطَهُنَّ اَحَدٌ مِّنْ قَبْلِیْ ۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی پانچ چیزیں عطا فرمائی ہیں جو پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں۔

حالانکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے پناہ عطاؤں سے نوازے گئے تھے۔ ان

---

[1] ...... پھر میں نے ارشاد الساری شرح صحیح بخاری کی تفسیر سورۂ رعد میں دیکھا جس کی عبارت یہ ہے پانچ کا تو ذکر فرمایا اگرچہ غیب غیر متناہی ہے یہ اس لئے کہ عدد نفی زیادت نہیں کرتا یا اس لئے کہ کفار ان کے جاننے کا اعتقاد کرتے تھے اور ان پانچ کے الفاظ سورۂ انعام میں یہ ہیں کہ وہ جھوٹا دعویٰ کرتے تھے ان کے علم کا اور عمدۃ القاری باب الایمان میں ہے کہا گیا ان پانچ میں انحصار کی وجہ کیا ہے باآنکہ وہ امور جنھیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، بہت ہیں جواب دیا گیا یا اس لئے کہ کفار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان پانچ کے متعلق سوال کرتے تھے تو ان کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ یا اس لئے کہ یقیناً وہ تمام امور انھیں پانچ کی طرف راجع ہیں تو سوچو اھ۔ میں کہتا ہوں ان پانچ کے ماسوا سب کا ان کی طرف عود کرنا اسے کوئی معنی نہیں کیونکہ بلاشبہ کنہ ذات وصفات حق تعالیٰ کو نہیں جانتا مگر وہی، وہ ان پانچ میں سے کسی کی طرف رجوع نہیں کرتی اور گویا کہ انھوں نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اپنے قول فافہم سے، تو سوچو یوں ہی علامہ قسطلانی کے قول میں کہ کفار ان پانچ کی معرفت کا اعتقاد رکھتے تھے اور ان کا کہنا کہ ان کے جاننے کا جھوٹا دعویٰ کرتے تھے محل نظر ہے قیامت کی طرف نظر کرتے ہوئے، کیونکہ درحقیقت انھیں اس پر ایمان نہ تھا، کیونکہ وہ قطعاً اس پر ایمان ہی نہ رکھتے تھے چہ جائیکہ اس کی معرفت کا ادعا۔ جواب شافی وہ ہے جو اللہ عزوجل نے اپنے اس ضعیف بندہ کو القا فرمایا جو عنقریب آتا ہے اھ منہ مدینہ۔

عطاؤں کی نہ گنتی تھی نہ شمار۔اسی حدیث کو دوسرے لفظوں میں یوں بیان کیا گیا۔ "**فُضِّلْتُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ**" مجھے سابقہ انبیاء پر چھ چیزوں سے فضیلت دی گئی ہے۔

کیا یہ دونوں حدیثیں ایک دوسرے کے خلاف واقع ہوئی ہیں؟ ہرگز نہیں! فضائل کے شمار کرنے میں دونوں حدیثیں مختلف اعداد بیان کرتی ہیں۔ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سی صحیح حدیثیں جسے ائمہ نے مستند مانا ہے،تعداد میں ایک دوسرے کی نفی کرتی ہیں۔میں نے ایسی کئی ضعیف احادیث اپنی کتاب "**البحث الفاحص عن طرق احادیث الخصائص**" میں جمع کی ہیں۔

ان میں اعداد میں کمی بیشی پائی جاتی ہے اور ایک حدیث دوسرے کی گنتی سے مطابقت نہیں رکھتی،مگر ان احادیث میں جو خصائص بیان ہوئے ہیں،وہ تیس سے بھی زیادہ ہیں،پانچ اور چھ کا تو ذکر ہی کیا۔اسی طرح جامع صغیر اور اس کے ذیل جمع اور جوامع میں تین تین،چار چار اور پانچ پانچ کے اعداد لکھے گئے ہیں،یہ اعداد کا حکم نہیں کر سکتے مگر آپ یہ کہیں گے کہ ان احادیث کو چھوڑ کر زیر بحث ان پانچ چیزوں کو بیان کرنے کا قرآنی مقصد یا حکمت ضرور ہوگی۔میں اسی حکمت اور نکتہ پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔

میرے نزدیک ان کے پیچھے حکمت بھی ہے اور نکتہ بھی ہے۔یہ نکتہ بلند و بالا ہے اور یہ حکمت اعلیٰ و والا ہے۔سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ وہابیہ جو اپنی پست فہمی سے صرف انہی مغیبات کو زیر بحث لاتے ہیں جن کا ان آیات میں ذکر آیا ہے،حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کے علاوہ کثرت سے مغیبات کا ذکر ملتا ہے۔[1]

---

[1]......قولہ اعلم الخ یہ ربانی راز اور الٰہی حکمت اور ربانی فیوض اور وہبی خصوصیت کہ اللہ تعالیٰ نے نصیب کی اس جلالت والی کتاب کے مؤلف کو حکمت ذکر خمس کے ماسوا اس کے کہ اس سے بڑھ چڑھ کر ہیں غیوب سے اور مطلع فرمایا خاص خاص جلالت والے نکتوں پر اور اللہ کے لئے ہے خوبی،ابن مالک کو کہ وہ کہتے ہیں اپنی طالعہ تسہیل میں اور جب کہ علوم الٰہی بخشش اور ربانی عطیہ ہیں تو کچھ نئی بات نہیں،یہ کہ اللہ اٹھا رکھے متاخر کے لئے وہ کہ جس کا سمجھنا بہت سے متقدمین کے لئے دشوار ہوا ہو اور ان تحقیقوں پر واقف ہونے والے کو یہ آیت تلاوت کرنا چاہیے "مایفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لھا" وہ کشود کہ اللہ لوگوں کے لئے اپنی رحمت (بقیہ اگلے صفحہ پر)

یہ پانچ مغیبات تو ان ہزاروں اور لاکھوں مغیبات کا ہزارواں حصہ بھی نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات عالم الغیب اور دانائے غیب الغیوب ہے، اس کی ہر صفت غیب ہے، نامۂ اعمال غیب ہے، برزخ غیب ہے، بہشت غیب ہے، دوزخ غیب، حساب غیب ہے، قیامت کا میدان غیب ہے، لوگوں کا وہاں جمع کیا جانا غیب ہے، قبروں سے اٹھایا جانا غیب ہے، فرشتے غیب ہیں، اللہ کے لشکر غیب ہیں، پھر بے پناہ ایسے غیوب ہیں جو آج تک ہمارے شمار و اعداد میں نہیں آسکتے اور حقیقت یہ نہیں، ان غیوب کی حیثیت ان پانچ مغیبات سے زیادہ اہم ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے ان غیوب کا ذکر کرنے کی بجائے زیر بحث آیت کریمہ میں صرف ان پانچ مغیبات کا ذکر کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ بعثت ان کاہنوں سے بھرا ہوا تھا جو لوگوں کو حیرت انگیز اور مضحکہ خیز طریقوں سے ورغلاتے تھے، خصوصاً وہ لوگوں کو بتاتے تھے کہ ہم علم غیب جانتے ہیں، ہمارے پاس رمل کا علم ہے، نجوم کا علم ہے، قیافہ کا تجربہ ہے۔ عیافہ کی واقفیت ہے۔ ہم زجر اور طیر اور بانسوں سے حساب لگا سکتے ہیں۔ وہ اپنی خواہشات اور ہوا و ہوس کو پورا کرنے کے لیے لوگوں کو طرح طرح کے حسابوں میں جکڑ دیتے تھے۔ ان کے ہاں ذات خداوندی، صفات الٰہیہ، آخرت، فرشتے زیر بحث نہیں آتے تھے۔ نہ ہی لوگ ایسے مسائل دریافت کرنے آتے تھے، وہ یہی بات بتاتے تھے کہ بارش کب ہوگی؟ کہاں ہوگی؟ عورت کے پیٹ میں بچہ ہے یا بچی؟ لڑکا ہے یا لڑکی؟ تجارت میں گھاٹا پڑے گا یا نفع ہوگا؟ کیسے نفع ہوگا؟ کیسے نقصان ہوگا۔ مسافر اپنے گھر سلامتی سے واپس لوٹے گا یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ نے ان کاہنوں اور کاہنوں کے چنگل میں پھنسے ہوئے لوگوں پر واضح

(بقیہ پچھلے صفحہ سے حاشیہ نمبر ا)...... سے فرمائے، تو اس کا کوئی روکنے والا نہیں۔ نیز یہ آیت: "ذلك فضل الله یوتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم" یہ ہے اللہ کا فضل، عطا فرماتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ اھ اسے تحریر کیا فقیر حمدان جزائری نے مدینہ حمدانیہ میں۔

یہ دوسرا وہ حاشیہ ہے جس سے میری کتاب پر کرم فرمایا علامہ مغرب مولانا حمدان نے فضیلت کی، رحمٰن ان کے کاموں کو سراہے، الٰہی ایسا ہی کر اور ساری خوبیاں اللہ پروردگار عالم کے لئے ہیں۔ اھ منہ حفظہٗ

کیا کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں، غلط دعویٰ کرتے ہیں اور لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ ایسی چیزوں کا علم تو اس رب جلیل کو ہے جو ان چیزوں کا خالق و مالک ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان دنیاوی واقعات وحوادث کے ساتھ علم قیامت کو بھی بیان فرمادیا کہ اللہ ان پانچ علوم کے علاوہ بھی دوسری چیزوں کی خبر رکھنے والا ہے، جو قیام قیامت پر رونما ہوں گی۔ تم ایک دو آدمیوں کی موت پر بحث کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تو تمام کائنات کے یوم حساب اور یوم فناء کو جاننے والا ہے۔

اہل نجوم محض زعم پرست لوگ ہیں، وہ عام حادثات کی نسبت محض باطنی نتائج پیش کرتے رہتے ہیں۔ کسی ایک گھر کی خرابی، کسی ایک شخص کی موت کے لیے ان کے پاس کوئی یقینی قاعدہ نہیں ہے۔ انہیں اپنے زعم پر بھی یقین نہیں ہے۔ ستاروں کی نظریں، جوگ، باہمی نسبتیں اور دلالتیں غیر یقینی پیش کرتے ہیں۔ کبھی درست آگئیں مگر اکثر غلط ثابت ہوتی ہیں۔ بچے کی پیدائش کا زائچہ تیار کرتے ہیں، عمر کا زائچہ تیار کرتے ہیں، مگر سال کے کئی لمحات اور حوادثات پر دھوکا کھا جاتے ہیں۔ اور زائچہ کے نتائج غلط بتاتے جاتے ہیں۔ ایک ستارہ جو کسی گھر میں کچھ اثر ڈالتا ہے، قوت وضعف کی باہمی کشمکش ستارہ شناسوں کے ذہن میں نہیں آتی، وہ بھلائی اور نقصان پر حکم نہیں لگا سکتے، اس طرح الکل دوڑاتے رہتے ہیں، ان کے نزدیک جدھر کا پلا جھکتا نظر آتا ہے، فیصلہ کردیتے ہیں، مگر دنیا میں انقلاب لانے والی قوتوں سے بے خبر ہوتے ہیں۔ صرف قرآن پاک ہی اپنے قطعی فیصلوں کے اعتبار سے دنیا کی عقلوں کو مطمئن کرتا ہے۔ زحل ومشتری کا تینوں برجوں آتشی حمل اسد قوس سے کسی کے اوّل میں جمع ہونا، جیسا کہ طوفانِ نوح علیہ السلام کے وقت ہوا تھا۔[1]

---

[1] ...... وقد حکمت المحاسبات الخ بعض یقینی حسابات کی رو سے لوگ عمدہ نتائج پر پہنچے ہیں۔ اگر دنیا باقی رہی تو علویین کا۔ قران اعظم ضرور واقع ہوگا۔ یعنی ۵۸۴ھ سے ۲۳ ذی القعدہ ۱۱۸۷ھ کو آدھی رات کے قریب حمل کے تیسرے درجے میں قران ہوگا اور یہ اوسط ہوگا۔ اگر دنیا باقی رہی تو یہ بات قرین قیاس ہے کہ قیامت برپا ہوگی۔ اسی محرم میں جو اس ذی القعدہ کے نزدیک ہوگا، یا اس محرم میں جو ذی القعدہ کے پہلے آئے گا، کیونکہ قران کی ابتداء انہیں دو ماہ میں ہوتی ہے، جبکہ فاصلہ باقی رہے۔ انتہا قران کی خدا معلوم کب ہوگی؟ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اور اسے سمجھنا ان کاہنوں اور ستارہ شناسوں کے بس کا روگ نہیں ہے۔ حساب سے آنے والے قِران وقتی طور پر سمجھے جا سکتے ہیں جس طرح سابقہ زمانوں میں تھے مگر یہ کہ وہ کتنے برسوں کے بعد ایسا قِران اور اجتماع ہوگا؟ کس برج کے کس درجہ پر ہوگا؟ کس دقیقہ اور

(بقیہ پچھلے صفحہ سے حاشیہ نمبرا)......واللہ تعالیٰ اعلم، منہ حفظہ ربہ تعالیٰ، مدینہ منورہ۔ میرے ذہن میں حضرت امام مہدی علیہ السلام کے قائم ہونے کا زمانہ آتا ہے۔ اور یہ زمانہ اسی صدی کے آخر میں واقع ہوتا ہے۔ میں نے لسان الحقائق، سید الکاشفین امام اجل شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کی کتاب "الدر المکنون والجواهر المصون" میں ان کا ارشاد دیکھا تھا:

اذا دار الزمان علی حروف　　ببسم الله فالمهدی قاما

ویخرج بالحطیم عقیب صوم　　الا فاقرأه من عندی سلاما

ترجمہ: کہ جب زمانہ کا دور بسم اللہ کے حروف پر ہوگا، تو امام مہدی قائم ہوں گے۔ اور ایک دن روزہ کے بعد حطیم میں جلوہ فرما ہوں گے۔ میری طرف سے آپ کی خدمت سلام عرض کرنا"۔

حدیث پاک میں دنیا کی عمر سات ہزار سال بیان کی گئی ہے اور میں آخری ہزار میں ہوں۔ اس حدیث کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ضحاک ابن زمل جہنی رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ بلاشبہ میں اس کی امید رکھتا ہوں، میری امت اپنے رب کے سامنے ناامید نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ انہیں آدھے دن کی تاخیر عطا فرمادے گا۔

امام احمد اور ابوداؤد اور نعیم بن حماد اور حاتم اور بیہقی نے باب بعث میں بیان کیا ہے۔ اسی طرح ضیاء نے بسند جید سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ سعد سے کہا گیا کہ آدھا دن کتنا ہے؟ بتایا پانچ سو برس کا۔ بیہقی نے ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی کہ درگزر نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے آدھے دن کو۔

میں کہتا ہوں کچھ دور نہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آدھے دن کی مہلت مانگی ہو اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو پورے دن کی مہلت دے دی ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: یہاں تمہیں ہرگز کفایت نہ کرے گا کہ تمہاری مدد کرے تمہارا رب تین ہزار اتارے ہوئے ملائکہ سے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

بَلٰۤى اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَ یَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ مُسَوِّمِیْنَ ۝ (آل عمران: ۱۲۵)

"اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری پانچ ہزار ملائکہ سے مدد کرے گا"۔

تو یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اضافہ فرمایا۔ واللہ الحمد، اھ۔ منہ جدیدہ

کس طرف سے ہوگا؟ کتنے دنوں رہے گا؟ ایک ستارہ دوسرے کو کس وقت تک چھپائے رکھے گا؟ اور کس وقت تک کھلا رہے گا؟ یہ ستارہ شناسوں کی باتیں ہیں مگر اس حساب کو تو وہ زبردست جاننے والا احکم الحاکمین ہی ہے۔

اسی کا اندازہ مقرر ہے۔اس نے قیامت کے ذکر سے ایسے تمام مفروضوں کی بیخ کنی کردی ہے اور اعلان کردیا کہ اگر تم لوگ اپنے قیافے میں سچے ہوتے ،تو ایک شخص کی موت کی بجائے قیامت کا اندازہ لگا لیتے ،جو زیادہ آسان تھا۔

ان پانچ مغیبات کی حکمت اور نکتہ یہ تھا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ حقیقی مغیبات کیا ہیں؟ کاہنوں کی قیافہ رانیوں کی کوئی حقیقت نہیں ،یہ نکتہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد سے ہی ذہن میں آسکتا ہے۔

ثالثاً: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ چیزیں ایسی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ فرمادیجئے کہ آسمان وزمین میں کوئی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ کے! مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف پانچ چیزوں کا ذکر فرمایا۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے عام ذکر فرمایا ہے،ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ خاص عام کی نفی نہیں کرتا،اللہ تعالیٰ کے سوا پانچ چیزوں کو دوسرا کوئی نہیں جانتا۔

اَقُوْلُ: بلکہ کوئی کچھ نہیں جانتا سوا اللہ تعالیٰ کے، بلکہ حقیقی غیب کو جاننے والا تو اللہ ہی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے تمام مقولوں میں سے سب سے زیادہ سچا قول لبید شاعر کے اس قول کو ہی قرار دیا ہے۔

"اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہُ بَاطِلٌ"۔

ترجمہ:"سن لو! اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شی بے حقیقت ہے۔"

ہمارے یہاں قرار پاچکا ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے یہ معنی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں" خواص کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ اللہ کے نزدیک کوئی مقصود نہیں ہے۔خاص الخاص کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی نظر ہی نہیں آتا۔مگر جو نہایت کو

پہنچے ان کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی موجود ہی نہیں۔ یہ تمام معانی درست ہیں اور حق ہیں۔ ایمان کا مدار پہلے معنی پر ہے۔ صلاح کا مدار دوسرے معنی پر ہے۔ سلوک کا تیسرے معنی پر۔ وصول الی اللہ کا چوتھے معنی پر۔ اللہ تعالیٰ ان تمام معانی میں سے ہمیں حصہ عطا فرمائے۔ آمین

سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں یہ اشعار پیش کیے۔

فاشهد ان الله لاشيئی غيره　　　والك مامون علی كل غائب

وانك ادنی المرسلين شفاعة　　　الی الله يا ابن الأكرمين الاطائب

فكن لی شفيعاً يوم لاذو شفاعة　　　سواك بمغن عن سواد بن قارب

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں اور بے شک آپ تمام مغیبات کے امین ہیں، بے شک آپ طیب وطاہر آباء وامہات کے فرزند ہیں۔ تمام رسولوں سے زیادہ شفاعت کرنے والے ہیں اور اللہ کے قریب ہیں، آپ میرے سفارشی بن جائیے۔ اس دن آپ کے بغیر کوئی شفاعت نہیں کر سکے گا اور آپ کے سوا سواد بن قارب کو کوئی نفع نہیں پہنچا سکے گا۔

اس روایت کو مسند امام احمد میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

میری گزارش

سواد رضی اللہ عنہ نے اوّلاً: اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کے وجود کی نفی کر دی۔

دوم: ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے غیبوں کے علم کا یقینی ہونا بتایا۔

سوم: اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت کرنے والے ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اُعْطِیْتُ الشَّفَاعَةَ (مجھے شفاعت کی نعمت عطا کی گئی ہے) اس حدیث کو صحیح مسلم میں لکھا گیا ہے۔

وہابیہ کی عجیب منطق ہے، وہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف قیامت کے دن

اذن شفاعت دیا جائے گا، اب نہیں ہے۔ اسی لیے وہ کہتے ہیں کہ دنیا میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شفاعت کے لیے فریاد نہ کی جائے، وہ زندگی میں شفاعت نہیں کر سکتے، مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے محبوب!

اِسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔ (محمد:۱۹)

''آپ اپنے خاص تعلق رکھنے والے مسلمان مرد اور عورتوں کے لیے بخشش مانگو۔''

پھر ایک اور جگہ فرمایا:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۝ (النساء:۶۴)

ترجمہ: ''جب لوگ آپ کے سامنے پیش ہو کر اپنی جانوں پر ظلم کرنے کے بعد معافی مانگیں تو آپ ان کے لیے شفاعت کریں، اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے اور بہت مہربان ہے۔''

وہابیہ نے ان آیات کو پس پشت ڈال دیا ہے اور ترجمہ کرتے وقت نہایت بخل سے کام لیتے ہیں۔

چہارم: حضرت سواد رضی اللہ عنہ اس پر بھی ایمان لائے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سب سے قریب ہے، مگر وہابیہ کے پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی ''تقویۃ الایمان'' میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب کسی پشیمان توبہ کرنے والے کی بخشش کے لیے حیلہ کرنا چاہے تو جسے چاہے گا، اسے شفیع بنا دے گا، کسی کی خصوصیت نہیں۔ پشیمان توبہ کرنے والوں کی قید اس لیے رکھ دی گئی کہ دہلوی مذکور کے نزدیک شفاعت صرف پشیمان کی ہوگی، لیکن اس گنہگار کی شفاعت نہ ہوگی جو توبہ نہ کر سکا ہو۔

پنجم: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شفاعت کرنے میں اللہ تعالیٰ کے قریب تر ہیں۔ تمام شفاعت کرنے والے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وساطت سے شفاعت کریں گے، اسی لیے سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں فریاد کی ہے۔

ششم: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت قریب تر ہونے کی بناء پر شفاعت کا خاصہ صرف سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کریمہ ہے۔ بات یہی حق ہے۔ دوسرے شفاعت کرنے والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں شفاعت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہوگا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی شفاعت کا میں مالک ہوں، یہ فخر کی بات نہیں کر رہا، خدا کی عنایت اور عطاء ہے۔

ہفتم: ان کے کلام سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے جو حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن پکڑ لے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے کام آتے ہیں۔ امام الوہابیہ اسمٰعیل دہلوی کا نظریہ اس نامور صحابی کے کتنا خلاف ہے؟ جو لکھتے گئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اپنی بیٹی کے بھی کام نہ آسکیں گے۔ پھر اوروں کی کیا گنتی۔ (معاذ اللہ)

مندرجہ بالا خیالات ایک ایسے صحابی کے ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عاشق بھی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ میں محترم بھی۔ اس حدیث میں کہی ہوئی ساری باتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت طیبہ میں جھلکتی نظر آتی ہیں۔ مقام مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے خبر انسان حضور کی لاعلمی (معاذ اللہ) کے بارے میں قرآن کی یہ آیت سناتے ہیں۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ط

(المائدہ: ۱۰۸)

ترجمہ: ''جس دن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جمع کرے گا تو فرمائے گا، تمہیں کیا جواب ملا؟ عرض کریں گے ہم کو کچھ علم نہیں۔''

اس آیت کریمہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کے بے علم ہونے کی کونسی دلیل ہے؟ انہوں نے بالکل درست اور حق بات کی اور اللہ کے سامنے اپنے ذاتی علم کی نفی فرمائی۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ سایہ اصل کے سامنے آتا ہے تو اس کی اپنی حیثیت کچھ نہیں رہتی۔

ملائکہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں پیش ہوئے تو عرض کی: سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا۔

(البقرۃ:۳۲) اے پاک اللہ! ہم کچھ نہیں جانتے۔ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا۔ (البقرۃ:۳۲) ہاں! اتنا ہی جانتے ہیں جتنا تو نے ہمیں سکھایا۔

یہ علم عطائی پر اظہار خیال کیا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام تو بارگاہ خداوندی میں ملائکہ سے بھی زیادہ مودب ہیں، تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے علم کی نفی کر دی۔

اس بات کا خلاصہ یہ ہوا کہ سب علوم اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے سے ہیں اور اس کی عطاء کے بغیر کچھ بھی نہیں۔ ہم اس فیصلے پر پہنچ گئے جو ائمہ کرام کا عقیدہ ہے کہ جو شخص بغیر عطاء الٰہی بذات خود علم کا دعویٰ کرتا ہے، اس کی نفی کی جا رہی ہے۔

ہمارے بعض علماء کرام نے روض النفیسر شرح جامع الصغیر میں احادیث البشیر والنذیر سے نقل کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان کہ ان پانچ چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے بغیر دوسرا کوئی نہیں جانتا، اس کا مطلب یہ ہے کہ بذات خود کوئی نہیں جانتا، لیکن اللہ تعالیٰ جسے بتا دے، سکھا دے تو یہ اس کا فضل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے علم والے حضرات اسی دنیا میں موجود ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام تو انبیاء کرام ہیں۔ ہم نے یہ علوم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتیوں میں سے اکثر کے ہاں پایا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی عطاء ہے۔ بحرمت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

موت وحیات کا علم

میں نے ایک ایسی جماعت کو دیکھا۔ جنہیں یہ علم تھا کہ وہ کب مریں گے اور ایسے بھی دیکھے جنہیں حمل کے دوران ہی بچے کی جنس (لڑکا یا لڑکی) کا علم تھا۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب شرح الصدور، امام اجل نور الدین ابی الحسن علی لخمی الشطنوفی رحمۃ اللہ علیہ کی بہجۃ الاسرار اور امام اسعد عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روض الریاحین اور خلاصۃ المفاخر کے علاوہ دوسرے سینکڑوں اولیاء کرام کی تصانیف میں ایسے واقعات ملتے ہیں جن کا آج تک کسی نے انکار نہیں کیا۔

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح ہمزیہ میں پانچ اشیاء کے علم غیب کی تشریح فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء عظام رحمہم اللہ کا علم اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے اور ہم جو

کچھ ان سے جانتے ہیں وہ انبیاء اور اولیاء کے بتانے سے ہی جانتے ہیں۔ یہ اور ان اشیاء کا علم وہ علم الٰہی نہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سے خاص ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ان صفتوں میں سے ہے جو قدیم ازلی دائمی ابدی ہیں۔ بدلنے اور حدوث ونقصان کی علامتوں اور ساجھے اور بانٹنے سے منزہ ہیں، یہاں تک فرمایا کہ یہ اس کے منافی نہیں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے علوم غیبیہ سے بعض علوم کو اپنے انبیاء واولیاء کو عطا فرمادے، حتیٰ کہ وہ ان پانچ میں سے بھی جسے چاہے سرفراز فرماتا ہے۔

حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر اپنی عقل وفکر سے کوئی نہیں جانتا[1]۔ کیونکہ یہ پانچ وہ مغیبات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عطاء کے بغیر کسی کو حاصل نہیں ہوئے[2]۔

---

[1] ...... اللمعات شریف میں ہے۔ المعنیٰ انما لایعلمها احد بحسب عقله من دون تعلیم الله تعالیٰ یعنی تم نہیں جانتے بغیر تعلیم الٰہی کے۔ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد الساری میں سورۂ انعام کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: وہ پانی برساتا ہے، تو اس کے وقت کو نہیں جانتا۔ تو اس شہر کا نام نہیں جانتا، جہاں تیرا انتقال ہوگا مگر جب اس کا حکم نازل ہوگیا، تو پھر اسکے فرشتوں کو بھی علم ہوگیا کہ تو نے کہاں مرنا ہے؟ اس کے بندوں کو بھی معلوم ہوگیا کہ بارش کب ہونی ہے؟ اس کے بتائے رحموں میں پرورش پانے والے کے بارے میں کوئی نہیں جانتا، مگر جسے اللہ تعالیٰ علم عطا فرمادے۔ فرشتوں کو بھی علم ہوگیا اور بندوں کو بھی۔ یہ علم ''اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ'' کی روشنی میں انبیاء کرام اور اولیاء عظام کو عطا ہوتا ہے۔

[2] ...... ایسا ہی کہا علامہ شہاب الدین خفاجی نے عنایت القاضی میں "عنده مفاتح الغيب" اس کی تخصیص کی وجہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ ہے کہ نہیں جانتا انھیں کوئی سب سے پہلے جیسی کہ حقیقت میں وہ ہیں، مگر وہی اللہ تعالیٰ اھ الحمد للہ! ہمیں کوئی حاجت تکثیر کی نہیں، سید مدنی ہی نے اس رسالہ میں جو ان کی طرف منسوب ہے وہابیہ سے رائے صفحہ ۲۰ میں کہا جس کی عبارت یہ ہے، ہم نقل کرتے ہیں یہاں تصریحات بعض ائمہ اعلام سے تحقیق مقام کے لئے تو ہم کہتے ہیں حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں کہا قولہ تعالیٰ " ان الله عنده علم الساعه" الآیہ یہ غیب کی کنجیاں وہ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کرلیا، تو انھیں کوئی نہیں جانتا مگر بعد تعلیم الٰہی اھ، تو واضح ہوگیا اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے حمد ہے مثل واضح ہونے آفتاب کے دوپہر کے وقت کہ معنی "لایعلمهن الا الله" (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اسی طرح امام اجل بدر الدین محمود عینی[1] عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں کہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ پانچ مغیبات والی حدیث خدائے تعالیٰ کے خزانہ غیب کی کنجی ہے۔ جو شخص ان مغیبات کا دعویٰ کرتا ہے اور اس علم کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کے علاوہ تصور کرتا ہے، تو وہ جھوٹا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسے جھوٹا کہنا چاہیے جو نبی رحمت ،عَالِمِ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطے کے بغیر ان پانچ علوم کا دعویٰ کرے۔ انہوں نے نہایت بلند دعویٰ سے اعلان کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پانچ غیبوں کو بہ عطائے الٰہی جانتے تھے اور اولیاء میں سے جسے چاہیں بتاتے تھے۔

علامہ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح قصیدہ بردہ شریف میں لکھا ہے کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تک دنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پانچ مغیبات سے بھی آگاہ نہیں فرمایا۔

(بقیہ پچھلے صفحہ سے حاشیہ نمبر۱)...... کے خاص ہونا علم خمس کا ہے ساتھ رب العزت کے بغیر اس کے بتائے ،پس نہیں جانتا اس کے سوا کوئی مگر اس بتائے سے اور یہی ہمارا مدعا ہے، کہو حق آیا باطل فنا ہوا اور یقیناً باطل فانی تھا اللہ ہی کے لئے حمد کیا۔ آئی مدد اور کام تمام ہوا اور امر الٰہی ظاہر ہوا، حالانکہ وہ مکروہ جانتے تھے ۱۲ منہ حفظہ ربہ جدیدہ

[1] ...... یہ بڑے جلیل القدر علماء حنفیہ وشافعیہ ومالکیہ مانند امام عینی وامام قرطبی وامام قسطلونی وامام یافعی وامام ابن کثیر وامام سیوطی وامام قسطلانی وامام ابن حجر وعلامہ قاری وعلامہ شنوانی وشیخ بیجوری وشیخ عبد الحق دہلوی وشہاب خفاجی وغیرہم اور آپ خود اے سید صاحب اور ہر وہ جس نے سیرت ومناقب اولیاء میں تصنیف کی اور تمام مصنفین صوفیائے کرام اور ان کے معتقدین علمائے عاملین وارکین دین ہیں ،تو تم نے سب کی طرف نسبت کردیا کہ وہ سب بوجہ اپنی مخالفت کے واسطے اس چیز کے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کریم سے سمجھا تھا، عظیم خطا پر ہیں اور انھوں نے قطعی دین کی مخالفت کی کیونکہ انھوں نے چھوڑ دیا وہ حق وصواب جس میں نہ شک تھا، نہ ارتیاب۔ سخت خطرناک اور بھاری جرأت اور بڑی خطا اور ہلاکت والا گمان ہے اور تم کیا کہتے ہو اپنے لئے ایسے بند گنبد والے پھر انھیں شرذمہ قلیلہ متاخرین اور بعض صوفیاء سے تعبیر کرنا حاسہ بصر سے ہٹ دھرمی اور حق کی تلبیس ہے، بلکہ وہ ایک جم غفیر اور سواد اعظم وغیرہ ہیں اور ان کے کلمات طیبات کا کسی نے رد نہ کیا اور جس کے دل میں دین میں رخنہ ڈالنا اس کی غرض ہو، اس کا کچھ اعتبار نہیں، جیسے معتزلہ اور روافض و وہابیہ، اللہ انھیں اور رسوا کرے یا وہ جس کا قدم ڈگمگایا قلم حد سے بڑھا، اللہ سے عفو وعافیت مانگتے ہیں۔ اھ حفظہ ربہ جدیدہ

آخری گزارش

یہ پانچ مغیبات جن پر ہم نے بحث کی ہے، ان کھلے ہوئے علوم غیبیہ میں سے ہیں جس کی تشریح دینے والا جانتا ہے یا وہ جانتا ہے جسے یہ غیوب سکھائے گئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ان غیوب کو تقسیم کرنے میں بھی بخل نہیں فرماتے تھے۔

جمع النھایہ میں یہ روایت موجود ہے کہ "ان اللّٰہ تعالیٰ لم یخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتیٰ اطلعه علی کل شیء" اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اس وقت تک دنیا سے نہیں لے گیا جب تک کہ حضور علیہ السلام کو ہر چیز کی اطلاع نہیں دے دی گئی۔

ان احادیث کی روشنی میں مجھے کہنے کی اجازت دیں کہ ہم وہ آیات کریمہ پیش کر چکے ہیں جو اس مطلب کی تصریح کر چکی ہیں۔ وہ صحیح احادیث بیان کر چکے ہیں، جن کا مضمون مطلب کو واضح کرتا ہے۔ ان مفسرین کی تشریحات پیش کر چکے ہیں جو اس مسئلہ کی وضاحت کرتی ہیں، ان تمام حوالوں میں پانچ مغیبات کا بذات خود جاننا کہیں بھی نہیں آیا۔ ہاں! اللہ تعالیٰ کی عطاء سے یہ پانچ چیزیں کھل کر بتائی گئیں۔ یہ علوم مخصوص باللہ نہیں، بلکہ مخصوص بخلائق بہ عطائے خداوندی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علوم کے حاصل کرنے میں کوئی واسطہ ہونا ضروری ہے۔

حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الابریز" میں فرمایا ہے کہ ان پانچ مغیبات میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امتیوں پر غیوب کے انعامات

حضور علیہ السلام ماکان ومایکون کے علم کے مالک ہیں۔ آپ کے امتیوں میں سے سات حضرات اقطاب عالم بھی ان پانچ غیبوں کو جانتے ہیں، حالانکہ یہ ساتوں اقطاب غوث کے ماتحت ہیں۔ پھر کجا غوث اور پھر کجا وہ جو تمام اگلوں پچھلوں کے سردار ہیں، وہ جو ہر شیئ کے سبب ہیں، وہ کہ ہر شیئ انہی سے ہے، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ انتہی

میں کہتا ہوں کہ ساتوں قطب سے وہ ابدال مراد ہیں جو ستر ابدال کے اوپر ہیں اور دونوں اماموں کے نیچے ہیں جو غوث کے دونوں وزیر ہیں۔

''ابریز شریف'' میں مزید لکھا ہے۔ پانچ غیبوں کا معاملہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کس طرح چھپا رہتا؟ جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کا کوئی صاحب تصرف اس وقت تک تصرف نہیں کرسکتا جب تک کہ اسے ان پانچ غیوب کا علم عطا نہ ہوا ہو۔

ہم ان منکرین کو متنبہ کرتے ہیں کہ وہ ان حضرات کی کتابیں پڑھیں۔ ان کی باتیں سنیں اور اولیاء اللہ کی تکذیب سے باز آجائیں۔ [1]

---

[1] ...... الحمدللہ! میں لکھ چکا تھا جو درسالہ منکرہ سے پہلے اور اس میں پایا جا چکا اشارہ طرف اس شخص کے جو ولائے اولیائے کرام وصوفیائے عظام سے بھاگا اور اس نے حیلہ جوئی کی کہ شیخ عبدالوہاب شعرانی نے اپنی کتاب یواقیت کے خطبہ میں کہا کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ اس بات سے کہ میں مخالفت کروں جمہور متکلمین کی اور اعتقاد کروں ایسے کلام کی صحت کی جس نے ان کا خلاف کیا ہو بعض غیر معصوم اہل کشف سے اھ، کیونکہ کلام امام شعرانی دربارۂ عقائد اہل سنت وجماعت ہے اور اللہ کی پناہ اس سے کہ اولیائے کرام اس کی مخالفت فرمائیں اور جس بات میں اس کا خلاف مظنون، وہ تو ان پر مکر وافتراء ہے جیسا کہ خود امام موصوف نے چار سطر بعد اسی قول کے فرمایا۔ یا قصور فہم سے ان کی مراد تک نہ پہنچے، جیسا کہ اس کی طرف اشارہ اسی کلام کے ابتداء میں اپنے قول سے فرمایا: میں وصیت کرتا ہوں ہر اس شخص کو جو اہل کشف کے کلام کے سمجھنے سے قاصر ہو کہ وہ ظاہر کلام متکلمین پر ٹھہرے اور اس سے تجاوز نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''فَاِنْ لَّمْ یُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ'' ۔ ''کہ اگر نہ پہنچا اسے بڑی بھرن تو شبنم'' الخ اور اس کے بعد اس برتری خواہ نے نقل کیا، فرمایا اور اسی لئے میں اکثر جگہ بعد کلام اہل کشف کے کہہ دیتا ہوں کہ سوچو اور تنقیح کر دیا اور اس کے حمل واسطے ظاہر کر دیئے توقف کے اس کلام کے فہم میں اصطلاح اہل کلام پر اھ، اور اس ساری عبارت کو عبارت منقولہ کے گرداگرد سے ساقط ہی کر دیا تاکہ ایہام ہو اس بات کا کہ اولیاء بسا اوقات اہل سنت کے عقائد کی مخالفت کیا کرتے ہیں، تو وہ قابل حجت نہیں، معاذ اللہ من ذالک، ہاں! وہ چیز کہ کھلے ہوئے یقین ان عقائد سے نہیں جو کتاب، سنت واجماع سے بیان کئے گئے اور متکلمین نے اس میں کلام کو وسعت دی جنہیں اکثر نے قولاً اسے اختیار کیا اور بعض نے اس کا خلاف کیا تو تعجب نہیں کشف سے حاصل ہو وہ جو بعض کے موافق ہو، لیکن جبکہ مکاشف معصوم نہیں اور قلب زیادہ سکون پذیر ہے اکثر کے قول کے جانب، تو یہی وہ ہے جسے امام شعرانی ذکر کر رہے ہیں۔ کیا تجھے دکھائی نہیں دیتا چھ سطر منقول سے پہلے ان کا قول یہ ہے ان کی میزان ہر اس چیز میں جس میں نص قطعی وارد نہ ہوئی اور نفس قوت پاتا ہے اس چیز کے اعتقاد میں جس (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ان کی تکذیب دین کی بربادی ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے منکرین سے انتقام لے گا۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِعِبَادِہِ الْعَارِفِیْنَ۔

الحاصل! قرآن کا کوئی رد کرنے والا نہیں کہ وہ ہر شی کے لئے تفصیل اور روشن بیان ہے۔ اور یہ کہ اس نے عالم میں کوئی بات اس میں اٹھا نہ رکھی اور ان آیتوں اور نفی علم غیب میں تطبیق ظاہر و روشن ہو چکی، تو تم اپنے رب کی کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

اللہ تعالیٰ ہی کی قوت سے جولان کرتا ہوں، اے وہ شخص جو یہ دعوی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونے میں اور سب غیبوں میں ان پانچ علوم کو زیادہ خصوصیت حاصل ہے، تو اس سے کیا مراد لیتا ہے کہ ان میں سلب عموم ہے نہ کہ ان کے غیر میں (یعنی ان کا علم محیط دوسرے کو نہیں) یا عموم سلب ہے (یعنی دوسرا ان میں سے کچھ نہیں جانتا) تو پہلی تقدیر پر یہ ثابت ہوگا کہ ان پانچ کے سوا اللہ تعالیٰ کے جتنے غیب ہیں سب بتادیئے گئے، تو معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام یا خاص کر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان پانچ کے سوا اپنے تمام غیب بتادیئے جن میں سے کچھ باقی نہ رہا، رہے یہ پانچ تو یہ سب کے سب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ بتائے، اگرچہ ان میں سے بعض بتائے۔ ہر صورت میں ثانی حاصل ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پانچ میں سے اصلا کوئی چیز کسی کو کبھی نہ بتائی، بخلاف باقی غیبوں کے کہ ان میں سے جس کو چاہا بتادیا، پہلے معنی یقیناً باطل ہیں، ورنہ لازم آئے گا کہ نبی

(بقیہ پچھلے صفحہ سے حاشیہ نمبر ۱)...... پر جمہور ہیں، نہ اس میں جس پر اہل کشف ہیں کہ ان کی راہ چلنے والے کم ہیں اھ، اس لئے اور ہمارا اصل مقصد یہاں یہ ہے کہ اس نے فرق نہ کیا، درمیان کشف کے ثابت کرنے اور کشف سے ثابت کرنے میں اور کلام شعرانی ثانی میں ہے اور ہمارا کلام اول میں، ہم یقیناً کہتے ہیں کہ انھیں مکشوف ہوئیں بہت سی مغیبات خمس تو انھوں نے اپنے آپ اور اپنے اکابر سے ان کی خبر دی، تو یہاں مدعا نفس کشف ہے اور اس کی دلیل ان کا خبر دینا اور ان کی روایات اور اس کے رد کی کوئی راہ نہیں سوا ان کی تکذیب کے، ان کی حکایت و روایت میں اور یہ صادر نہ ہوگا کسی سنی سے جسے اللہ کا خوف ہو، بات یہ ہے کہ ان کی اخبار بالغیب بلاشبہ پہنچ گیا حد تواتر تک، اگرچہ وارد ہوئے جزئیات اخبار احادیث، تو اس کا انکار نہ کرے گا مگر متواترات کا کٹر منکر، اللہ تعالیٰ سے ہم سلامتی چاہتے ہیں۔ اھ منہ حفظہ ربہ جدیدہ

کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم رب الارباب کی ذات اور اس کی جملہ صفات کو ایسے کامل احاطہ کے ساتھ محیط ہو جس کے آگے اصلاً کوئی پردہ نہ رہے۔ نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم جملہ سلاسل غیر متناہیہ کو محیط ہو۔ جو غیر متناہی در غیر متناہی بار ہیں۔ جیسا ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ یہ سب کے سب ان پانچ سے الگ ہیں اور اس کے تو ہم اہلسنت ہی قائل نہیں، نہ کہ وہابیہ جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان گھٹانے پر ہی کمر باندھی ہے۔ اور دوسرے معنی بھی کھلے باطل ہیں کہ ان پانچ میں سے بعض کا علم اس کے لئے جسے اللہ تعالیٰ نے دینا چاہا، ضرور ثابت ہے۔

حضرت اُم الفضل کے پیٹ میں کیا ہے؟

خطیب اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ [1] میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ مجھے اُم الفضل رضی اللہ عنہا نے بتایا تھا کہ میں ایک بار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سے گزری تو آپ نے فرمایا: تم تو حاملہ ہو۔ تمہارے پیٹ میں لڑکا ہے۔ جب وہ پیدا ہو تو اسے میرے پاس لانا۔ اُم الفضل نے کہا حضور! مجھے حمل کہاں؟ کوئی علامت محسوس نہیں ہوتی، حالانکہ قریش نے تمام عورتوں اور مردوں کو قسمیں دلائی ہیں کہ کوئی شخص عورتوں کے پاس نہ جائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: قسم والی بات اپنی جگہ ہے مگر میری بات سچی ہے۔

اُم الفضل بتاتی ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ میں اسے اٹھا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچے کے داہنے کان میں

---

[1] ...... قلت الخ میں کہتا ہوں روایت کی طبرانی نے کبیر میں اور ابن عساکر نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام ابراہیم ماریہ قبطیہ کے پاس تشریف لائے، جب کہ ابراہیم ان کے شکم مبارک میں تھے (اور حدیث ذکر کی اور اس میں ہے) کہ جبریل میرے پاس آئے اور مجھے مژدہ سنایا کہ ماریہ کے پیٹ میں مجھ سے لڑکا ہے، وہ تمام مخلوق سے زائد مجھ سے مشابہ تر ہے، انھوں نے مجھ سے کہا کہ میں اس کا نام ابراہیم رکھوں اور جبریل نے میری کنیت ابو ابراہیم رکھی (تا آخر حدیث) امام سیوطی نے جامع کبیر میں کہا کہ اس کی سند حسن ہے، اھ منہ غفی عنہ مدینہ

اذان دی، بائیں کان میں اقامت فرمائی۔ اپنا لعاب دہن بچے کے منہ میں ڈالا۔ اس کا نام عبداللہ رکھا اور فرمایا: اس خلفاء کے باپ کو لے جاؤ۔ میں نے یہ بات اپنے خاوند عباس سے کہی۔ وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی، مجھے اُم الفضل نے یوں کہا ہے۔ آپ نے فرمایا: بات سچی ہے، جو میں نے کہی ہے: یہ بچہ خلیفوں کا باپ ہے۔ ان میں ایک سفاح نامی خلیفہ ہوگا اور ایک مہدی نامی ہوگا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُم الفضل کے پیٹ میں جو کوئی بھی تھا، جان لیا تھا بلکہ اس کی زندگی۔ اس کی اولاد سے آنے والے خلفاء کے نام تک بتا دیئے، جو کئی پشتوں کے بعد آنے والے تھے، انہیں جان لیا جو پشت در پشت آنے والے نومولود تھے اور اعلان کر دیا۔ خلیفوں کے باپ کو لے جاؤ، پھر فرمایا: اسی کی اولاد سے سفاح بھی ہوگا اور مہدی بھی ہوگا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیدائش سے پہلے بیٹی کی بشارت دی

عالم مدینہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ان کے والد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے موضع غابہ والے مال سے مجھے بیس وسق چھوہارے ہبہ فرمائے اور حکم دیا کہ انہیں درختوں سے اُتر والوں، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنی لخت جگر اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اپنے پاس بلا کر کہا، بیٹی! مجھے تم سے زیادہ دنیا بھر میں کوئی چیز عزیز نہیں۔ مجھے اپنے بعد تمہاری غربت کا بہت خیال آتا ہے، میں نہیں چاہتا کہ تمہاری زندگی میں بدحالی آئے، میں نے جو چھوہارے دیئے تھے، انہیں ابھی اتر والو۔ اگر میرے جیتے جی تمہارے قبضہ میں آ گئے تو وہ تمہارے ہیں، ورنہ ورثہ میں جتنا حصہ آئے گا وہی ملے گا۔ تمہارے دو بھائی اور دو بہنیں بھی وارث ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق تقسیم کر لینا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا، اے والد مکرم! اگر میرے لیے اس سے دگنا مال بھی ہوتا تو اپنے بھائی

بہنوں میں تقسیم کر دیتی، مگر مجھے یہ تو بتائیں کہ میرے دو بھائی اور ایک بہن ہے۔ مگر آپ دو بہنیں فرمارہے ہیں۔ حالانکہ میری تو صرف ایک ہی بہن اسماء ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، بنت خارجہ کے پیٹ میں جو حمل ہے، اس سے بچی پیدا ہوگی اور یہ بات میرے علم میں ہے۔

اس روایت کو ابن سعد نے اپنے طبقات میں یوں بیان کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بنت خارجہ کے پیٹ میں جو کچھ ہے۔ اس کے متعلق مجھے الہام ہوا ہے کہ وہ بچی ہوگی، میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاں بیٹی اُم کلثوم پیدا ہوئی۔

احادیث میں لکھا ہے کہ عورت کے رحم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے اور وہ بچے کی صورت بناتا ہے، نر اور مادہ کی صورت تیار کرتا ہے، خوبصورت اور بدصورت کا نقش بناتا ہے، اس کی عمر اور رزق لکھتا ہے، پھر یہ بھی لکھتا ہے کہ یہ بچہ بد بخت ہوگا یا نیک نیت۔

خیبر کا جھنڈا

صحیحین میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے خیبر کی حدیث لکھی گئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واللہ! کل اس شخص کو علم دیا جائے گا جس کے ہاتھ پر خیبر فتح ہوگا، وہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے، اللہ اور رسول اسے دوست رکھتے ہے۔ دوسرے دن یہ علم حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو دیا گیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ بات قسماً فرمائی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دوسرے دن کا یقینی علم تھا، کہ میں کل کیا کروں گا [1]۔

---

[1] ...... یہ باب تمام ابواب سے زیادہ وسیع تر ہے تو ہر وہ چیز جس کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خبر دی جنگوں اور فتنوں اور سیدنا مسیح کے اترنے، امام مہدی کے ظاہر ہونے، دجال اور یاجوج ماجوج ودابۃ الارض وغیرہ کے نکلنے سے جو بے شمار خبریں ہیں، وہ اسی باب سے ہیں، امام عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کے ایمان کے باب میں فرمایا کہ جب وہ منتفی ہو گیا ہر متنفس سے باوجود ہونے اس کے مختص ساتھ اس کے اور واقع نہ ہوا اس سے علم پر، تو ہوگا نہ مطلع ہونا اس کے ماسوا کے علم پر بدرجہ اولی اھ اور امام نسفی نے مدارک میں فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ نہ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مقام وصال کی خبر

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم تھا، کہ آپ کا وصال مدینہ میں ہوگا، آپ نے انصار کو جمع کیا اور فرمایا: میری زندگی وہاں جہاں تمہاری زندگی ہے، میرا وصال وہاں ہے جہاں تمہاری موت ہے۔ اس حدیث کو امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر روانہ فرمایا: تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا۔ معاذ! تم اس سال کے بعد مجھے دنیا میں نہ مل سکو گے۔

یَا مُعَاذُ اِنَّكَ عَسٰی اَنْ لَّا تَلْقَانِیْ بَعْدَ عَامِیْ ھٰذَا اَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِیْ ھٰذَا وَقَبْرِیْ۔ (احمد: مرویات معاذ بن جبل) مگر یاد رکھو تم میری مسجد میں آؤ گے اور میری قبر پر حاضری بھی دو گے۔ اس حدیث مبارکہ کو امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔

اور صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ایک اور حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے میدان بدر میں فرمایا۔ اس جگہ فلاں مشرک قتل ہوگا، اس جگہ فلاں قتل ہوگا، اور ہر ایک کے قتل ہونے کی جگہ آپ نے زمین پر ہاتھ رکھ کر فرمائی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شام کو جنگ بدر کا فیصلہ ہوا، تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں جہاں نشان دیا تھا اور جس جس کافر کے متعلق فرمایا تھا، اسی

(بقیہ پچھلے صفحہ سے حاشیہ نمبر ۱)...... پہنچانا (ماریہ نے) اس چیز کو جو اس کے ساتھ خاص تھی، اگر چہ اسے اپنے حمل کا علم ہوا اور کوئی چیز انسان کے ساتھ اس کے کسب سے اور اس کے انجام سے زیادہ خصوصیت رکھنے والی نہیں، تو جب اسے ان دونوں کی معرفت کی کوئی راہ نہیں تو ان کے ماسوا کی معرفت کی معرفت بعید تر ہوگی۔ میں کہتا ہوں تمہیں کافی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعبیر کیا اس غیب کو بجائے قول الٰہی "وماتدری نفس ماذاتکسب غدا" (کیا جانے کوئی جان کہ کل کیا کمائے گا) اپنے قول "لایعلم احد مایکون فی غد" سے (یعنی نہیں جانتا ہے کوئی کہ کیا ہوگا کل) جیسا کہ "لایعلم مافی غدالااللّٰہ" سے کہ نہیں جانتا کوئی کل کی خبر کو مگر اللہ، جیسا کہ تفسیر سورۂ لقمان کی آخری آیت میں ہے اھ، منہ حفظہ ربہ۔ مدینہ

جگہ اس کا لاشہ پڑا تھا اور اس سے اصلا تجاوز نہ کی۔ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان لاشوں کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کی تصدیق کی تھی۔ اور فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا، جو حدیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے مقرر فرمادیں تھیں، کسی نے اس حد سے خطا نہ کی۔

یہ بھی مسلم کی روایت ہے۔

سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اپنی شہادت کی رات تو بار بار مکان کے باہر تشریف لے جاتے اور آسمان کی طرف دیکھتے اور فرماتے، خدا کی قسم! نہ مجھے غلط بتایا گیا ہے اور نہ میں غلط کہتا ہوں۔ یہ وہی رات ہے جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ اور بطیں (بطخیں) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف آپ کے مواجہہ میں چلاتی ہوتی آئیں، لوگوں نے ان کو ہانکا، آپ نے فرمایا: رہنے دو کہ یہ نوحہ کر رہی ہیں رحمۃ اللہ علیہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک اور صحابی اقرع بن شفی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے [1]

[1] ...... اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں یہ روایت کی اور یہ روایت حسن ہے۔ حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ایک آزاد کردہ غلام تھے، افلح نام تھا کہ عبداللہ بن سلام مصری باغیوں کے پاس جانے کی بجائے اہل مکہ کے پاس آئے اور کہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل نہ کرو، وہ چالیس دن کے بعد اس دنیا سے جانے والے ہیں، انہوں نے انکار کر دیا۔ کچھ دنوں بعد پھر آئے اور انہیں کہا، انہیں قتل نہ کریں، یہ پندراں روز کے بعد واصل بحق ہو جائیں گے۔

ہم نے اس سے پہلے لکھا ہے کہ صحابہ کرام اور اولیاء عظام کے علم وکلام کا اس بارے میں بے پناہ سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں اور ان کا پانی کھینچنے سے کم نہیں ہوتا۔ لیکن میں ایک واقعہ جو قائم مقام بہت سی احادیث کے ہے، ذکر کرتا ہوں، جس سے منکر کا سینہ پھٹ جائے اور ہر خبیث دل جل جائے۔

بہجۃ الاسرار اور اس کے مصنف امام اجل، عارف افضل، ولی اکمل، شیخ القراء، عمدۃ العلماء، زبدۃ العرفا، سیدنا امام ابوالحسن علی بن یوسف بن جریر لخمی شطنوفی مصری قدس سرہٗ جن کی شاگردی کا شرف امام اجل ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد جزری مؤلف حصن حصین کو حاصل ہے۔ ان کی مجلس میں امام فن رجال، شمس العلماء ذہبی صاحب میزان الاعتدال نے حاضری دی تھی۔ اور اپنی کتاب ''طبقات قراء'' میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور ان کی شخصیت کو ہدیہ تحسین پیش کیا ہے۔ امام اجل عارف باللہ حضرت عبداللہ بن اسعد یافعی شافعی رضی اللہ عنہ (بقیہ صفحہ نمبر ۱۱۰)

کس زمین پر انتقال ہوگا

اور یہ حدیث ابن سکن، ابن مندہ اور ابن عساکر رضی اللہ عنہم نے روایت کی ہے،

حضرت اقرع بن شفی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ میں بیمار پڑ گیا۔ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری بیمار پرسی کے لیے تشریف لائے۔ میں نے حضور اقدس کو دیکھ کر عرض کی:

"یارسول اللہ! مجھے ڈر ہے کہ اس بیماری سے مر جاؤں گا"۔

آپ نے فرمایا: "نہیں ایسا نہیں، تم زندہ رہو گے، شام کی طرف ہجرت کرو گے اور فلسطین میں ایک ٹیلے پر موت آئے گی"۔

امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اُن کا انتقال ہوا اور رملہ میں دفن ہوئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے مصریوں کو غیب سے مطلع کر دیا

اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام نے مصریوں سے فرمادیا تھا[1] کہ جب تم

---

[1] ...... وقال الامام السيوطى الخ اور امام جلال الدین سیوطی نے خصائص الکبریٰ میں فرمایا (باب) حضور کا خبر دینا اس بادل سے کہ برسا یمن میں، روایت کیا اسے بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، کہا کہ بادل چھایا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برآمد ہوئے، ارشاد فرمایا کہ ایک فرشتہ بادلوں کا موکل میری خدمت میں حاضر ہوا، مجھے اس نے سلام کیا اور خبر دی کہ وہ چلائے گا بادلوں کو یمن کے ایک نالہ کی طرف جسے ضریح کہا جاتا ہے، تو ہمارے پاس اس کے بعد ایک سوار آیا ہم نے اس سے بادل کی نسبت دریافت کیا تو اس نے خبر دی کہ اس دن پانی برسا، علامہ بیہقی نے فرمایا کہ اس حدیث کے لئے شاہد مرسل ہے بکر ابن عبد اللہ حزنی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو خبر دی بادل کے فرشتے سے کہ وہ آرہا ہے فلاں شہر سے اور بلاشک وہاں اس دن پانی برسا اور بلاشبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ملک (فرشتہ) علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ہمارے شہر میں کب پانی برسے گا؟ تو اس نے کہا کہ فلاں دن اور حضور کے پاس بعض منافق لوگ تھے تو انھوں نے اسے یاد رکھا، پھر انھوں نے اس کے متعلق پوچھا تو اس کی تصدیق پائی تو ایمان لائے اور اس کا تذکرہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تمہارا ایمان زائد کرے اھ قوله مالك السحاب اقول یوں ہی ہے میرے نسخہ خصائص میں الف کے ساتھ بعد میم کے اور بحمدہ تعالیٰ پرانا نسخہ ہے جس کے آخر میں تحریر ہے کہ اس نسخہ مبارکہ کی کتابت سے فراغ ہفتہ کے مبارک دن سترہ ماہ شعبان مبارک ۱۰۳۳ھ اس کی کتابت کو تو کم تین سو برس گذرے اھ منہ عفی عنہ مدنیہ

سات برس تک حسب دستور کھیتی باڑی کرتے رہو گے۔ سات سال کے بعد ایک وقت آئے گا کہ لوگ بارش سے مالامال ہو کر فصلیں اگائیں گے۔ پھر سات سال تک بارش بند رہے گی اور قحط پڑے گا۔ پندرہ سال بعد اتنی بارش ہو گی کہ انگور کی بیلیں زمین سے پھوٹ پھوٹ جائیں گی۔ انگوروں کے شیرے سے لوگ سیراب ہوں گے۔

میں ان واقعات کی جزئیات سناتا جا رہا ہوں، حالانکہ ایسے واقعات کا تو حصر و شمار ہی نہیں ہے۔ ایسے واقعات قیامت تک رونما ہوتے رہیں گے۔ خصوصاً پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ایسا عطا فرمایا ہے کہ ثبوت کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اہل عقل و دانش کسی ایک کا اظہار نہیں کرتے۔ یہ سارے غیوب تو لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں اور لوح محفوظ سے ملائکہ اور اولیاء بھی واقف ہوتے ہیں۔ [1] سب ہونے والی باتوں کو

---

[1] ...... اللھم لك الحمد الخ الٰہی تیرے ہی لیے خوبی ہے جسے حق کی پیروی روزی کرے اور انصاف اور گزاف و بے راہی سے بچنے کی توفیق دے۔ پابند دست دلیل ہو جدھر وہ چلے ادھر چلے اور ٹھہرے جہاں ٹھہرے ہمیں قرآن کریم نے رہنمائی فرمائی کہ قرآن ہر شے کا روشن بیان اور ہر شے کی تفصیل ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اور شے موجود ہے اور اطلاق موجود کا اوپر اس چیز کے کہ تھی اور نہ رہی، یا وہ کہ آئندہ ہو گی، مجاز ہے اور مجاز کی طرف بلا دلیل مصیر نہیں، اگر یہ نہ ہو کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے لوح محفوظ میں ہر ما کان وما یکون ثبت فرما دیا اور یہ تمام مثبتات لوح وقت نزول آیت کریمہ یقیناً اس میں موجود ہیں، تو البتہ نہ دلالت کرتیں آیتیں مگر اوپر علم جمیع اشیاء کے جو کہ موجود ہیں عالم میں وقت نزول آیت کے، نہ وہ چیز کہ پائی گئی اور معدوم ہو گئی اور نہ وہ کہ اب تک نہ پائی گئی بہ سبب نہ شامل ہونے لفظ شی کے اس کو حقیقتاً لیکن یہ اثبات بحمد اللہ تعالیٰ نے آیا، اثبات جمیع ما کان وما یکون کو اس چیز سے کہ مثبت ہے لوح میں بہ سبب ہونے اس کے کہ بیچ اس کے اشیاء موجودہ فی العالم کے وقت نزول ہونے آیات کے، جیسے نقوش مرسومہ کتاب میں موجود ہیں اور یقیناً معلوم ہے کہ لوح متناول نہیں ہر آنے والے کو ابد تک چونکہ متناہی کا احاطہ غیر متناہی کو صحیح نہیں اور لوح میں وہی ثبت ہے جو دن سے تھا اور قیام قیامت تک ہو گا، اور میرے نزدیک کوئی دلیل قاطع اب تک اس پر قائم نہ ہوئی کہ غایت مغیا میں داخل ہے یا خارج، تو اگر واقعی یہ ہو کہ تعین وقت ساعت لوح میں مثبت ہے، تو یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے جان لیا کہ اب آیات اس کو متناول ہیں اور اگر واقعی یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس میں ثبت نہ فرمایا، تو نہ دلالت کریں گی آیتیں اس پر اور دونوں احتمال رہیں گے، کیونکہ یقیناً معلوم ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم مکتوبات لوح محفوظ میں منحصر نہیں، (بقیہ صفحہ پر ۱۱۲)

لوح محفوظ میں ثبت فرمادی ہیں اس میں حکمت یہ ہے کہ ملائکہ آئندہ باتوں پر مطلع ہوں کہ جب وہ باتیں لکھے ہوئے کے مطابق واقع ہوں، توان کا ایمان اور تصدیق بڑھے اور اس لئے کہ ملائکہ جان لیں کہ کون مدح کا مستحق ہے اور کون مذمت کا تو ہر ایک کے لئے اس کا مرتبہ پہنچائیں، انتہیٰ اور شاہ عبدالعزیز نے تفسیر عزیزی میں ذکر کیا کہ لوح محفوظ پر مطلع ہونے سے یہ مراد ہے کہ جو باتیں واقع میں موجود ہونے والی ہیں، خارج میں ان کے وقوع سے پہلے ان کا علم ہو جائے، خواہ لوح کی تحریر دیکھ کر ہو یا بغیر اس کے اور یہ اولیاء اللہ کو بھی حاصل ہوتا ہے اور لوح محفوظ پر یوں اطلاع کی کہ اس کے نقوش کا مطالعہ کریں، یہ بھی بعض اولیاء سے بتواتر منقول ہے، انتہی مترجما۔

انبیاء کرام علیہم السلام اور خصوصاً سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تو مقام ہی ارفع واعلیٰ ہے۔ آپ کے ان کمالات کا انکار وہی کرتا ہے جو عقل وایمان سے محروم ومحجوب ہو۔

لوح مبین ہے

اللہ تعالیٰ نے لوح کی تعریف مبین کے لفظ سے فرمائی ہے: وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ، (یسین :١٢) مبین وہ چیز ہوتی ہے جو واضح اور ظاہر ہو، اس میں کوئی ابہام نہ پایا جائے۔ اگر لوح محفوظ مخلوق خداوندی سے غائب ہو تو کس بات کی لوح مبین ہے؟ امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: لوح محفوظ ایسی چیز ہے جس میں آسمان وزمین کے تمام غیوب محفوظ ہیں۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: زمین وآسمان کا کوئی ایسا غیب نہیں جو کتاب مبین میں نہیں ہے۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ لوح محفوظ میں ہر غیب موجود ہے۔ امام نسفی نے مدارک التنزیل میں فرمایا: لوح مبین لکھا ہوا، ظاہر کہ ملائکہ لوح محفوظ کو دیکھتے ہیں۔ ان پر لوح مبین روشن، ظاہر اور واضح ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات شریف میں لکھتے ہیں "مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ"

کے تمام علوم لوح محفوظ میں ثبت ہیں۔ دوسرے لفظوں میں تمام اشیائے عالم لوح محفوظ میں تحریر ہیں۔ قرآن پاک کی آیات کے نزول کے وقت یہ تمام نقوش لوح محفوظ پر حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وارد ہوئے۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر فتح العزیز یعنی تفسیر عزیزی میں ذکر کیا ہے کہ لوح محفوظ کے علوم پر واقف ہونے سے یہ مراد ہے کہ جو باتیں واقع میں ظاہر ہونے والی ہیں۔ ان کا علم پہلے ہی عطا فرمادیا جائے، خواہ لوح محفوظ کی تحریر دیکھ کر ہو یا فضل خداوندی سے مطلع کر دیا جائے۔ اس کے نقوش کا مطالعہ کریں اور اکثر اولیاء اللہ کے احوال میں ثابت ہے کہ وہ نقوش لوح کا مطالعہ کرتے تھے۔

عَیْنِیْ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ

امام شطنوفی اور دوسرے ائمہ کرام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے غوث الثقلین غیاث الکونین، سیدنا غوث اعظم ابو محمد عبدالقادر الحسنی والحسینی الجیلانی رضی اللہ عنہ سے بہ سند صحیح قول نقل کیا ہے، کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ "**عَیْنِیْ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ**" میری آنکھ ہمیشہ لوح محفوظ پر لگی رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ لیلۃ القدر میں اپنے حکم سے حکمت والے کام تقسیم کر دیتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا، قیامت کے علم کے علاوہ چار علوم قیامت سے پہلے ہی فرشتوں میں بانٹ دیئے گئے ہیں کیونکہ فرشتوں نے تدابیر کرنا ہوتی ہیں، اسی طرح اسرافیل علیہ السلام قیامت سے قبل ہی اپنے فرائض نفخ صور سے آگاہ کر دیئے جاتے ہیں، تاکہ حکم ملتے ہی صور پھونک سکیں۔ اسرافیل نے اپنا ایک پر اس وقت سرنگوں کر دیا تھا جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف لائے۔ دوسرا پر اس وقت گرائیں گے جب صور پھونکنے کا حکم ہوگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں، مجھے کیسے چین آسکتا ہے جب صور پھونکنے والے نے صور اپنے منہ میں لے لیا ہے۔ اب وہ ارشاد خداوندی پر کان لگائے بیٹھا ہے اور حکم کے نازل ہونے پر

ماتھا جھکائے بیٹھا ہے۔ یہ حدیث ترمذی شریف میں ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھی گئی ہے۔ وہ فرشتہ اپنے دونوں زانوں پر کھڑا ہے۔ اسرافیل اس کے پر پر نگاہ جمائے کھڑے ہیں جو ابھی پھیلا ہوا ہے۔ جب وہ اس پر کو گرائیں گے تو یہ صور پھونک دے گا۔ صور پھونکنے کی اجازت اور قیام قیامت میں ان کے پر گرانے کا فاصلہ ہے۔ یہ ایک جنبش ہے تو جنبش تو زمانے میں ہوتی ہے، تو بات ضروری ہے کہ قیامت کے واقع ہونے سے پہلے انہیں علم ہو۔ خواہ یہ علم ایک لحہ پہلے ہو یا ہزاروں سال جب یہ بات ایک مقرب فرشتہ کے لیے واجب ہے، تو اپنے پیارے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کون سی محال چیز ہے؟ ان کے لیے یہ ناممکن بات نہیں کہ قیامت کے قیام سے دو ہزار سال پہلے آپ کو علم دیا جائے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم ہو کہ دوسروں کو نہ بتایا جائے۔[1] معتزلہ انہیں آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے اولیاء اللہ کی کرامت سے انکار کرتے ہیں۔ علامہ نے شرح مقاصد میں معتزلہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: کہ یہاں غیب عام نہیں ہے، بلکہ مطلق ہے۔ یا ایک معین مراد ہے یعنی قیامت کا وقت اور اس پر آیت مبارکہ "عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا" (الجن:۲۶) میں قرینہ موجود ہے۔ اس میں قیامت کا ذکر ہے اور یہ ناممکن نہیں کہ بعض ملائکہ۔ بعض انسانوں خصوصاً بعض انبیاء کرام علیہم السلام کو اس کا علم دیا گیا ہو۔

یہ بات طے شدہ ہے کہ رسولوں کو علم غیب دیا گیا ہے، مگر اولیاء اللہ کے بارے میں مختلف رائیں ہو سکتی ہیں۔ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد "السَّارِی شرح صحیح بخاری" میں فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی؟ ہاں! وہ پسندیدہ

---

[1] ...... یہ دلیل کتاب لکھتے وقت میرے ذہن میں آئی مگر کچھ دنوں بعد تفسیر کبیر کا مطالعہ کر رہا تھا تو آیت کریمہ "عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا" ۔ کی تفسیر پڑھتے ہوئے دیکھا کہ وقت وقوع قیامت کسی پر ظاہر نہ کیا جائے گا مگر "اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ" مگر اس رسول پر ظاہر کرے گا جس رسول سے وہ راضی ہو گا۔ قرب قیامت کے واقعات قرآن پاک میں کیے گئے ہیں، جس دن آسمان پھٹ جائے گا، پہاڑ اڑنے لگیں گے، ملائکہ اتریں گے، ملائکہ اس وقت جان لیں گے کہ قیامت آچکی ہے تو میرا انبساط زیادہ قوی ہو گیا۔ قلنا بل یظهره۔ کافی ہے۔

رسول جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہو، غیب کے دروازے کھول دے گا۔ ولی اللہ رسول کا تابع ہوتا ہے، اس سے علم حاصل ہوتا ہے۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی کے والد محترم شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ نے "**تفہیمات الٰہیہ**" میں اپنا حال تحریر کیا ہے۔ انہیں خاص واردات میں وہ وقت دکھایا گیا تھا جب قیامت قائم ہوگی، آسمان پھٹ جائیں گے، مگر جب عالم بیداری میں آئے تو آپ کو یہ واقعہ یوں محسوس ہونے لگا جیسے خواب تھا۔ جب ایسے اولیاء اللہ ایسے حالات سے واقف کر دیئے جاتے ہیں ،تو سبحان اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اور آپ کا علم کجا۔ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ "**شرح فتوحات الٰہیہ**" میں لکھتے ہیں اور پھر اپنی دوسری شرح "فتح المبین" کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ قیامت کا علم حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہے، سچی بات یہ ہے کہ علماء کرام کے ایک طبقہ نے فرمایا: ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس وقت اپنے پاس بلایا جب پوشیدہ چیزیں آپ پر ظاہر کر دیں۔ ہاں! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بتانے یا نہ بتانے کا حکم بھی تھا اور اختیار بھی تھا۔

عشاوی نے "الصلاۃ الاحمدیہ" حضرت سیدی احمد کبیر بدوی کی شرح میں اس قول کو صحیح قرار دیا ہے۔ یہ تمام انوار ہیں، اس ارشاد الٰہی کے "**وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ**" کہ ہم نے آپ پر قرآن اتارا ہر چیز کا روشن بیان۔ حق قرآن کے انوار سے چمک اٹھا، جس طرح سورج کے چہرے سے بادل چھٹ جاتے ہیں۔ اب ہمیں ضرورت نہیں کہ پانچوں غیوب کی جزئیات پر گفتگو کریں جو اولیائے کرام سے بھی ظاہر ہوتے رہے ہیں۔ یہ وہ سمندر ہے جس کا نہ کنارہ معلوم ہے نہ گہرائی، اگر ہم گنانے لگیں تو کسی کنارے پر نہ پہنچ سکیں گے، جسے قرآن کی آیات شفا نہ بخشیں، اس کی بیماریاں کہاں ختم ہو سکتی ہیں؟

نَسْئَالُ اللّٰهَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَعَلَى الْحَبِيْبِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ۔

☆☆☆

بقیہ جات

(بقیہ صفحہ نمبر ۱۰۳ سے حاشیہ نمبر ۱)...... نے اپنی مشہور کتاب ''مرأت الجنان'' میں آپ کو بڑے بڑے جلالت وعظمت والے خطابات اور القابات سے یاد کیا ہے۔ امام جلیل القدر علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن المحاضرہ میں آپ کو ''امام یکتا'' لکھا ہے۔ پھر اپنی کتاب جو دل ودماغ کو روشن کرنے والی المعروف بہ ''بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار'' میں لکھا ہے (اس کتاب کے متعلق شیخ عمر بن عبدالوہاب فرضی حلبی نے فرمایا تھا کہ میں نے اس کتاب کو پڑھا، تو مجھے ایک بھی بات ایسی نہ ملی جس پر عمل کرنے کو دل نہ چاہا اور اس پر عمل کرنے پر آمادہ نہ ہوا ہوں۔ اس کتاب میں سے ''اسنی المفاخر''، ''نشر المحاسن'' اور ''روض الریاحین'' اور ''کتاب الاشراف'' جیسی مشہور زمانہ کتابوں میں اقتباسات ملتے ہیں۔ ''کشف الظنون'' میں سیدی عارف باللہ جلیل القدر مکارم النہر خالصی قدس سرہٗ (جو سید علی بن ہیتی کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے) کے اوصاف محتاج تعارف نہیں ہیں۔ آپ نے اپنی اس مشہور کتاب ''بہجۃ الاسرار'' میں ایک اور جگہ پر لکھا ہے کہ میں خود جناب غوث الاعظم والمعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ میری آنکھ نے حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی جیسا پیر نہیں دیکھا۔ رضی اللہ عنہ

علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے زبدۃ الاثار میں لکھا ہے کہ بہجۃ الاسرار ایک بہت بڑی کتاب ہے۔ علامہ ذہبی نے جو علماء حدیث میں بڑا بلند مقام رکھتے ہیں۔ مصنف ''بہجۃ الاسرار'' کو ہدیہ تحسین پیش کیا ہے اور کہا وہ علامہ شطنوفی کی مجلس میں خود حاضر ہوئے۔ ان کے طریق تدریس اور انداز تدریس کی اجازت حاصل کی۔

حضرت غوث اعظم اور غیب کی باتیں

ہمیں شیخ ابن شیخ ابی المجد مبارک ابن احمد بغدادی حریمی حنبلی نے بتایا کہ انہیں ان کے والد اور انہیں اُن کے دادا ابوالمجد رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ میں ایک روز شیخ مکارم رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ کا گھر نہر خالص پر تھا، میرے والد کے دل میں خطرہ گزرا، کاش! میں حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی کوئی کرامت دیکھ سکتا۔ حضور اعظم رضی اللہ عنہ نے مسکراتے ہوئے میری طرف التفات فرمایا اور کہا، ہمارے پاس عنقریب پانچ شخص آنے والے ہیں۔ ان میں سے ایک گورا سرخ رنگ ہوگا، اس کے دائیں رخسار پر تل ہوگا، آج کے بعد اس کی عمر صرف ۹ ماہ رہ گئی ہے۔ اسے بطائح میں شیر چیر پھاڑ کر کھا جائے گا، اسے وہیں سے اللہ تعالیٰ اٹھائے گا۔

دوسرا عراقی ہوگا جس کا رنگ سرخ وسفید ہوگا مگر وہ کانا اور لنگڑا ہوگا۔ ہمارے پاس ایک ماہ زیر علاج رہے گا، مگر جانبر نہ ہو سکے گا۔ تیسرا ایک مصری گندمی رنگ کا ہوگا، اس کے بائیں ہاتھ کی چھ انگلیاں ہوں گی، بائیں ران پر نیزے کا زخم ہوگا جو اسے تیس برس پہلے لگا تھا۔ وہ ہندوستان میں تجارت کے لیے نکل جائے گا اور وہاں ہی

تیس سال بعد فوت ہوگا۔ چوتھا شامی ہوگا جس کا رنگ گندمی ہوگا، اس کی انگلیوں پر گٹا ہوگا، وہ حریم میں تمہارے گھر کے سامنے مرے گا، سات برس تین ماہ اور سات دن کے بعد اس کی موت واقع ہوگی۔ ایک گورے رنگ کا یمنی نصرانی ہوگا، اس کے کپڑوں کے نیچے زنار بندھا ہوگا، وہ اپنے ملک سے تین برس سے نکلا ہوا ہے اور وہ اپنا مذہب کسی کو نہیں بتاتا، وہ مسلمانوں کے حالات معلوم کرنے کی جاسوسی کر رہا ہے۔

کچھ وقت ہی گزرا تھا کہ یہ لوگ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ عجمی نے بھنا ہوا گوشت طلب کیا، عراقی نے چاول اور بلخ کا گوشت مانگا۔ شامی نے شامی سیب کا مطالبہ کیا۔ یمنی نے نیم برشت انڈا مانگا مگر کسی نے اپنی خواہشات دوسرے کو نہ بتائی، ہمارے دیکھتے ہی ان کی خواہش کے مطابق کھانے آگئے، اور وہ کھانے لگے۔

ابوالمجد نے فرمایا: خدا کی قسم! میں غور سے دیکھتا رہا۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے بتائے ہوئے حلیہ میں ذرہ بھر فرق نہ تھا، میں نے مصری سے اس کے پرانے زخم کا دریافت کیا، وہ حیران رہ گیا اور کہنے لگا۔ یہ زخم مجھے تیس سال پہلے لگا تھا۔ اپنی اپنی خواہش کے مطابق کھانا کھانے کے بعد انہیں غشی آگئی۔ ہوش میں آئے تو یمنی نے کہا، حضرت اس شخص کی کیا تعریف ہے جو صوفیوں کے دل کے بھید جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا: مجھے معلوم ہے۔ تم عیسائی ہو، تمہارے لباس کے نیچے زنار ہے۔ یہ سنتے ہی وہ شخص چیخ مار کر اٹھ کھڑا ہوا اور اسلام قبول کیا۔ آپ نے فرمایا: بیٹا تجھے مختلف مشائخ نے دیکھا تھا۔ انہیں یہ معلوم تھا کہ تم نے میرے پاس آکر اسلام لانا ہے۔ اس لیے چپ رہے، اس کی وفات ویسی ہی ہوئی جیسے شیخ نے بتایا تھا۔ اس میں ذرہ بھر بھی تقدم و تاخر نہ ہوا۔ عراقی ایک ماہ بیمار رہا، اور وہاں ہی شیخ کی ایک خانقاہ کے ایک کونے میں مرگیا۔ میں نے خود اس کا جنازہ پڑھا تھا۔ شامی میرے پاس حریم میں مرا، وہ میرے دروازے پر گر پڑا۔ اس نے مجھے آواز دی۔ میں باہر آیا، میں نے دیکھا کہ وہی شامی تھا، اس کی موت جس طرح شیخ نے کہی تھی، سات برس تین ماہ سات دن کے بعد ہوئی۔

دیکھو! حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام غلامان ہیں اور خادم خادمان خدام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہیں۔ انہوں نے ایک شخص کے متعلق ۲۷ بہتر غیبوں کا اظہار کیا۔ جن میں راز درون سینہ، مرنے کی جگہ، موت کا وقت، موت کے اسباب، کل کیا کرے گا؟ اور اس کے علاوہ کئی غیبی چیزوں سے پردہ اٹھایا۔ یہ بات بلاشک وشبہ ہے۔

اور ابوالمجد کے دلی خطرہ سے مطلع ہونا، پھر ان لوگوں کی خبر دینا جو آنے والے تھے۔ وہ پانچ آدمی تھے، ایک عجمی، دوسرا عراقی، تیسرا مصری، چوتھا شامی، پانچواں یمنی۔ یہ آٹھ غیب تھے، جن سے مطلع کیا۔ عجمی کے متعلق گیارہ غیب ظاہر کیے۔ وہ گورا ہوگا، اس کی آنکھوں میں سرخی ہوگی، اس کے تل ہوگا، اس کے رخسار پر ہوگا، یہ رخسار دایاں ہوگا، گوشت کی خواہش کرے گا، گوشت بھنا ہوا کھائے گا، نو ماہ بعد مر جائے گا، اس کی موت شیر کے پھاڑنے

سے ہوگی اور مقام بطائح میں ہوگی، اور وہیں دفن ہوگا، وہاں سے منتقل نہ ہوگا اور یہیں سے اس کا حشر ہوگا۔

اسی طرح عراقی کے بارے میں گیارہ غیب ظاہر کر دیے۔ گورا ہوگا، سرخی چھلکتی ہوگی، آنکھ میں داغ ہوگا، پاؤں میں لنگ ہوگا، بٹیر کا گوشت چاہے گا، چاولوں کے ساتھ کھائے گا، بیمار ہوگا، ایک ماہ بیماری میں رہے گا، اسی بیماری میں مرجائے گا، یہاں مرے گا، ایک ماہ بعد مرے گا۔

مصری کے متعلق پندراں غیبوں سے پردہ اٹھایا۔ گندمی رنگ ہوگا، چھنگا ہوگا، چھٹی انگلی الٹے ہاتھ میں ہوگی، زخم پورانہ ہوگا، تیس برس کا پرانا زخم خوردہ ہوگا، شہد کی خواہش کرے گا، صرف شہد ہی نہیں گھی سے ملا ہوا شہد مانگے گا، وہ تجارت کرے گا، اس کا کاروبار ہندوستان میں ہوگا، بیس سال تک تجارت کرتا رہے گا، ہندوستان میں مرے گا، اس کی موت بیس سال بعد ہوگی۔

شامی کے متعلق بھی نو غیب افشاء کیے۔ گندمی رنگ ہوگا، سیب کی خواہش کرے گا۔ انگلیوں میں موٹے موٹے گٹے پڑے ہوں گے، شامی سیب مانگے گا، زمین حرم میں مرے گا، اس کی موت ابوالجبد کے گھر کے دروازے پر واقع ہوگی، وہ سات برس تین ماہ اور سات دن کے بعد مرجائے گا۔

یمنی کے بارے میں آٹھ غیب بتائے۔ گورا ہوگا، گندم گوں ہوگا، نصرانی ہوگا، اس کے کپڑوں کے نیچے زنار ہوگا، اپنے ملک سے مسلمانوں کے امتحان کے لیے نکلا تھا، اسے اس کام میں تیس سال گزر چکے تھے، اس نے اپنی نیت چھپا رکھی تھی، نہ گھر والوں کو خبر، نہ شہر والوں کو، اس کی خواہش انڈا ہوگی، وہ انڈا بھی نیم بریان مانگے گا۔

یہ باسٹھ غیب ہیں۔ جنہیں جناب غوث پاک رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے آنے سے پہلے مطلع کر دیا تھا۔ ان غیبوں کے علاوہ پانچ مزید غیب بتائے۔ ان میں سے کوئی ایک اپنی خواہش اور مقاصد کے متعلق دوسرے کو مطلع نہ کر سکا۔ پانچ مزید غیب تھے کہ ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ ہمیں یہ یہ ملیں۔ یہ بہتر (۷۲) غیب جناب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی زبان سے ظاہر ہوئے۔ فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَعْطٰی مَاشَآءَ مِنْ عِبَادِہٖ وَلَہُ الْحَمْدُ انتھی۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۱۰۵ سے حاشیہ نمبر ۱)...... بلکہ وہ ایک نہر بلکہ ایک موج ہے سمندروں میں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے، جیسا کہ گذر را اور اسی سبب سے تو نے مجھے دیکھا کہ میں نے کہا "سوی الساعة علی خلاف فیھا" جس طرح میں علم کا جزم نہیں کرتا، ان کی طرح نفی کا جزم بھی نہیں کرتا۔

اور میں وہی کہتا ہوں جو علامہ تفتازانی کی شرح عقائد سے عنقریب نقل کروں گا یہ کہ کچھ دور نہیں کہ بعض رسولوں کو اس پر آگاہی دی ہو، یہ اس میں ہے کہ جس کی راہ جزم ہے، لیکن ظن تو عنقریب تم دیکھو گے کہ امام قسطلانی سے۔ اس کا مفاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مطلع فرمایا اس پر اپنے رسولوں کو اور اولیاء ان سے لیتے ہیں اور پہلے گذری قطعیت تعلیم خمس کی واسطے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے، علامہ بیجوری اور علامہ شنوانی وجلالت والے سردار عبدالعزیز دباغ

سے عنقریب تصریح آتی ہے، علامہ مدابغی اور علامہ فاضل عارف عشاوی سے اور عنقریب میں دلیل قاطع قائم کروں گا اس بات پر کہ مولیٰ تعالیٰ علم عطا فرمادیتا ہے ملائکہ نفخ صور کو قبل وقوع قیامت کے اور قائم کروں گا دوسری دلیل اس پر امام رازی سے اور پہلے گذرا کہ تمام مخلوق الٰہی کو ہر علم امداد محمدی سے ہی حاصل ہوتا ہے اور علم کی مدد دینے والا واجب ہے کہ جانے اس سے پہلے کہ جس پر القاء کر رہا ہے۔

تو ثابت ہوگیا حاصل ہونا اس کے علم کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبل قیامت کے اور جب اس قدر تقدم کے آیات منافی نہیں۔ تو اس کے مافوق بھی منافی نہیں ہوئی، اس لئے کہ کوئی فرق نہیں اور بلاشبہ رجوع کر گئی ان کی دلالت اس جانب کہ وہ بے اعلام الٰہی معلوم نہیں ہوتی، تو اب بطور ظن یہ قول ذہن میں چمک جاتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا علم دیا گیا اور اس کے چھپانے کا حکم فرمایا۔ بلاشبہ علمائے کرام سے دونوں قول آئے اور جلیل القدر ائمہ نے اس کے بطلان پر جزم نہ کیا، بلکہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے لیے ایک فصل "خصائص الکبریٰ" میں باندھی اور فرمایا: کہ یہ فصل ہے اس بیان میں کہ بعض علمائے کرام ادھر گئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم خمس بھی دیا گیا اور علم وقت ساعت اور علم روح بھی دیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے چھپانے کا حکم فرمایا اھ۔

اور علامہ محمد ابن سید علامہ عبدالرسول برزنجی مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا اپنی کتاب "الاشاعہ لاشراط الساعۃ" ان دونوں کا ذکر برابر ایک حد پر چلایا اور فرمایا: کہ جب امر ساعت سخت تھا اور اس کے علم کو اپنے لئے خاص کرلیا اور مخلوق میں سے کسی کو نہ بتایا اور اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تعلیم فرمایا اور دوسروں کو خبر دینے سے منع فرمادیا، اس سے ہول دلانے اور اس کا بزرگی بڑھانے سے لئے الخ یوں ہی ہے نسخہ مطبوعہ میں "وعلمہا النبی" واؤ کے ساتھ، تو گر واؤ اپنے معنی میں ہو اور جملہ قائم مقام استثنا ہو، تو یقیناً سید علامہ نے اختیار فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تعلیم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی اور اسی قول کو انھوں نے پسند کیا اور اگر واؤ بمعنی لوٗ کے یا الف قلم ناسخ سے گر گیا، تو انھوں نے دونوں قولوں کو ایک برابر حد پر بیان کیا اور خود ساختہ رسالہ کی طرح اس کے بطلان پر جزم نہ فرمایا اور نہ مثل قول غلاۃ اسے بنایا، جیسا کہ اسی رسالہ میں صفحہ ۲۸ وغیرہ پر ہے، نہ کھلم کھلا جھوٹ جیسا کہ اسی رسالہ کے صفحہ ۲۸ میں ہے، مخالف حق وصواب بلاشک وارتیاب دیکھو صفحہ ۳۱ اور اسی پر یہ جھوٹا رسالہ تمام ہے، یہ بھی اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ رسالہ خود ساختہ یا محرف دست غلاۃ وہابیہ ہے، ورنہ نہ راضی ہوتے اپنے دادا کی طرف ان بڑی باتوں کی نسبت پر یعنی ان کا ہونا غلاۃ (اللہ انھیں اس سے محفوظ رکھے) اور مجاہرین فی الکذب سے اور مخالف اس چیز کے کہ جو یقینی طور پر دین مبین سے ثابت ہوئی۔ یا شریک اس کا جو ایسا ہے کیونکہ جس نے نقل کیا قول غلاۃ کا ذبین مکذبین قطعیات ہمراہ قول عادلین صادقین مصدقین برابر ایک حد پر تو بلاشبہ اس نے سب کو جائز رکھا اور کر دیا انھیں احد المجوزین اور اختیار دیا ان کی کتاب سے تلقی کرنے والے کو یہ کہ اختیار کرے جسے چاہے، جیسے کہ وہ شان ہے ان دو قولوں کو جو نقل کئے جائیں بلا ترجیح کسی جانب کے دونوں جانبوں میں سے اور جب تجھ پر یہ کھل گیا تو تجھے یہ کہنے

کا حق ہے کہ مثبت مقدم ہے نافی پر، اور جو کچھ بھی ہو جواب ظاہر ہے ہر اس چیز سے جس کا رسالہ نے قیامت کے بارے میں ایراد کیا کہ آیات صفحہ...... اور حدیث مسلم صفحہ...... یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب سوال کیا گیا ساعت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے ایک مہینہ پہلے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کہ علم اس کا میرے رب کو ہے اور قول ابن کثیر صفحہ ۲۰ وقت ساعت اسے نہیں جانتا ہے کوئی نبی مرسل، نہ کوئی مقرب فرشتہ اور قول اسماعیل حق صفحہ...... "معه ما استأثر لنفسه تامعه علم الساعه" وہ کہ نقل کیا صفحہ...... پر منحوس بڑبڑانا اور کمینہ بھنبھناہٹ جسے علامہ قاری کی طرف نسبت کیا علامہ سیوطی کے رسالہ "الکشف عن مجاوز ته هذبه الامته الالف" سے حالانکہ وہ افتراء ہے، امام جلیل جلال الدین سیوطی پر اور یہ رسالہ الکشف موجود ہے، نہ اس میں بعینہ وہ نقل اور نہ اس کا کوئی نشان اور علامہ قاری پر افتراء ہے کہ انھوں نے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے اسے نقل کیا، صرف اس کا خلاصہ کیا ہے، ان کے قول کے متجاوز نہ ہوگی پانچ سو بعد ہزار کے۔ پھر علامہ قاری نے فرمایا: کہ انھوں نے کہا کہ کھلم کھلا جھوٹ بولا، ضمیر اس میں راجع ہے ابن قیم کی طرف (اس کے بعد اصل میں باقی ورق زائد تھا، افسوس کہ بعد تلاش کامل دستیاب نہ ہوا)۔

☆☆☆

دوسرا حصہ

الحمد للہ! (سابقہ صفحات سے) حق ظاہر ہوگیا۔ صحیح صورتِ حال واضح ہوگئی۔ آفتابِ ہدایت بے حجاب ہوکر درخشاں ہوگیا۔ یہ تمام ہم پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ دوسرے لوگوں پر بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے مگر اکثر لوگ اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔

جو شخص اس احقر العباد کی تحریروں کو بغور مطالعہ کرے گا۔ تو وہ ضرور فائدہ حاصل کرے گا۔ قلب ونگاہ سے ان تحریروں پر غور کرنے والا اُن ہٹ دھرموں کے تمام اعتراضات کا جواب سامنے پائے گا۔ گر یا درکھو ان موضوعات پر تصریح وبیان زیادہ نفع بخش ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم ان اعتراضات کا علیحدہ علیحدہ جواب لکھنے کی کوشش کریں گے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

معترضین ایک عبارت پیش کرتے ہیں ۔ جو حضرت فاضل ابو الذکا مولانا سلامت اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کے رسالہ "اعلام الاذکیا" مطبوعہ ہندوستان کے آخری حصہ میں موجود ہے۔ آپ نے لکھا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مَنْ هُوَالْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْئٍ عَلِيْمٌ ○

ترجمہ: اللہ تعالیٰ درود بھیجے اس پر جو اوّل بھی ہیں آخر بھی اور ظاہر بھی ہیں اور باطن بھی، اور ہر چیز کے جاننے والے ہیں۔

میں ان معترضین کے جواب میں وضاحت کروں گا کہ مصنف نے یہ رسالہ میرے پاس بھیجا تھا اور استدعا کی تھی کہ میں اس پر تقریظ لکھوں۔ میں نے اس پر ان الفاظ میں تقریظ لکھی تھی۔

زید کا قول حق اور صحیح ہے۔ بکر کا زعم مردود و قبیح ہے۔ بے شک اللہ جل جلالہٗ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تمام اولین وآخرین کا علم عطا فرمایا ہے۔ مشرق سے مغرب تک عرش سے فرش تک سب کا سب جہاں آپ کو دکھا دیا گیا۔ ملکوت السمٰوات والارض کا شاہد بنایا، روز اوّل سے آخر تک کا تمام مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ کا عالم بنا دیا، اس موضوع پر فاضل مجیب (سلمہ المولیٰ القریب المجیب) نے جس تفصیل کی ضرورت تھی، بیان کیا تھا۔ اگر کسی کو یقین نہ ہو تو قرآن عظیم شاہد وعدل اور حکم فصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ۔ (النحل:۸۹)

ترجمہ: ''ہم نے آپ پر ایسی کتاب اتاری جو ہر چیز کو روشن بیان کرتی ہے۔''

اس دلیل کے آخر میں، میں نے مفصل تحریر وتقریر کی۔ اس تحریر سے ہر عامی سے عامی آدمی سے لے کر بڑے سے بڑا عالم فاضل تک اس نتیجے پر پہنچے گا کہ میں نے اپنی تقریر میں صرف اتنی سی بات کا ذمہ لیا تھا کہ جو دلائل فاضل مصنف نے پیش کیے ہیں۔ وہ بقدر ضرورت کافی ہیں اور اس میں رسالہ کے لفظ لفظ پر نظر نہیں ڈالی گئی تھی۔ جس طرح اس میں دعویٰ کیا گیا تھا، وہ ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ کیونکہ میں نے صورت دعویٰ کو اپنی عبارت میں علیحدہ ذکر کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص عقل وتمیز کے ساتھ علماء کی مجالس میں رسائی رکھتا ہے، اسے معلوم ہے کہ تقریظ اور تصحیح کرنے والے میں کیا فرق ہوتا ہے؟

تقریظ لکھنے والا اگر یوں لکھے کہ میں نے رسالہ یا فتویٰ اوّل سے آخر تک غور وتامل کے ساتھ دیکھا ہے۔ جیسے گنگوہی نے براہین قاطعہ کی تقریظ میں لکھا تھا، تو وہ اس رسالہ یا فتویٰ کی صحت وتقص کا ذمہ دار ہوتا ہے اور اس طرح کتاب میں لکھے جانے والے تمام موضوعات وتصریحات کا تقریظ لکھنے والا بھی ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس کتاب کے تمام معانی وعبارات تقریظ لکھنے والے کے مؤیدہ ومصدقہ ہوتے ہیں۔

لیکن اگر تقریظ لکھنے والا یوں لکھے کہ ہم نے اس کتاب کو مختلف مقامات سے دیکھا اور ہم اُسے مفید سمجھتے ہیں اور پھر اس کی تعریف وتحسین کر دی مگر اس کے طرز نگارش،

اسلوب نگارش، دلائل کی روانی، الفاظ و معانی کے بارے میں سکوت اختیار کی ہے اور کسی قسم کا اقرار یا انکار نہیں کیا۔ اور فتویٰ پر صرف یہ لکھ دیا کہ "حکم صحیح ہے"۔ اگر چہ بعض مقامات پر ناپسندیدہ الفاظ بھی ہیں، تو صرف حکم کو ہی صحیح بتایا تھا۔

اگر لفظ النفس زیادہ کر دیا تو اس کتاب کی یہ تقریظ لکھنے والے کی رائے کتاب کے نقائص کی ذمہ دار ہوگی۔ ہاں! اگر مصحح نے اپنے الفاظ میں دلائل کی تصحیح کر دی تو اس کے دلائل بھی اسی کی ذمہ داری ہوگی۔ اگر ایسے تقریظ لکھنے والے اور مصحح نے بعض مقامات پر الفاظ و معنی کی صحت کر دی۔ الفاظ میں کمی بیشی بھی کی اور ان الفاظ کی درستگی کا تذکرہ بھی کیا تو اس کو کتاب کے تمام مطالب اور معانی کی ذمہ داری قبول کرنا ہوگی۔

اگر کسی مصحح نے یہ لکھا کہ آپ کا خارج اور زائد الفاظ پر کوئی توجہ نہیں جنہیں کسی دلیل سے کوئی تعلق نہیں، نہ دعویٰ سے کوئی واسطہ ہے، تو عالمانہ طریقہ سے تو ہم تقاضا کریں گے کہ تقریظ لکھنے والے نے زائد باتوں کی طرف خاص توجہ نہیں دی۔

یہی بات میرے ساتھ ہوئی، مجھے یاد نہیں کہ اس کتاب کے اصل مسودہ کا لفظ لفظ کیا تھا مگر مؤلف کا عربی ترجمہ جو اس کے معروف خط میں لکھا ہوا تھا۔ جس خط میں ان کے دوسرے رسالے یا فتاوی آتے ہیں۔ اس میں یوں لکھا ہے۔

"درود بھیجے، جو اوّل و آخر، ظاہر و باطن اور ہر چیز کا دانا ہے۔ ان پر جو اس آیت کریمہ کے مظہر ہیں۔ وہی اوّل و آخر، ظاہر و باطن اور وہی ہر چیز کا دانا ہے"۔ اس بات پر کسی شخص کو وہم تک نہیں ہو سکتا۔ ہاں! ایسا ہو سکتا ہے کہ مطبع میں جا کر کاتب یا مصحح نے مظہر کا لفظ مـن هـو سے بدل دیا ہو۔ اسی طرح کاتب نے میری تقریظ میں جہاں محمد کا لفظ ہے وہاں مجمعون لکھ دیا ہو۔ اگر کوئی ایسی غلطی میں ہے تو بہتر۔ ورنہ ہم فرض کر لیں گے کہ اصل عبارت ایسی ہی ہے جیسی چھپی ہے۔[1]

میں مجیب کو جانتا ہوں، پہچانتا ہوں، وہ عالم ہیں، سنی العقیدہ ہیں، صحیح المسلک

---

[1] ...... دیکھیں صفحہ ۲۹ تہران صفحہ ۲۶ پر چھپا ہے۔

ہیں، بدمذہبوں، معاندوں کو زخم لگانے میں مشاق ہیں، وہ اپنے بھائیوں کا کلام حتی المقدور بہتر سے بہتر انداز میں بیان کرتے ہیں۔ مجھے اہل ایمان سنی بھائیوں سے امید ہے کہ وہ اس معاملہ کو بہتر تاویل و توجیہہ سے دیکھیں گے مگر جن لوگوں کے دل میں کھوٹ ہے۔ وہ محروم رہیں گے اور طرح طرح کی باتیں بنائیں گے۔

دوسرا جواب

بعض لوگوں کو اس آیت کریمہ میں لفظ ''مَنْ'' بسکون نون اسم موصول اور مَنِّ بہ تشدید نون میں اشتباہ پیدا ہوا ہے۔ وہ مَنْ کو اسم موصول بنا کر پڑھتے ہیں۔ وہ مَنِّ (بہ تشدید و کسر نون) آیت کریمہ کی طرف مضاف کر کے کیوں نہیں پڑھتے۔ جس سے یہ معانی ظاہر ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ان پر درود بھیجے جو اس آیت کریمہ کی نعمت ہیں۔ وہ حضور نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو فرمایا: ''اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا'' (ابراہیم:۲۸) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ انہوں نے تو اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بدل دیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نعمت الٰہیہ ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: کہ نعمت الٰہی سے مراد محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی نعمت قرآن کی مَنّت ہیں۔ اس آیت کریمہ کے اپنے خاص مقام پر خصوصی معانی یہ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صاحب کوثر و تسنیم آفرینش میں تمام جہان سے اوّل ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات کو اپنی آنکھوں سے تخلیق ہوتے ہوئے دیکھا۔ آپ تمام پیغمبروں سے بعثت میں آخر ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں پر جتنے علوم نازل فرمائے تھے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان تمام علوم کے جامع ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے معجزات سے ظاہر ہوتے رہے اور پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے غیب کی خبروں کا ظاہر ہونا بھی کمالات نبوت سے ہے۔ حضور

علیہ السلام اپنی ذات گرامی سے باطن ہیں، آپ اللہ تعالیٰ کی ذات اوراس کی صفات کے مظہر ہیں۔ حضور علیہ السلام روز اوّل سے آخر تک جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا آپ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے ہر ایک چیز کو جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان پانچ اسمائے حسنیٰ کی تجلی فرمائی، اور حضور علیہ السلام پر احسان فرمایا، جس طرح ہم پر حضور علیہ السلام کو مبعوث فرما کر احسان فرمایا، اس لحاظ سے اس آیت کریمہ کی منت ہوئے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے مبارکہ

اس میں شک نہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بعض اسمائے مبارکہ سے موسوم ہیں۔ ہمارے والد مکرم قدس سرہٗ المعظم نے اپنی کتاب مستطاب "سرور القلوب فی ذکر المحبوب" میں حضور علیہ السلام کے سڑسٹھ اسماء گرامی لکھے ہیں۔ ہم نے اپنی تالیف کتاب "العروس الاسماء الحسنیٰ فیما لنبینا من الاسماء الحسنیٰ" میں بھی ایک معقول تعداد کا اضافہ کیا ہے۔ پھر جن محدثین نے حضور علیہ السلام کے ان اسماء مبارکہ کو روایت کیا ہے اور جہاں سے وہ نام اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقائے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائے ہیں۔ محدثین نے انہیں روایت کیا ہے۔ مواہب اللدنیہ اور اس کی شرح علامہ زرقانی کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں یہ تمام اسمائے مبارکہ ملتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک نفیس حدیث بیان فرمائی ہے[1] جس میں بیان

---

[1] ...... علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری نے شرح شفا شریف میں لکھا ہے کہ تلمسانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور سلام کرنے کے بعد کہا، تم پر سلام ہوائے اوّل! تم پر سلام ہوائے آخر! تم پر سلام ہوائے ظاہر! اور تم پر سلام ہوائے باطن! میں نے ان خطابات کو سننے کے بعد کہا، یہ خطابات تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔ بیشک یہ اوصاف صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہیں، مگر مجھے حکم ہوا ہے کہ میں آپ سے ان خطابات سے بات کروں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے یہ اوصاف عطا فرما کر اپنے فضل سے نوازا ہے اور تمام انبیاء ومرسلین علیہم السلام کے علاوہ آپ کو ان اوصاف سے متصف فرمایا ہے۔

آپ کے لیے اپنے ناموں سے نام تجویز فرمائے اور اپنی صفات سے آپ کی صفت بیان (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں یہ چار اسماء گرامی پیش کئے۔ پھر ہر ایک نام کی تشریح اور تفصیل بیان کی اور ہر ایک کی وجہ بھی بیان کی۔ تو من موصولہ ہی ٹھہرا اور اس کا صلہ والباطن تک ہو گیا۔

رہا یہ قول کہ وہ ہر چیز کا دانا ہے۔ ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ اس جملہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نہیں ہو سکتا اگر پہلی شق لیتے ہو تو یہ بد کنا کیسا؟ اور اگر دوسری شق مانتے ہو تو ھُوَ کی ضمیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کیوں ٹھہراتے ہو؟ اللہ عزوجل کے لئے کیوں نہیں قرار دیتے ہو کہ اسی کلام میں اللہ عزوجل کا ذکر

(بقیہ پچھلے صفحہ سے حاشیہ نمبر ۱)...... فرمائی ہے۔ آپ کا نام اوّل رکھا، کیونکہ آپ پیدائش کے لحاظ سے اوّل الانبیاء ہیں۔ آپ کا نام آخر رکھا، کیونکہ آپ زمانے کے لحاظ سے آخر الزماں رسول ہیں۔ آپ کی اپنی امت اور سابقہ انبیاء کی امتیں آپ کے پیچھے ہوں گی۔ آپ کا نام باطن رکھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ سرخ نور سے عرش کی پیشانی پر لکھا۔ آپ کے والد جناب آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے ہی آپ کا اسم گرامی عرش الٰہی پر گونج رہا تھا۔ مجھے حکم ہوا ہے کہ آپ پر درود وسلام پیش کروں اور میں درود وسلام پیش کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے ہزار ہا برس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا، آپ بشیر بھی ہیں اور نذیر بھی، آپ داعیاً الی اللہ بھی ہیں اور سراج منیر بھی ہیں، آپ کا نام ظاہر بھی ہے، کیونکہ آپ کو تمام ادیان عالم پر ظاہر اور غالب فرمایا۔ آپ کی شریعت تمام مذاہب عالم پر ظاہر کر دی گئی، آپ کو زمین و آسمان کی مخلوقات پر فضیلت دی گئی، آپ کا اطاعت گزار وہی ہوگا جو آپ پر درود بھیجے گا۔

آپ کا رب محمود ہے جل جلالہ اور آپ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ کا رب اوّل ہے، آخر ہے، ظاہر ہے اور باطن ہے۔ آپ بھی اوّل ہیں، آخر ہیں، ظاہر ہیں اور باطن ہیں۔ یہ بات سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کی جس نے آپ کو تمام انبیاء پر فضیلت دی، حتیٰ کہ اپنے اسماء وصفات سے متصف فرمایا۔

سیدی عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتابوں درۃ الغواص اور الجواہر والدرر میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بے مثال اور بے نہایت ہے اور راز میں جامع اور مظہر میں لامع ہیں۔ آپ ہی اوّل ہیں، آپ ہی آخر ہیں، آپ ہی ظاہر ہیں، آپ ہی باطن ہیں۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

اوپر ہو چکا ہے، تو معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ درود بھیجے ان پر جو اوّل و آخر، اور ظاہر و باطن ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر شیئ کا دانا ہے۔

ہم نے اس بحث کو اس جملہ پر روکا تھا کہ اللہ تعالیٰ درود بھیجے ان پر جو اوّل ہیں، آخر ہیں، ظاہر ہیں اور باطن ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا دانا اور جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ:

وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ○

(سورۃ الاحزاب:۴۰)

اگر آپ ان آیات الٰہیہ کے حقائق پر بحث کریں تو میں واضح کروں گا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ روشن قرینہ یہ ہے کہ یہ ضمیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس موضوع پر مزید وضاحت فرماتا ہے۔

اِنَّـآ اَرْسَلْنٰـکَ شَاہِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُعَزِّرُوْہُ وَ تُوَقِّرُوْہُ وَتُسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ط (الفتح:۸)

ترجمہ: ’’بیشک ہم نے آپ کو ایسا رسول بنا کر بھیجا۔ جو حاضر بھی ہے، ناظر بھی خوش خبری دیتا ہے اور ڈر سناتا ہے۔ اے لوگو! تم ایمان لاؤ اللہ پر اس کے رسول پر۔ رسول اللہ کی تعظیم کرو، توقیر کرو اور اللہ کی تسبیح کرو، صبح و شام۔‘‘

’’تُعَزِّرُوْہُ وَ تُوَقِّرُوْہُ‘‘ کی ضمیریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف ہیں اور ’’تُسَبِّحُوْہُ‘‘ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ یہ وجہ ہے۔ قاری حضرات ’’تو قروہ‘‘ پر پہنچ کر رک جاتے ہیں توقف کرتے ہیں اور اس سے انتشار ضمائر لازم نہیں آتا۔ کیونکہ پاکی تو اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے ہے اور تسبیح بھی اسی سے مختص ہے۔ اور اس صفت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ اسے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف منسوب کیا جائے گا۔

جواب چہارم

ہم یہ تسلی کرتے ہیں کہ مصنف نے بقول آپ کے تمام ضمیریں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی سے منسوب کردی ہیں۔ مگر ہم کسی کی نیت اور دل کے ارادوں پر حکم نہیں لگا سکتے۔ صرف اتنی بات پر کسی کو کفر کا حکم لگانا اور مصنف کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دینا کہاں کا انصاف ہے؟ یہ مسئلہ حقیقت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علیم ہونے پر کسی مسلمان تو کیا کافر کو بھی اختلاف وانکار نہیں۔ جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احوال سے معمولی واقفیت بھی ہو، وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علیم ہونے سے انکار نہیں کرسکتا۔ رہا یہ مسئلہ کہ کل کا لفظ استعمال نہ کیا جائے، تو میں اس ضمن میں عرض کروں گا کہ قرآن کریم نے متعدد مواقع پر کل کا لفظ استعمال کیا ہے۔

۱۔ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔ (الاحزاب:۴۰)

ترجمہ: "اللہ کل شیئ کا عالم ہے۔"

یہ لفظ جملہ مفہومات پر حاوی ہے۔ واجب، ممکن ومحال غرض جملہ مفہومات کو شامل ہے اور یہ وہ عام ہے جسے تمام اصولیوں نے بھی متفقہ طور پر تسلیم کیا ہے کہ کوئی عام ایسا نہیں جس میں کوئی نہ کوئی تخصیص نہ پائی جاتی ہو۔

۲۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ (البقرہ:۲۰)

ترجمہ: "بیشک اللہ کل شیی پر قادر ہے۔"

یہ قدرت ان تمام ممکنات کو شامل ہے۔ خواہ وہ موجود ہوں، خواہ معدوم ہوں، واجب اور محال کی طرف اس کو کوئی راہ نہیں۔ ہم نے اس موضوع پر اپنی کتاب "سُبْحَانَ السُّبُّوْحِ عَنْ عَيْبِ كِذْبٍ مَّقْبُوْحٍ" میں بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے۔ کیونکہ اگر واجب پر قادر ہو تو خدا نہیں رہے گا۔ اگر محال پر قادر ہو تو منجملہ محال اس کا فنا ہونا بھی ضروری ہے۔ تو اس پر قادر ہوگا، تو اس کی فنا ممکن ہوگی، تو اس کا وجود واجب نہ ہوگا، تو خدا نہ رہے گا۔

۳۔ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيْرٌ۔ (الملک:۱۹)

ترجمہ: ''بیشک اللہ کل شی کو دیکھ رہا ہے۔''

یہ جملہ صرف موجودات کو شامل ہے جن میں ذات وصفات الٰہی اور ممکنات داخل ہیں۔ ان میں محالات ومعدومات نہیں ہیں کیونکہ معدوم تو نظر آنے کے قابل نہیں۔

عبدالغنی نابلسی نے اپنی تصنیف "مطالب وفیہ" میں بڑی تفصیل سے بحث کی ہے۔

میں وضاحت کروں گا کہ بہت سی ایسی چیزیں نظر آتی ہیں جو واقعہ میں موجود نہیں ہوتیں۔ شعلۂ جوالا میں دائرہ برستی ہوئی بارش کے قطروں میں لکیریں، سر کے چکرانے میں گھر کا چکرانا۔ ایسے مواقع پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی نظر نے خطا کی ہے، اس کی نظر کو دھوکا ہوا ہے، جو چیزیں دکھائی دی ہیں، وہ اس کی نگاہ کی غلطی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی نگاہ کسی غلطی اور دھوکے سے پاک ہے۔

۴۔ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ۔ (الزمر:۶۲)

ترجمہ: ''اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔'' (کنزالایمان)

یہ بات ان ممکنات میں شامل ہے۔ جو کسی زمانے میں موجود ہو، واجب اور محال تو نہیں۔ پھر اس ممکن کو بھی شامل نہیں، جو نہ کبھی ہوا تھا، نہ ابدالآباد تک کبھی ہوگا۔

۵۔ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ○ (یٰسین:۱۲)

ترجمہ: ''ہر چیز ہم نے شمار کر دی ہے ایک روشن پیشوا میں۔''

یہ صرف ان حادث چیزوں پر مشتمل ہے۔ جو ازل سے آخر تک ہوئیں اور ہوں گی ان میں غیر متناہی علوم نہیں ہیں۔ کیونکہ متناہی تو محدود ہوتا ہے۔ اور وہ غیر متناہی کو گھیر نہیں سکتا۔ مندرجہ بالا دلائل میں ہم نے قرآن کی پانچ آیات پیش کی ہیں۔ پانچوں جگہ ایک ہی لفظ کل کا استعمال ہوا ہے۔ لفظ ایک ہے ہر جگہ اس سے عموم ہی مراد ہے۔ مگر ہر بات نے اتنی کثیر چیزوں کا احاطہ کیا ہے۔ جو اس کے دائرہ میں ہیں، نہ وہ چیزیں جو اس کے دائرہ سے

باہر ہیں۔ اور اس کی قابلیت نہیں رکھتا، اس بات پر کوئی عقلمند اور دانشور شک نہیں کر سکتا، چہ جائیکہ ایک فاضل اور قرآن کا عالم شک کرے۔

ہم سابقہ صفحات پر یہ ثابت کر آئے ہیں کہ قرآن عظیم کی آیات اور صحاح کی احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم پر ناطق ہیں۔ روز اوّل سے آخر تک جمیع مَاكَانَ وَمَا يَكُوْنُ یعنی تمام مکتوبات لوح محفوظ کا علم ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہے اور علماء کرام نے اس مسئلہ کی تصریح بھی فرمائی ہے۔

حضرت علامہ علاء الدین مدقق رحمۃ اللہ علیہ نے در المختار میں لکھا ہے اور واضح کیا ہے کہ بعض اسماء جو خالق و مخلوق میں مشترک ہیں، ان کا بولنا جائز ہے۔ صرف ایک بات سامنے رکھی جائے گی کہ مخلوق کے لیے اس کے معانی اور لیے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے اور ہوں گے۔ یہ بات کہ وہ كُلِّ شَيْءٍ کا عالم ہے۔ جب کل شیئ اللہ کی طرف منسوب ہوگی، تو پہلے معانی یعنی ذاتی اور کلی ہوں گے، لیکن جب یہی بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب ہوگی، تو اس سے مراد عطائی اور انعامی معانی ہوں گے۔ ایسے نظریہ میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

جواب پنجم

ہمارے آقا شیخ محقق عبد الحق محدث بخاری دہلوی قدس سرۂ المعنوی جو احناف کے اجلہ علماء اور اکابر اولیاء میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی شہرت علمی سے کان و مکان بھرے ہوئے ہیں۔ ان کی علمی خوشبوؤں کی مہک سے عالم اسلام کے شہر اور میدان مہک اٹھے ہیں۔ ہمارے علماء مکہ بھی ان کی جلالت شان اور رفعت علمی سے آگاہ ہیں۔ حضرت شیخ محقق مدقق محدث کی گراں قدر تصانیف عالم اسلام میں داد تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ لوگوں نے دینی معاملات میں ان کتابوں سے بے پناہ فائدہ اٹھایا ہے۔ ان میں **لمعات التنقیح شرح مشکوۃ المصابیح**، **اشعۃ اللمعات** چار جلدیں۔ **جذب القلوب**، شرح سفر

السعادت دو جلدیں، فتح المنان فی تائید مذہب النعمان، شرح فتوح الغیب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت وصورت پر مدارج النبوت دو جلدیں۔ اخبار الاخیار، آداب الصالحین اور اصول حدیث پر ایک مختصر رسالہ اہل علم کے مطالعہ میں آچکی ہیں۔ حضرت شیخ کی وفات کو تقریباً تین سو برس گزر چکے ہیں۔ آپ کا مزار دہلی میں مرجع خلائق ہے اور لوگ روحانی برکات حاصل کرتے ہیں۔ اس امام جلیل القدر جلی الفخر قدس سرہٗ نے اپنی کتاب ''مدارج النبوت'' کا آغاز اسی آیت کریمہ سے کیا ہے[1] اور فرمایا ہے کہ جس طرح یہ کلمات اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرتے ہیں اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں اپنی حمد بیان فرمائی۔ اسی طرح اپنے محبوب مکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعت بھی انہی کلمات میں بیان فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی بڑے محمود اور مطلوب ناموں سے یاد فرمایا ہے۔ قرآن حکیم اور احادیث قدسیہ میں ہزاروں اسماء حسنیٰ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے منسوب فرمایا ہے۔ جیسے نور، حق، حلیم، حکیم، مومن، مہیمن، ولی، ہادی، روف ورحیم کے علاوہ یہ چاروں نام بھی خصوصیت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائے ہیں۔ اوّل آخر، ظاہر وباطن، ایسے ہی اسماء حسنیٰ میں سے ہیں۔ ہر نام کی وجہ اور شرح بھی بیان فرمائی اور حضور نبی

---

[1] ...... وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى اور تمہارے لئے دوسری زیادہ کروں جو لذیذ اور شیریں تر ہے۔ فرمایا شیخ سیدنا اکبر رضی اللہ عنہ نے دسویں باب فتوحات مکیہ، جلد ۱، صفحہ ۱۷۷ میں، پہلا نائب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اور ان کا خلیفہ آدم علیہ السلام ہیں، پھر پیدائش ہوئی اور نسل کا اتصال ہوتا رہا۔ اور ہر زمانہ میں خلفاء متعین ہوتے رہے تا آنکہ زمانہ پیدائش جسم طاہر محمدی پہنچا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، وہ چمکتے آفتاب کی طرح ظاہر ہوئے کہ مندرج ہو، ہر نور ان کے چمکتے نور میں اور پوشیدہ ہو گیا، ہر حکم ان کے حکم میں اور کھنچ آئیں سب شریعتیں ان کی جانب اور ان کی سرداری کہ چھپی ہوئی تھی، ظاہر ہو گئی تو وہ اوّل وآخر، ظاہر وباطن اور وہی ہر چیز کے جاننے والے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: کہ میں جامع کلمے دیا گیا اور انھوں نے اپنے رب کا ارشاد فرمایا کہ اس نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندھوں کے بیچ رکھا تو میں نے اس کی انگلی کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں پائی، تو میں نے علم اولین وآخرین جان لیا، تو حاصل ہو گیا ان کے لئے تخلق باخلاق اللہ اور الٰہی نسبتیں قول الٰہی سے اپنے لئے، وہی اول وآخر، وہی ظاہر وہی باطن اور وہی ہر چیز کا جاننے والا اور یہ آیت سورۂ حدید میں آئی کہ جس میں شدید سختی ہے اور لوگوں کے لئے فوائد، تو اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مبعوث ہوئے تلوار کے ساتھ اور بھیجے گئے سارے عالم کے لئے رحمت، اھ منہ

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر شے کا عالم قرار دیا۔[ل]

ل ...... ان تصانیف کے علاوہ شیخ محدث کی مزید کتابیں جو مطبوعہ اور غیر مطبوعہ شکل میں موجود ہیں۔ اہل علم کے لیے مشعل راہ ہیں۔ ان کی تفصیل حیات شیخ عبدالحق دہلوی مؤلفہ جناب خلیق احمد نظامی ملاحظہ فرمائیں۔ (فاروقی)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی علمی رفعت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کئی شانوں اور مراتب سے نوازا۔ ان میں صفات حق کے احکام، اسماء و افعال اور آثار غرضیکہ جمیع اشیاء کا علم عطا فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمیع علوم اوّلین وآخرین اور ظاہر و باطن کا احاطہ فرمایا، آپ اس آیت کریمہ کے مصداق کامل ہیں "وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ" ۔ (یوسف: ۷۶) ہر علم والے کے اوپر بھی ایک علم والا ہے۔ علیہ من الصلوات افضلها ومن التحیات اتمها۔

اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان اوصاف کریمہ کا اظہار شریعت میں جرم ہے۔ تو میں کہوں گا حضرت محدث دہلوی کا گناہ تو ہمارے مجیب سے بڑھ کر ہوگا، حالانکہ فاضل مجیب کے وہی امام ہیں اور وہی پیشوا ہیں، کیا حضرت محدث دہلوی پر بھی آپ حضرات حکم لگانے کی جسارت کریں گے؟ کیا معاذ اللہ وہ بھی تمہارے فتوئی کی زد میں آکر کافر کہلائیں گے؟ حاشا اللہ! کیا وہ بھی گمراہ اور گمراہ گر کہلائیں گے؟ کیا وہ عالم اجل دین کے ستون اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کے وارث نہیں ہیں؟ اس کا جواب اگر نہ ملا تو ہم ان نقاب پوشوں کے منہ پر سے پردے اٹھادیں گے۔

مزید تشریح

یاد رہے کہ ہر زمانہ میں خلفاء مقرر ہوتے رہے۔ یہ سلسلہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم ظاہری سے دنیا میں ظہور لانے تک جاری رہا، اللہ تعالیٰ کے آخری خلیفہ حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔ آپ اس کائنات پر درخشاں آفتاب کی طرح ظاہر ہوئے۔ ہر نور آپ کے انوار کے سامنے ماند پڑ گیا۔ ہر روشنی آپ کی ضیاؤں میں گم ہوگئی۔ ہر حکم آپ کے حکم کے سامنے بے اثر ہوگیا۔ تمام شریعتیں اور ادیان عالم آپ کے دین کے سامنے منسوخ ہوگئے۔ آپ کی امامت اور عظمت ظاہر ہوگئی۔ آپ ہی اوّل، آپ ہی آخر، آپ ہی ظاہر اور آپ ہی باطن ٹھہرے۔ وہی ہر چیز کا علم لے کر آئے۔ یہ آیت کریمہ سورۂ حدید میں آپ کے علوم کی شہادت لے کر جلوہ گر ہوئی ہے۔ حدید (لوہا) میں سختی بھی ہے اور لوگوں کے لیے نفع بھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو ایک تلوار تھے دنیا پر چھائے تو رحمت کی بارش تھے۔

آیۂ کرسی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت ہے

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى الآیۃ اور میں تیرے لئے زیادہ کروں اور سخت بلا یہ کہ نظام الدین نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر "غرائب القرآن ورغائب الفرقان" میں آیۂ کرسی کی تشریح (بقیہ صفحہ نمبر ۱۳۸)

دوسرا سوال

مجیب کا یہ جملہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازل سے ابد تک جو کچھ ہوا اور ہوگا سب کچھ جانتے ہیں، مخالفین کے لیے حیران کن اور قابل اعتراض ہے۔ میرے خیال میں ان لوگوں نے مجیب کے کلام کا ترجمہ کرتے وقت خلط مبحث سے کام لیا ہے۔ ان کے ہاں ازل سے آپ کا تعلق نہیں ہے۔ ازل کی اصطلاح کو جب علم کلام کی روشنی میں دیکھا جائے گا تو یہ معنی ہوں گے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم ازل سے موجود ہے۔ جس کی ابتدا نہیں اور یہ کھلا کفر ہے کیونکہ اس سے نبی کریم صاحب کوثر و تسنیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قدیم ہونا لازم آتا ہے۔ حالانکہ مجیب کے اقوال میں ایسا نہیں۔ ان کی عبارت یوں ہے کہ بے شک جملہ "مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ" (النساء:۱۱۳) شامل ہے ان تمام مغیبات کو جو ازل سے ہو گزریں اور ابد تک ہوں گے۔

ازل سے ابد تک

اس عبارت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قدیم ہونا اور ابتداء کا نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ البتہ! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم ازل سے ابد تک کے تمام کائنات کو شامل ہونا ثابت ہے۔ ہم اسی کے بارے میں کلام کریں گے۔ یاد رہے جب ازل سے ابد تک کے الفاظ بولے جاتے ہیں تو اس سے متکلمین یہ مراد لیتے ہیں، جس کے وجود کی ابتداء معلوم نہیں، اور وہ جس کے بقا کی انتہا نہیں۔ اس معنی میں جمیع اشیاء کا علم ہونا کوئی محال چیز نہیں اور ہم سابقہ صفحات میں اس کی وضاحت کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ایسے علم کا مالک ہے، کسی مخلوق یا بندے کو یہ قوت حاصل نہیں ہو سکتی اور کسی بندے کے لیے ایسا علم ماننا عقل و نقل کی رو سے محال ہے، مگر بارہا ازل و ابد بولنے والوں کا مطلب صرف اتنا ہوتا ہے کہ گزشتہ اور آئندہ کا طویل زمانہ ہے۔

ابد کے معانی

ابد کے معنی حضرت قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمائے ہیں۔

"قدیم ہے جس کی ابتدا نہیں"۔

اس معنی کا اطلاق مجازاً اس پر بھی آتا ہے جس کی عمر طویل ہو۔

اس طرح عارف باللہ امام علامہ سیدی عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "جواہر الدرر" میں اپنے شیخ عارف باللہ سیدی علی خواص رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے۔

کہ "میں نے اپنے استاذ سے دریافت کیا کہ حضرت اس سے کیا مراد ہے جب ہم کہتے ہیں کہ اللہ نے لکھ لیا ازل میں؟ باجودیکہ ازل کا تعقل نہیں ہے، مگر صرف اتنا ہے کہ وہ زمانہ ہے اور زمانہ مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ کا لکھنا قدیم ہے"۔ تو آپ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: کہ کتاب ازلیہ سے مراد تو صرف علم الٰہی ہے۔ جس نے تمام اشیاء کو گھیر لیا ہے مگر ازل وہ زمانہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے وجود اور ان موجودات کے درمیان معقول ہے۔ اسی زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے تمام انسانوں کو اپنے رب ہونے کا اقرار کرایا تھا اور یہی زمانہ ہے، جب انبیاء کرام علیہم السلام نے میثاق کو پورا کرنے کا عہد کیا تھا۔

اس بحث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سوال کرنے والے نے ازل بہ معنی زمانہ مراد نہیں لیا، بلکہ ایک مخلوق ہے۔ حادث ہے اور غیر قدیم ہے۔ ہمارے سردار عارف باللہ مجیب نے یہ نکتہ ظاہر کر دیا کہ ازل وہ زمانہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے میثاق لیا تھا۔ اب ازل کے معانی میں کسی قسم کا شک باقی نہیں رہتا۔

امام احمد بن خطیب قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مواہب اللدنیہ جلد دوم میں فرمایا ہے کہ علامہ محمد مسٹر شترا لطسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشہور قصیدہ میں کیا خوب فرمایا ہے:

الملک للّٰہ ھذا عز من عقدت   لہ النبوۃ فوق العرش فی الازل

ترجمہ: کہ تمام ملک اللہ کے لیے ہیں۔ یہ اعزاز نبوت کو ازل کے روز ہی عطا فرمادیا گیا تھا، اگر ازل سے مراد قدم ہے تو اس وقت عرش کہاں تھا؟

میرے سردار عارف باللہ حضرت مولانا نظامی قدس سرہٗ السامی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک نعتیہ شعر کہا ہے۔

محمد کاز ازل تا ابد ہر چہ ہست
بہ آرائش نام او نقش بست

ترجمہ: ''ازل سے ابد تک جو چیز بھی پیدا کی گئی وہ تو حضور علیہ السلام کے اسم گرامی سے ہی ظاہر ہوئی تھی''۔

یعنی تمام چیزیں حضور علیہ السلام کے خدام اور حشم سے ہیں اور حضور علیہ السلام کی عزت و ناموس کے ہی یہ سارے جلوے ہیں۔ میں معترضین سے پوچھتا ہوں کہ یہاں حضرت نظامی رحمۃ اللہ علیہ نے ازل سے کیا مراد لی ہے؟ اگر اسے کلامی اصطلاح پر لیا جائے تو معاذ اللہ صریح کفر ہے۔ لہٰذا اسے سید عارف باللہ کے کلام پر حمل کرنا ہوگا۔ میرے نزدیک یہی معانی درست اور صحیح ہیں۔ ازل سے ابد تک کی جگہ روز اوّل سے روز قیامت تک لکھا گیا مگر اعتراض کرنے والوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ بس اعتراض ہی کرتے جاتے ہیں۔

جواب دوم

اگر کتاب کے صفحہ ۱۶ پر عبارت سامنے رکھی جائے اور اسے غور سے پڑھ لیا جائے تو مجیب کی عبارت کا مطلب صاف وواضح ہو جاتا اور ہمارے صریح صحیح مطلب پر پہنچ جاتے۔ وہ فرماتے ہیں کہ لوح محفوظ میں تمام گزری ہوئی چیزیں اور آنے والی چیزیں مرقوم و محفوظ ہیں۔ ازل سے ابد تک یہ چیزیں لوح محفوظ کا حصہ ہیں۔ دوسرے لفظوں میں اوّل و آخر کے زمانے کو ان لوگوں نے لوح محفوظ میں محدود مانا ہے۔ تمام متناہی علوم لوح محفوظ کی زینت بنیں تو پھر انہیں روز ازل سے ابد تک کے علوم واسماء کے ماننے میں کیا تردد ہے؟

صحیح حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ ابد سے تمام چیزیں لوح میں موجود ہیں۔ اس موجود و مرقوم سے وہی مراد ہے جو ہم لے رہے ہیں۔

جواب سوم

کاش! یہ حضرات کتاب کا صفحہ ۱۱ پڑھ لیتے۔ تفسیر روح البیان سے یہ عبارت نقل

کی گئی ہے۔" اے نبی! تم اپنے رب کے فضل سے پوشیدگی والے نہیں کہ جو کچھ ازل سے ہو... کچھ ابد تک ہوگا۔ تم پر کچھ چھپا کر نہیں رکھا گیا۔ لفظ جَنٌّ کے معانی پوشیدگی ہے بلکہ جو کچھ ہو رہا ہے یا ہونے والا ہے، تم ہر چیز کی خبر رکھتے ہو"۔

اس فاضل مفسر نے ہمارے علامہ مجیب کے مطالب کو واضح طور پر بیان فرما دیا ہے اگر یہ بات گناہ ہے تو صاحب تفسیر روح البیان پر اعتراض کیا جائے جو مجیب کے پیش رو کی حیثیت سے قرآن کی تفسیر ... رہے ہیں۔ کیونکہ مجیب نے تو اپنے لفظوں میں حضور علیہ السلام کے علوم کی وضاحت کی۔ جبکہ مفسر علام اللہ تعالیٰ کے الفاظ کی تفسیر کرتے ہوئے وہی علوم مصطفیٰ بیان کر رہا ہے۔ پھر مفسر پر کفر اور گمراہی کا فتویٰ کیوں نہیں داغا جاتا؟ پہلے صاحب تفسیر روح البیان پر فتویٰ لگائیں، پھر مجیب کو ہدف تنقید بنائیں۔

جواب سوال سوم

مجیب کا یہ دعویٰ بھی معترضین کو اچھا نہیں لگا کہ حضور علیہ السلام کا علم تمام غیبوں کو شامل ہے کہ اگر جمیع سے مراد تمام علوم الٰہیہ اور معلومات خداوندی کو تفصیل وار احاطہ کرنا ہے، تو ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ ایسا نظریہ کسی بھی مخلوق کے لیے عقلاً اور شرعاً دونوں طرح سے محال ہے، لیکن یہ کہا جائے جو کچھ ازل سے ہوا اور ابد تک ہوگا۔ ان تمام کو حضور علیہ السلام کے علوم محیط ہیں، تو اس میں کسی قسم کا شبہ یا شک نہیں۔ حضور علیہ السلام کے علوم تمام ازل و ابد کے معاملات کو محیط ہیں۔ یہ بات حق اور سچ ہے، یہ اللہ اور رسول کے کلام سے ثابت ہے کاش کہ! یہ لوگ غور کرتے۔ جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ"۔ (النحل: ۸۹) حضور علیہ السلام نے فرمایا: فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْءٍ۔ "ہم نے آپ پر قرآن اتارا ہر چیز کا روشن بیان ہے"۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی۔ علماء کرام کی رائے ہے کہ حضور علیہ السلام کو تمام جزئی اور کلی علوم حاصل ہو گئے تھے اور آپ نے کائنات کے تمام علوم کا احاطہ کر لیا تھا، تو پھر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم میں شک کرنے کی

کیا گنجائش رہ جاتی ہے؟ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر چیز بیان فرمادی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم نے تمام عالم کا احاطہ کرلیا۔'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ گزرا اور جو کچھ ہوگا سب جان لیا''۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام کائنات کے واقعات کو ایسے دیکھتے ہیں جس طرح آنکھوں کے سامنے ہورہے ہوں۔ آپ تمام اشیاء مخلوقہ کے عالم ہیں۔ آپ نے تمام علوم اوّل وآخر، ظاہر وباطن کا احاطہ فرمالیا ہے۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عارف پر ہر شئے روشن ہوتی ہے۔ ائمہ کے اقوال اور عبارات کے بعد جمیع غیوب کے تسلیم کرنے میں کون سی رکاوٹ رہ جاتی ہے۔ کیا لوگ اپنے اقوال اور اپنی عقلوں کو کلمات اللہ، کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اقوال کریمہ، فرمودات علماء کرام سے زیادہ اہم خیال کرتے ہیں۔ اگر ہمارے معاندین عقل کے ناخن لیں تو جس قدر علمی وسعتوں میں غور کریں گے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم کی وسعتیں کھلتی نظر آئیں گی۔ اگر یہ نظریہ کفر، نادانی، یا جہالت ہے۔ تو پہلے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام بدلو پھر علماء وائمہ کو کافر اور گمراہ یا جاہل قرار دو۔ اس کے بعد حضرت علامہ مجیب پر فتویٰ بازی کرو۔

جواب سوال چہارم

معترضین کا ایک یہ اعتراض بھی ہے کہ آیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی ابتداء یا انتہا بھی ہے؟ کیا اس علم کی کوئی حد یا حساب بھی ہے؟ میں کہتا ہوں، ابتداء تو ضرور ہے کیونکہ آپ مخلوق ہیں اور مخلوق کا علم حادث ہوتا ہے اور حادث ہی رہے گا، لیکن ایک بات یاد رکھیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معلومات کی گنتی اور حساب تو صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں ہی ہے۔ کوئی دوسرا اسے حساب وشمار میں نہیں لاسکتا۔ کوئی آدمی یا فرشتہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معلومات کو شمار کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور یہ بات بھی غلط ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم کسی مقام پر جاکر ٹھہر جاتا ہے یا رک جاتا ہے، اور اس کی ترقی میں رکاوٹ آجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم مسلسل اضافہ پذیر رکھا ہے۔ ہمارے محبوب ابد

الآباد تک ذات وصفات الٰہی کے علم میں ترقی فرماتے رہیں گے۔ہم اس موضوع پر سابقہ صفحات میں تفصیل سے لکھ آئے ہیں۔

جواب سوال پنجم

اعتراض کرنے والے پوچھتے ہیں کہ جب میں یہ کہتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے ذرہ بھر بھی کمی نہیں آتی۔اس سے مراد کیا ہے؟ کیا ازل سے ابد تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے کوئی شئے کم نہیں ہوئی؟ یا کچھ اور مراد ہے؟ میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی ذرہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے خارج ہوگا تو یہ صاف حدوث کی طرف ناظر ہوگا۔ذرہ کی بجائے یہ لفظ مثقال بڑھا کر سوال میں اشتباہ پیدا کردیا گیا ہے،حالانکہ میں نے مثقال کے لفظ کو استعمال نہیں کیا تھا۔معترض میرے کلام میں خود ہی بعض چیزوں کا اضافہ کر کے تردید و تردد کی راہ ہموار کرنا چاہتا ہے۔کیونکہ اس طرح معترض ''مثقال ذرۃ'' کا لفظ پیش کر کے ازل سے ابد تک کے درمیان ثابت کرنا چاہتا ہے کہ ذرہ کا وجود اس وقت موجود تھا اور ازل سے ذروں کا وجود تسلیم کرانا چاہتا ہے۔یہ ایک گمراہ کن تخیل ہے۔وہ لفظ مثقال کو بڑھا کر باور کرانا چاہتا ہے کہ ازل سے بھی کوئی چیز تولی جاتی تھی۔حالانکہ ازل میں کوئی ایسی چیز نہیں جو مثقالوں میں تولی جائے۔وہاں تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔اس کے اوصاف کامل ہیں،تردد و احتمال کفر کی طرف ناظر رہ گیا یا اس میں ظاہر ہوا۔یہ دراصل ان گمراہ کن نظریات کی بنیاد ہے۔یہ حرکت ایسی ہے جیسے کوئی دوسروں کے لیے کنواں کھودے مگر خود اس میں گر پڑے۔

ہم بار بار یہ بات دہرا چکے ہیں اور روز روشن کی طرح واضح کر چکے ہیں کہ ازل کا لفظ نہ میرے کلام میں ہے،نہ وہ معنی اور مطلب جو معترض لینا چاہتا ہے،میری مراد ہے میں جواب دوم میں تین مرتبہ اس کو دہرا چکا ہوں۔انسان کے مراتب ہوتے ہیں۔

پہلا مرتبہ صالح مسلمان کا ہے جو سلامتی کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے اور دوسرے

مسلمانوں کے متعلق بدگمانی نہیں کرتا۔ اگر خدانخواستہ شعور سے کوئی ایسا لفظ سنائی دیتا ہے، جس کے دو معنی لیے جاسکیں تو وہ اچھی تاویل کرتا ہے اور برائی اور نقصان سے پھیر دیتا ہے۔

دوسرا وہ رتبہ ہے جسے توفیق تو نہیں ہوتی مگر وہ اپنی دیانت سے اپنے آپ کو ایسی شرح سے محفوظ رکھتا ہے جس سے فساد پیدا ہو۔ ایسا انسان اپنے دین کو بھی محفوظ کر لیتا ہے اور اپنے بھائیوں کے لیے بھی بے معنی چیزیں نہیں سوچتا۔ جس سے کسی قسم کی بدنامی اور تہمت آئے۔

تیسرا وہ شخص ہے جو مندرجہ بالا نعمتوں سے یکسر محروم ہو کر آخری حد تک پہنچ جاتا ہے، مگر اس کی آنکھ میں کچھ حیا باقی ہوتی ہے۔ وہ اگر کوئی بری چیز محسوس کر پاتا ہے، تو اس کے افشاء کی جرأت نہیں کرتا کیونکہ افترا اور بہتان تراشی سے اس کی آنکھ کی حیا اسے روک دیتی ہے اور وہ اپنی زبان سے دوسروں کو ایذاء نہیں پہنچاتا۔

ہاں! معاشرے میں بعض ایسے افراد بھی پائے جاتے ہیں جو حسد کا شکار ہیں، وہ تباہ ہو کر حد سے گزر جاتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں اور حق سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ وہ معمولی بات سن کر اعتراض کرتے چلے جاتے ہیں۔ میں ایسے حملہ آور حضرات کو متنبہ کرتا ہوں کہ وہ ہمیشہ نقصان میں رہیں گے۔ ان کے لیے یہی بہتر ہے کہ وہ میرے بیان کردہ مسائل اور گزارشات سے فائدہ اٹھائیں۔ وہ میرے الفاظ کو توڑ موڑ کر ایسے معانی نہ پہنائیں جن کا گمان بھی نہیں ہوسکتا، لفظ ازل کی عظیم تصریح موجود ہے، کیا میری اس تصریح نے بدگمانی کے تمام دروازے بند نہیں کر دیئے، مگر حسد کی بیماری تو انسان کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔

اے میرے دوستو! ان تمام نقائص سے بچو۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری ہدایت کا ذمہ دار ہے۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ تَمَّ الْجَوَابُ وَظَھَرَ الصَّوَابُ۔

☆☆☆

حرف آخر

سابقہ صفحات کی تحریر ایک کتاب کی شکل میں جمع ہوگئی ہے۔ میں پسند کرتا ہوں کہ اس کتاب کا نام "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ ۱۳۲۳ھ" رکھوں۔ یہ نام تاریخی اور خوبصورت ہے، پھر ان مقاصد پر بھی روشنی ڈالتا ہے جنہیں میں بیان کر چکا ہوں، یہ ابجد کے حروف سے سال تالیف و تصنیف کو بھی ظاہر کرتا ہے۔

الحمد للہ تعالیٰ! اس بندۂ ضعیف نے اس کتاب کا پہلا حصہ سات گھنٹوں میں مکمل کر لیا تھا۔ پھر اسے مزید مفید بنانے کے لیے نظر ششم کا اضافہ کیا اور بے پناہ مصروفیتوں کے باوجود آج ظہر کے بعد دوسرا حصہ بھی مکمل ہو گیا۔ اس حصہ پر مجھے ایک گھنٹہ مزید صرف کرنا پڑا۔ بحمد اللہ تعالیٰ یہ ۲۷ ذی الحجہ بروز بدھ بوقت عصر مکمل ہو گیا۔

وَاَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَاَكْمَلُ السَّلَامِ عَلَى الْمَوْلٰى الْمَخْصُوْصِ بِطِيْبِ النَّشْرِ شَفِيْعِنَا بِمَنِّهٖ يَوْمَ الْحَشْرِ وَعَلٰى اٰلِهِ الْكِرَامِ وَصَحْبِهِ الْعِظَامِ مَادَارَ الْفَجْرُ وَلَيَالِي عَشْرٌ ـ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ـ

تَمَّتْ بِالْخَيْرِ

☆☆☆☆☆

بقایا حواشی

(بقیہ حاشیہ نمبر ا صفحہ نمبر ۴۰)...... حقیقت و نفس ذات کے اور میں تمہیں مطلع کرتا ہوں اس دروغ باف تحریر کی سخت مصیبت ناک بات پر، میں کہتا ہوں پروردگار معاف فرما یہی ایمان ہے ہمارا پروردگار عالم کیساتھ جس کا کوئی ساجھی نہیں، نہ اس کی ذات میں، تو جان کہ وہی ایک ذات معبود برحق ہے اس کے سوا کوئی خدا نہیں، نہ جنا، نہ جنا گیا، نہ کوئی اس کی جوڑ کا، نہ اس کی صفات میں، اسی کے لیے ساری خوبیاں، اس جیسا کوئی نہیں، نہ اس کے ناموں میں۔ تو کیا تو جانتا ہے کوئی اس کا ہم نام، نہ اس کے حکم میں، اور کوئی شریک نہیں اس کے حکم میں، نہ اس کی سلطنت میں اور کوئی ساجھی نہیں اس کے ملک میں اور نہ اس کی ملک میں، اللہ ہی کا ہے جو کچھ سارے آسمانوں اور ساری زمین میں اور جنھیں تم پکارتے ہو اس کے سوا وہ مالک نہیں کسی ادنیٰ شے کے اور نہ اس کے کاموں میں' کیا کوئی اور خالق ہے اللہ کے سوا اور یہ جو ایک ہی نام کا اطلاق اس پر اور اس کی کسی مخلوق پر دیکھا جاتا ہے جیسے علیم، حکیم، حلیم، کریم، سمیع، بصیر، اور اس جیسے اور تو محض لفظی موافقت ہے، نہ معنی میں شرکت۔ ع...... لہٰذا فتاویٰ سراجیہ اور تاتارخانیہ و منح الغفار و درمختار وغیرہا میں ہے۔

ایسا نام لکھنا جو کتاب الٰہی میں اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جیسے علی و کبیر، و رشید و بدیع جائز ہے کہ یہ اسماء مشترکہ میں سے ہے اور حق عباد میں وہ معنی مراد نہیں جو رب العباد کے لئے مراد ہے۔ اھ۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ صیغہ افعل و فعیل صفات الٰہی میں ایک معنی پر ہیں، جیسا کہ ہدایہ میں ہے، عنایہ میں فرمایا کہ صفات الٰہی میں کوئی زیادتی ثابت کرنا مقصود نہیں کہ کسی کو اس کے ساتھ نفس عظمت اور بڑائی میں برابری نہیں، یہاں تک کہ صیغہ زیادتی کے لئے ہو جیسا کہ صفات عباد میں ہوتا ہے۔ تو افعل اور فعیل برابر ہیں بلکہ بلاشبہ علماء نے متعدد مقامات میں فرمایا کہ افعل التفضیل سے نفس فعل بلا شرکت مراد ہوتا ہے، جیسے ارشاد الٰہی جنت والے آج کے دن بہتر مسکن اور بہتر خواب گاہ میں ہیں اور اس کا ارشاد، تو کون سا فرق حق دار امن ہے، اگر تمہیں علم ہے۔ حالانکہ اس کے بعد فرمایا کہ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہ کیا، انھی کے لئے ہے امن اور وہی ہیں راہ پائے ہوئے۔

لیکن اچنبھا اس سے جس نے ہماری تقسیم علم ذاتی و عطائی و محیط و غیر محیط کو فلسفی کلام' نامقبول نزد علمائے اسلام قرار دیا، باوجودیکہ بکثرت ائمہ کرام نے اس کی تصریحات فرمائیں اور کثرت سے ان کی نقول ہم نے اپنے رسالہ "مالی الجیب بعلوم الغیب (۱۳۱۸)" اور کافی حصہ "خالص الاعتقاد" اپنے رسالہ میں ذکر کیا اور اس بہتانی رسالہ میں امام نووی اور امام ابن حجر مکی سے نقل کیا جیسا کہ اوپر ذکر ہوا اور اس رسالہ میں علامہ حجۃ الاسلام غزالی سے

فرق لکھا کہ علم الٰہی محیط ہے اور علم خلائق نہیں، بلکہ آپ ہی اس کی تصریح کر دی جیسا کہ ابھی آگے آتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ، لیکن اس نے اپنی حجت باطل ہوتی اور اپنے راستہ احتجاج کا بند ہوتا دیکھا تو انکار کر دیا اور ادعا کر دیا کہ علم الٰہی سے مراد نصوص شرعیہ میں مطلق ادراک ہے اور لفظ اعلم کا اطلاق باری تعالیٰ پر آیات کریمہ اور اس قول میں کہ اللہ و رسولہ اعلم میں سند پکڑی اور کہہ دیا کہ علم عربیت میں قرار پا چکا ہے کہ افعل التفضیل کے معنی یہ ہیں کہ مفضل (جسے فضیل دی گئی) اور مفضل علیہ (جس پر اسے تفصیل دی گئی) معنے میں دونوں شریک ہیں، زیادت فی المعنی مفضل کا حصہ خاص ہے، یہ کلمہ کہا اور اس کا انجام کچھ نہ سمجھا اور اگر اس کا وبال جانا ہوتا تو ضرور کہتا کہ مجھے اس سے اور اسے مجھ سے کیا، کیونکہ اس میں دو بڑی مصیبتیں ہیں۔

پہلی مصیبت اس سے پوچھو کہ علم اور اس کے مثل حمد الٰہی میں جس کا ذکر نصوص شرعیہ وآیات کریمہ میں ہے۔ وہ مولیٰ عزوجل کی صفات وکمال ہیں یا نہیں، تو اگر ہاں کہے جس کی ہر مسلم سے امید ہے تو اولاً کہو، اے سبحان اللہ! اللہ اور اس کی آیات پر تو ایمان لاؤ اور شریک کر اس کے ساتھ اس کی صفات میں مخلوقات کو اور پکار کر کہو کہ اس کی صفات میں مخلوق کا ساجھا ہے، ہاں زیادتی اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے اور اسی کی امثال سے اس کا اندیشہ قوی ہوتا ہے کہ اس رسالہ کی اگر کوئی اصل تھی تو اس کی تحریف کر دی وہابیہ کے ہاتھوں نے، کیونکہ وہی جرأت کرنے والے ہیں اس جیسی باتوں کی، جیسا کہ شریک کر دیا ہے اور پاگل اور حیوان وبہائم کو علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اور میں نہیں دیکھتا اصل اس شبہ کی یعنی شریک کرنا مخلوق کو اللہ کی صفت میں مگر وہابیہ کے اگلے پیشوا نمرود سے، جب کہ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا وہ رب ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے تو نمرود نے کہا میں (بھی) جلاتا اور مارتا ہوں۔

ثانیاً جو رسالہ نے ذکر کیا وہ ٹوٹنے والا ضابطہ نہیں بلکہ واجب اتباع دلیل ہے، نہ کہ تفصیل کی صورت پر جم جانا۔ ورنہ یونہی خدا کا شریک بنانا ہوگا مخلوق کو عظمت وبلندی وبزرگی اور حکم وغیرہ ان اشیاء میں جن میں اطلاق افعل کا ہمارے رب تبارک وتعالیٰ پر ہوا۔ مثلاً ہم کہتے ہیں اللہ اکبر، اللہ اعظم اور اعلیٰ اور اجل اور احکم باوجودیکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ولا یشرك فی حکمه احدا" اور حدیث قدسی میں ہے: "الکبریاء ردائی والعظمة آزاری الخ" بڑائی میری چادر اور عظمت میرا تہبند ہے تو جو مجھ سے منازعت کرے ان دونوں میں سے کسی ایک میں' اسے میں آگ میں پھینکوں گا۔

ثالثاً رسالہ نے محمول کیا صفات الٰہی کو معنی مصدریہ پر اور معانی مصدریہ امور اعتباریہ تابع انتزاع منتزع فانی ونو پیدا ہیں اور صفات الٰہی اس سے برتر ہیں اور اگر نا کہے تو بلاشبہ اس نے مقرر کیا یہ کہ نصوص دینیہ اور آیات قرآنیہ جہاں اللہ تعالیٰ کی حمد علم اور اس کے مثل سے کرتی ہیں، تو اس کی تعریف صفات کمالیہ الٰہیہ سے نہیں کرتیں، یوں ہی ہیں کہ حمد کرتی ہیں کسی مبتذل چیز سے جو حاصل ہے ہر اچھے برے شریف کمین مومن کافر کو، اس پر کوئی

مسلمان جرأت نہ کرے گا بلکہ کہے گا کہ حمد کرتی ہیں عظمت والی بلند مرتبہ صفات سے جو اپنی ذات میں برتر ہیں، نو پید اعوارض اوران کی نشانیوں سے۔

دوسری مصیبت یہ کہ ارادہ احاطہ سے بھی راضی نہ ہوا چہ جائیکہ ذاتیہ، کیونکہ دونوں کو فلسفیت بتا کرفہم معانی کتاب وسنت میں ساقط الاعتبار کردیا اور دونوں کو ظاہر معنی سے خارج کردینے والا، نصوص کا اور اکثر نصوص کو ناقابل وثوق ٹھہرانے کی جانب چلانے والا، مسلمان کو حیرت عظیمہ میں ڈالنے والا، دین کی مستحکم رسی کو توڑ دینے والا بتایا اور ٹھہرایا کہ مطلق ادراک ہی آیات میں مراد ہے جو خالق ومخلوق دونوں کو شامل ہے، تو اس نے آیات کریمہ کو ایک دوسرے کا نقیض بنا کر چھوڑ دیا کہ تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ قرآن عظیم میں نفی ثبوت علم غیب دونوں کی آیات موجود ہیں اور اس کے نزدیک مراد مطلق ادراک ہے تو نفی واثبات دونوں کی آیات کا ایک ہی معنی پر توارد ہوا، تو شاہین تناقض کا خونخوار پنجہ آیات رحمٰن پر خوب جم گیا، اس سے بڑی کون سی مصیبت ہے؟ اور ہر تارک حق ایسا ہی ہے کہ یقیناً باطل مدد باطل ہی کی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے۔

ایک دوسری نہایت تلخ سخت بلا یہ کہ افتر اپر داز رسالہ کے صفحہ ۲۳ میں ہے کہ کل معلومات بہ نسبت اللہ عزوجل کے عالم شہادت ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ شدید لغزش ہے اور حق یہ تھا کہ کل موجودات کہتا' کیونکہ معلومات الٰہی ان معدومات کو کہ جنھوں نے جامۂ ہستی نہ پہنا اور نہ کبھی تا ابد پہنیں، بلکہ تمام تر محالات کو بھی عام ہیں۔ اس کی تصریح کتب عقائد میں ہے اور محال اگر عالم شہادت سے ہوتا بہ نسبت باری تعالیٰ کے تو ضرور مشہود وشاہد وموجود ہوتا اور اس سے زائد بدتر کون سی شناعت ہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے شریک اور اپنی صورت اور اپنے عجز وجہل وغیر ذالک کا مشاہدہ فرماتا ہے اور اس کے ماسوا بہت سے مصائب ہیں جن سے اللہ تعالیٰ بلند وبالا ہے اور بہت بڑا برتر واعلیٰ ہے اور علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ رویت وجود پر موقوف ہے اور معدوم اللہ تعالیٰ کے لئے مرئی نہیں اور اختلاف صرف اس میں ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ موجود کو بوقت وجود دیکھتا ہے یا ازل میں ہر اس چیز کو جو نیستی سے ہستی میں آئے گی، دیکھتا ہے۔ لہٰذا اس پر اتفاق ہے کہ محال سے متعلق نہیں ہوگی رویت ذوالجلال ہم نے اسے رسالہ "سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح" میں خوب روشن طور پر بیان کردیا ہے، تو آگاہ رہو۔ تو شاید یہ لغزشیں اس جیسی ہیں جس کی رسالہ نے بعض ائمہ کے بارے میں صفحہ ۱۲ میں حکایت کی کہ بلاشبہ وہ مذہبا سنی تھے، لیکن اس مسئلہ میں سہو ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ سے ہم خواہاں عفو وعافیت ہیں، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ۱۲ منہ غفرلہ جدیدہ

ع..... امام قاضی عیاض نے شفا شریف میں فرمایا: اعتقاد رکھا جائے کہ اللہ عزوجل اپنی بزرگی، اپنی بڑائی، اپنی سلطنت اور اپنے اسمائے حسنیٰ اور اپنی بلند صفات میں مخلوقات سے نہ وہ کسی کے مثل، نہ اس جیسا اور کوئی، اور یقیناً وہ جس کا اطلاق شریعت طاہرہ نے خالق ومخلوق دونوں پر کیا ہے، اس میں حقیقی معنی میں کوئی تشابہ نہیں، کیونکہ قدیم کی

صفات مخالف صفات حادث ہیں۔تو جس طرح اس کی ذات، ذات مخلوق کے مشابہ نہیں، یونہی اس کی صفات بھی، صفات مخلوق کے مشابہ نہیں الخ۔ پھر امام واسطی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمایا: کہ نہیں ہے کوئی ذات اس ذات جیسی، نہ کوئی نام اس نام جیسا نہ اس کے کام سا کام، نہ اس کی صفات سی صفت مگر باعتبار موافقت لفظی کے، اور فرمایا: یہ سب مذہب حق اہلسنت و جماعت ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اھ۔ میں کہتا ہوں کہ امام حجۃ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی املاء علی الاحیاء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کہ علم آخرت میں سے لوگوں کے پاس فقط نام ہیں اھ۔ تو صفات مولیٰ تعالیٰ کے ساتھ تمہارا کیا گمان ہے۔ منہ غفرلہ۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۱۲۶ سے حاشیہ نمبر ۱)...... کرتے ہوئے" يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ تاالاَّ بِمَاشَآءَ "کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم کی دلیل کے طور پر بیان کیا ہے۔" مَنْ ذَاالَّذِىْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ" کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے ہی منسوب کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ کون ہے جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت کرے گا؟ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ، خدا کا محبوب ہی اجازت یافتہ شفاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کے مطابق آپ کی یہ بشارت اُس وقت پوری کر کے دکھائی جائے گی، جب آپ مقام محمود پر مبعوث ہوں گے۔ "يَعْلَمُ محمد صلی اللہ علیہ وسلم "وہ تمام احوال جانتے ہیں "بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ" جو آپ کے سامنے ہیں، ابتدائی امور سے قبل اور مخلوق کی پیدائش سے بھی پہلے کے "وَمَا خَلْفَهُمْ" آپ کے بعد قیامت تک کے حالات جو ظاہر ہونے والے ہیں۔ "وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهٖ" وہ اپنے مطلوبہ خداداد علم سے لوگوں کی مسرتوں، معاملات اور حکایات کو جانتے ہیں۔ آپ سب انبیاء کرام علیہم السلام کے حالات اور خبریں بیان فرمائیں گے۔ آپ ہی آخرت کے تمام امور کو جانتے ہیں، جنت و دوزخ کے حالات ان کے سامنے ہیں۔ عام لوگ ان حالات سے کچھ نہیں جانتے، ہاں! صرف اتنا جانتے ہیں "اِلَّا بِمَا شَآءَ" جتنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے ہیں، جتنے علوم واحوال آپ کے صدقے امت تک پہنچیں۔ "وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ" ۔ آپ کی کرسی وسیع ہے۔ زمین و آسمان، عرش و فرش اپنی تمام وسعتوں کے باوجود یوں ہیں جیسے آسمان کے نیچے ایک چھلا پڑا ہوا ہو۔ "وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا" روح انسانی کے لیے آسمان وزمین کے اسرار کا تحفظ گراں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اسماء سکھا دیئے تھے۔

اب ہم معاندین سے سوال کرتے ہیں کیا حضرت علامہ نیشاپوری کی یہ تفسیر اور وضاحت بھی کفریہ ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ من ذلک۔

اقول: میں نے جب نیشاپوری قدس سرہٗ کی تفسیر میں یہ مقام پڑھا تو میرے دل پر القا ہوا کہ ان کی تشریح کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے" مَنْ ذَاالَّذِىْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ " میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات کریمہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور آپ ہی کو شفاعت کی اجازت سے نوازا گیا ہے۔ آپ ہی باب شفاعت کھولیں گے۔ آپ کے سوا کوئی دوسرا "الا باذنہ" کا مستحق نہیں۔ سوال کرنے والا یہ بات معلوم کرنے میں کوئی دقت محسوس نہیں کرتا کہ

بارگاہِ الٰہی میں شفیع کے لیے اس بات کے بغیر چارۂ کار نہیں کہ وہ پہلے اس شخص کے حالات سے پوری طرح واقف ہو جس کی شفاعت کرنا مقصود ہو۔ جس جس کی شفاعت کرنا ہوگی، اُس کے ایمانی مراتب، اعمال باطنہ وظاہرہ کے بارے میں پورا پورا علم ہوگا، جو شخص شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل ہوگا، آپ اسی کی شفاعت فرمائیں گے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ بھی علم ہوگا کہ اسے کس لغزش پر شفاعت درکار ہے؟ اس کے لئے کس قسم کی شفاعت ضروری ہے؟ اور وہ کس حد تک شفاعت کا سزاوار ہے؟ اور کون سی قسم کی شفاعت کا حق دار ہے؟ پھر کونسی شفاعت بارگاہ الٰہی میں اس کی نجات کا باعث بن سکے گی؟ کیونکہ شفاعت کی ہزار ہا قسمیں ہیں، اس کے مواقع اور مقامات ہیں، اگر شفاعت کرنے والے کو علم ہی نہ ہو، تو وہ کیا شفاعت کرے گا؟

لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا۔ (النبأ، ۳۸)

ترجمہ: کوئی بات نہ کرے گا مگر جسے اللہ رحمٰن نے اذن دیا اور وہ ٹھیک ٹھاک بولا: یہ اجازت صرف حضرت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہی ملی ہے۔

اور آپ ہی سارے جہانوں کے علوم پر حاوی ہیں۔ وہی بلاشبہ تمام جہانوں کو جانتے ہیں۔ وہ ہر چیز کو ہر آن میں پہچانتے ہیں۔ "يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيهِمْ" آپ ان تمام چیزوں کو جو آپ کے سامنے ہیں، جانتے ہیں۔ مَا كَانَ سے جو آپ سے پہلے تھا۔ مَا يَكُوْنُ جو آخر زمانے تک ہوگا۔ یہ تمام علم عطا کرنے والے رب نے آپ کو بتا دیا تھا۔ ہم سابقہ صفحات پر احادیث نبویہ سے یہ ثابت کر آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر ہر چیز روشن بیان کر دی جو روشن کرنا ضروری تھی جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام پر روشن کی تھیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب کچھ جان لیا، اللہ تعالیٰ کی عطاء سے جان لیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان تمام چیزوں کا وہ ادراک ہو گیا جو دوسروں کو نہ ہوا تھا۔ اگرچہ ان کے لئے بھی فضل و کمال ہے۔

"لَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ"۔ وہ اگلے علم سے کچھ نہیں پاتے جب تک انہیں اس کی تعلیم نہ دی گئی اور جس قدر "الا بما شاء" جتنا وہ چاہے۔

فانہ شمس فضل ہم کواکبھا

یظہرن انوارھا للناس فی الظلم

آپ بزرگی کا آفتاب ہیں۔ دوسرے تمام ستارے ہیں جو لوگوں پر اپنے انوار پھیلاتے رہتے ہیں مگر یہ سارا نور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چشمۂ نور سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت کی وسعتیں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی شفاعت کے لئے حاضر کئے گئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی مشفوع لھم ہیں، اولین و آخرین کی اتنی کثرت ہے کہ ان کا حصر اور شمار کیا ہی نہیں جا سکتا۔ ان تمام کے آپ ہی شفیع ہیں۔ آپ ایک شخصیت

ہیں کہ آپ کا سینہ نہ کبھی تنگ ہوتا ہے، نہ آپ شفاعت کرنے سے اکتاتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سینہ کیسے تنگ ہوسکتا ہے؟ جبکہ "وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ" کی بشارت آپ کو ملی ہے۔ آپ کے سامنے تو آسمانوں اور زمینوں کی وسعتیں ہیچ ہیں۔ کیا کوئی بدبخت سے بدبخت انسان بھی یہ تصور کرسکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب کریم جس کے سامنے عرش کی وسعتیں یوں محدود ہیں جیسے آسمانوں کے سامنے ایک مچھر، کیا آپ شافع محشر نہیں ہوسکتے؟ ہم لوگ محسوس کرسکتے ہیں کہ اتنی کثیر مخلوق میں سے شاید کوئی آپ کو بھول جائے مگر قرآن نے جواب دیا، یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ ان دونوں آسمان وزمین کی حفاظت اور ان کے درمیان تمام بسنے والی مخلوق کی نگرانی آپ کے ذمہ ہے۔ پھر اللہ نے اپنے فضل سے آپ کو شفاعت کی قوت عطا فرمائی۔ آپ کی شفاعت کی وسعت کا اندازہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا۔ یہاں تک کہ انتہائے کلام اور ازالہء اوھام ہو۔

ہمیں امید ہے کہ ہر وہ شخص جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دامن علم سے وابستہ ہے۔ اسے اس تحریر سے خوشی ہوگی اور اسے قلبی اور ذہنی فرحت ہوگی۔ وصلی اللّٰہ تعالٰی علیه وآله واصحابه وبارك وسلم۔

میں اس مقام پر وضاحت کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھے ان آیات کے ان معانی اور تفسیر سے مکمل اتفاق نہیں ہے اور نہ ہی علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا دعویٰ کیا ہے، لیکن یہ گفتگو ان تاویلات اور اشارات پر مشتمل ہے۔ جو اہل حق اہل باطن کے لیے پیش کرتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے۔ "لَا تَدْخُلُ الْمَلٰٓئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ" فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جہاں کتا ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دل (قلب) اور ملائکہ تجلیات الٰہیہ کا گھر ہے اور کتا تو شہوات ونجاست کی جگہ ہے۔ اہل بصیرت نے ان معانی اور تاویلات سے کبھی انکار نہیں کیا۔ البتہ! یہ حضرات اپنے کمال ایمان وعرفان کی بنا پر ایسے معانی کو پسند کرتے ہیں۔ علامہ سعد الدین تفتازانی نے شرح عقائد میں بسا اوقات ایسے نکتے بیان فرمائے ہیں جو اگرچہ بعید اور غریب ہوتے ہیں، ظاہر میں علماء تو ان پر تنقید کرتے ہیں اور ان کی غلطیاں بیان کرتے ہیں۔ مگر گگڑی کھیرا بعوض دو دانگ کی صورت میں مقبول کیا جاتا ہے، ایک چیز دوسری چیز کے ساتھ خود بخود بیان ہوجاتی ہے۔ قلب بھی ایک ایسا مقام ہے جو نصیحت قبول کرتا ہے۔ بسا اوقات دل کی گہرائیاں لیلیٰ وسلمیٰ عزہ اور بثینہ جیسی (معشوقانِ خیالی شعراء) میں رنگ تغزل سے بھی محبوب حقیقی خصوصاً سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے لطف اندوز اور سبق آموز ہوتی ہیں۔

تفسیروں میں ایسا لکھا ہے کہ "اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ، فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ"۔ تم اللہ کی عبادت ایسے کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو۔ اگر ایسا نہیں ہوسکتا تو یوں محسوس کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

بعض عارفین امت دوسرے تراہ پر رک گئے۔ انہوں نے سوچا "اِنَّكَ اِنْ لَّمْ تَكُنْ"۔ اگر تم ایسا نہ کرسکو، یعنی تو اپنے نفس سے فنا ہوجائے تو اب اسے دیکھے۔ پھر تو مقام مشاہدہ پر پہنچ جائے گا، کیونکہ تیرا نفس ہی تیرا حجاب ہے، جس کی وجہ سے تو مشاہدۂ حق سے محروم رہتا ہے۔

اس مقام پر علامہ ابن حجر عسقلانی نے اعتراض کیا ہے کہ اگر ان بزرگان دین کی تاویل اور معانی کو درست مان لیا جائے تو ''تراہ'' میں الف نہ ہوتا۔ اور اس طرح ہوتا۔ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ، ضائع ہو جاتا۔ کیونکہ اس کا ماقبل سے کوئی ربط نہیں۔ پھر حدیث کے الفاظ کی روایات پے در پے لائے جو اس تاویل کی متحمل نہیں ہیں کہ اگر تو اسے نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھتا ہے۔

اس بحث پر حضرت محدث دہلوی علامہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے لمعات شرح مشکوۃ میں یوں جواب دیا ہے کہ الف کا مضارع مجزوم میں ایک مروجہ لغت میں ہے اور اسی بنا پر قنبل کی روایت ابن کثیر سے قول الٰہی میں اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَرْتَعْ وَ يَلْعَبْ" اور قول الٰہی ''وَمَنْ يَّتَّقِيْ وَيَصْبِرْ'' بھی ایسے ہی ہیں۔ ایک شاعر کا یہ شعر بھی اسی امر کو ظاہر کرتا ہے۔

اَلَمْ يَاْتِيْكَ وَ الْاَنْبَاءُ تَنْمِيْ۔

نحوی حضرات جانتے ہیں کہ جب ماضی شرط ہو تو جزا پر جزم واجب نہیں۔ اگر چہ معنی جیسا کہ یہاں ہے۔ ''فَاِنَّهٗ يَرَاكَ'' امکان رویت پر دلالت کرتا ہے مگر دیدار الٰہی کا امکان بھی پایا جاتا ہے۔ یعنی ہمارا اللہ تعالیٰ کو جہت و مکان، خروج شعاع وغیرہ کے بغیر دیکھنا تو ثابت ہے، مگر علماء عربی نے ان معانی کو مختلف زاویوں سے دیکھا ہے۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جو ان کے بواطن پر ظاہر ہو جاتی ہے۔ یہ کیفیت غلبہ حال، محویت و فنا ان کے دلوں پر وارد ہوتی ہے۔

ہم اس بحث کو اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہوئے یوں کہہ سکتے ہیں جس طرح علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری نے اپنی مشہور کتاب مرقات شرح مشکوۃ میں رد کیا ہے، مگر انہوں نے ایراد اول اور ثالث میں مفصل گفتگو کی ہے۔ اور آپ نے جواب ثانی پر بحث نہیں کی۔ صرف اتنا کیا کہ جو کہا گیا ہے اس کے موافق نہیں ہے۔ ''فَاِنَّهٗ يَرَاكَ'' تو سابق کلام سے تعلق رکھتا ہے، اگر چہ اس کا تعلق لاحق سے بھی ہے۔ میں اس مقام پر بعض شارحین سے اتفاق نہیں کر سکتا۔

بعض روایات میں یوں ہے کہ ''فَاِنَّكَ اِنْ لَا تَرَاهُ۔ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ'' تو اگر اس کو نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھتا ہے۔ ''فَاِنْ لَّمْ تَرَهٗ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ'' مجھے امید ہے کہ یہ نکتہ لطیف تر اور نفیس ترین ہے۔ جس طرح ہم یہ کہتے ہیں۔ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ اگر تو نہ ہوا اور فنا ہو جائے۔ اس کے شہود کی خواہش میں ''تراہ'' تو اسے دیکھے گا اور مراد کو پہنچ جائے گا۔ ''فَاِنَّهٗ يَرَاكَ '' بیشک وہ تجھے دیکھ رہا ہے اور تجھ سے ایک لمحہ بھی غافل نہیں۔ تو جب اس نے تجھے دیکھا تو تو نے اپنی جان اس کے لیے فنا کر دی۔ وہ کسی کو ناامید نہیں کرتا کیونکہ تو مقام احسان تک پہنچ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ محسنین کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

ایک دوسرا نکتہ یوں سامنے رکھیے۔ ''فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ'' تو اگر نہ ہو، تو یقیناً تو اسے دیکھ رہا ہے۔ کیونکہ

تو فنا ہو گیا ہے اور وہ باقی ہے۔ اب وہی اپنی ذات کا دیدار کرانے والا ہے اور کیونکر نہ دیکھے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے اور تو یقیناً فنا ہو چکا ہے۔ جب تو فنا ہو جائے، پھر ہی اسے دیکھ سکے گا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ اس کی آنکھ کا کوئی پردہ نہیں ہے۔ "فَاِنَّہٗ یَرَاکَ" تو وہ بیشک مجھے دیکھ رہا ہے اور تو ایک صورت خیالی خواب میں آنے والی پر تو تجلی عکسی وظلی میں سے ہے۔ تو کیسے حسن حقیقی کو اور جمال اصل کو دیکھ سکے گا؟

امام قشیری رضی اللہ عنہ نے اپنے رسالہ میں حضرت یحییٰ بن الرضی العلوی کی سند سے لکھا ہے کہ حضرت ابو سلیمان دمشقی نے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے سعتو بری کی آواز سنی تو غش کھا کر زمین پر گر گئے۔ جب ہوش میں آئے، تو دوستوں نے دریافت کیا، تو انہوں نے بتایا کہ مجھے معلوم ہوا کہ آواز آ رہی ہے۔ اسع تر بری۔ یعنی کسرۂ باء اور وہ نیکی اور احسان ہے۔ اگرچہ طواف کرنے والے اسے فتحہ باء پڑھتے ہیں۔

کتاب المرقی فی مناقب سید محمد الشرقی میں فاضل مصنف عبدالخالق ابن محمد ابن احمد بن عبدالقادر (جو سید محمد شرقی کے نواسہ تھے) نے لکھا ہے کہ ایک شخص مصر کی گلیوں میں ٹوکرا سر پر رکھے، آواز لگاتا تھا۔ یاسعتو بری اس صدا کو اللہ تعالیٰ کے تین بندوں نے سنا اور اس کا علیحدہ علیحدہ مطلب لیا۔

ایک جو اہل ہدایت میں سے تھا۔ "اِسْعَ تَرَ بِرِی" کا مطلب یہ لیا کہ تو کوشش کر اور میری اطاعت کرتا جا۔ تمہیں میری کرامت کی عطائیں دکھائی دیں گی۔ دوسرا متوسط آدمی تھا، اس نے سمجھا یہ شخص "یاسعۃ بری" کہہ رہا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ میری بھلائی کس قدر وسیع ہے جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے اور میری اطاعت کرتا ہے، وہ مجھے پالے گا۔

تیسرا اہل نہایت سے تھا۔ اس نے سمجھا کہ یہ کہہ رہا ہے۔ الساعۃ تری بری (قیامت قریب آ رہی ہے پس تم کوشش کرتے جاؤ) تینوں بزرگ اس ایک جملے سے اپنے اپنے مذاق کے مطابق وجد میں آ گئے۔

احیاء العلوم میں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بعض اوقات ایک عجمی بھی عربی شعر پر جھوم اٹھتا ہے اور اسے بھی وجد آ جاتا ہے کیونکہ عربی کے بعض حروف عجمی طرز اور وزن پر ہوتے ہیں۔ اگرچہ انکا مفہوم کچھ اور ہوتا ہے مگر عجمی اس مترنم آواز سے ہی لطف اندوز ہو جاتا ہے، ایک شعر ملاحظہ فرمائیں:

ما زارنی فی النوم الا خیالہ

فقلت لہ اھلا وسھلا مرحبا

میں نے اسے خواب میں خیالی صورت میں دیکھا، تو میں نے اسے کہا اھلاً وسہلاً مرحبا!!

اس شعر میں ایک ایسا شخص جو عربی سے ناواقف تھا، وجد میں آ گیا۔ لوگوں نے اسے پوچھا تم کیا سمجھے؟ اس نے بتایا: اس کا مطلب یہ ہے ما زار لم۔ کہ مرنے کے قریب ہوں۔ اور ایسا ہی جیسا وہ کہہ رہا ہے (کہ لفظ زار بزبان فارسی ہلاکت سے قریب والے پر دال ہے) اسے خیال آیا کہ ہم سارے موت کے کنارے پہنچ چکے ہیں۔ تو اس

وقت خطرۂ آخرت سمجھا، عشق الٰہی میں جلنے والے کا وجدان کے حسب فہم ہوتا ہے۔ ہم مندرجہ بالا صفحات میں آیت کریمہ کی تشریح نہیں کررہے ہیں، بلکہ یہ بات واضح کررہے کہ مفسرین اور شارحین بسا اوقات اپنے طور پر مختلف معانی بیان کرتے ہیں۔ درحقیقت ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ جو لوگ ذات مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محجوب اور ناواقف ہیں۔ انہیں آپ کے علوم اور ذات سے اتنی بھی واقفیت نہیں جتنی ایک عام پڑھا لکھا انسان رکھتا ہے۔ تو وہ مقام مصطفیٰ کو کیسے پاسکیں گے؟ علماء ظاہر تو اپنی جگہ مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اولیاء کرام کو جو اسرار عطا ہوتے ہیں، اس کا ادراک ایسے ظاہر بین علماء کو کس طرح ہوگا؟ یہ لوگ مسلمانوں کی تکفیر سے نہیں ڈرتے اور اپنی جہالت سے انکار کرتے چلے جاتے ہیں اور پھر اسی انکار پر اصرار کرتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے" بلکہ انہوں نے اسے جھٹلایا جیسے انہوں نے نہ جانا"۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو راہ ہدایت پر نہیں لاتا؟ ان لوگوں کا مبلغ علم کیا ہے۔ جو اللہ کے نور سے محروم ہیں، وہ نور بصیرت نہیں پاسکتے۔ نَسْأَلُ اللّٰہَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ